

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232041

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۲۹.۷۵۷۷

Accession No. 6.7.D.

Author

م غ

Title

خدم علی آزاد

This book should be returned on or before the date last
marked below.

عاشق اکرم (سرود آزاد)

خلاصہ فہرست کتاب

(۲) فہرست دیباچہ کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب

(۴) فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشان ضمناً وارد شد

(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب

فہرست تراجم ماثر الکلام

دفعہ ثانی
CHECKED 1986

موسوم بہ سرو آزاد

مشتل بر دو فصل

فصل اول در ذکر شعرائے فارسی مشتل بر یک صد و چیل و سہ (۱۴۳) تراجم از

صفحہ ۱۲ تا صفحہ ۳۵۱ +

فصل دوم در ذکر شعرائے ہندی مشتل بر ہشت (۸) تراجم از صفحہ ۳۵۱ تا صفحہ ۴۰۷

- | | | |
|----|-------|---|
| ۱ | | حمد و نعت و حال تالیف کتاب |
| ۲ | | جواز شعر گفتن و خواندن از آثار و احادیث |
| ۱۲ | | کیفیت شعر و شاعری |



فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۲۳) شعراے فارسی

۱۲۳

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱	سحابی - مولانا سحابی استر آبادی	۱۲۷	۱۵	فغفور - محمد حسین -	۳۷
۲	فیضی و فیاضی - شیخ ابوالفیض	۱۵	۱۶	نظام میر نظام دستغیبی شیراز	۳۸
	اکبر آبادی		۱۷	مروشد - ملا مروشد یزدجردی -	۳۹
۳	انیسی - شاملو یو لقی بیگ	۲۱	۱۸	نرگالی - خوانساری -	۴۱
۴	نوعی - ملا نوعی خوشانی	۲۲	۱۹	نقی - شیخ علی نقی -	۴۲
۵	نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری	۲۲	۲۰	طالب - آملی -	۴۳
۶	سنجر - میر سنجر خلف میر حیدر	۲۶	۲۱	شفائی - اصفہانی -	۴۷
	معمانی کاشی -		۲۲	قاسم - قاسم خاں جوینی -	۴۸
۷	نرمانی - ملازمانی یزدی -	۲۸	۲۳	شوقی - میر محمد حسین -	۴۹
۸	نشانی - شانی تگلو -	"	۲۴	فتحی اردستانی -	"
۹	شکیبی - محمد رضا بن خواجہ عبداللہ	۲۹	۲۵	فصیحی -	۵۰
	صفائی -		۲۶	شاپور طهرانی -	۵۱
۱۰	رضی - آقارضا اصفہانی -	۳۱	۲۷	اسیر - میرزا جلال بن میرزا	۵۳
۱۱	ملک - ملا ملک قی -	"		مومن شہرستانی -	
۱۲	ظہوری - ملا ظہوری ترشیزی -	۳۳	۲۸	ادائی - میر محمد یونس یزدی -	۵۴
۱۳	نرکی ہمدانی -	۳۴	۲۹	سعید - نقشبندی -	۵۴
۱۴	فرقی - ابوتراب جوشقانی -	۳۷	۳۰	نظیر - مشہد -	"

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۳۱	نادہ - لایبجانی -	۵۶	۲۸	فرج - ملا فرج اللہ شوستری -	۹۴
۳۲	سروہری - کابل -	۵۷	۲۹	احسن - ظفر خاں -	۹۵
۳۳	مطیع - تبریزی -	۵۸	۵۰	آشنا - عنایت خاں -	۹۶
۳۴	اوجی - نظری -	۵۹	۵۱	صائب - میرزا محمد علی تبریزی -	۹۸ {
۳۵	مشرقی - میرزا ملک مشہدی -	۶۰	۵۲	اصفہانی -	۱۰۳ {
۳۶	صنیر - ابوالبرکات لاہوری بن	۶۱	۵۳	غنی - ملا محمد طاہر اشٹوی کشمیری -	۱۰۴ {
	ملا عبد الجبید ملانی	۶۲	۵۴	فاطمہ - ہروی -	۱۰۵ {
۳۷	قلبی - حاجی محمد جان مشہدی	۶۳	۵۵	واعظ - میرزا محمد رفیع قزوینی -	۱۰۶ {
۳۸	سلیم - میرزا محمد قلی طرشتی -	۷۷	۵۶	رفیع - میرزا حسن -	۱۰۷ {
۳۹	کلیم - ابوطالب -	۸۱	۵۷	ناصر - میرزا عرب تبریزی -	۱۰۸ {
۴۰	معصوم - میر معصوم	۸۲	۵۸	سالک - محمد ابراہیم قزوینی -	۱۰۹ {
۴۱	شید -	۸۳	۵۹	سالک - بزدی -	۱۱۰ {
۴۲	ادھم - میرزا ابراہیم بن میرزی	۸۴	۶۰	صیدی - میر صیدی طهرانی -	۱۱۱ {
۴۳	الہی - میر الہی -	۸۵	۶۱	ماہر - میرزا محمد علی اکبر آبادی	۱۱۲ {
۴۴	یحیی - میر یحیی کاشی -	۸۶	۶۲	فتاح - ملا عبد الرزاق -	۱۱۳ {
۴۵	دانش - میر رضی بن میر ابوتراب	۸۷	۶۳	تجلی - ملا علی رضا اردکانی -	۱۱۴ {
	رضوی مشہدی -	۸۸	۶۴	اشرف - ملا محمد سعید -	۱۱۵ {
۴۶	مسیح - حکیم رکن کاشی -	۹۱	۶۵	سراقہ - میرزا اسعد الدین محمد	۱۱۶ {
۴۷	حاذق - حکیم حاذق بن حکیم	۹۲	۶۶	مشہدی -	۱۱۷ {
	ہمام گیلانی -	۹۳	۶۷	شوکت بخاری (محمد اسحق) -	۱۲۰ {

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۶۶	قاسم - قاسم دیوانہ مشہدی -	۱۲۲	۸۲	نسید - عبداللہ خاں - قطب الملک	۱۵۲
۶۷	طغرا - ملا طغرا سے مشہدی -	۱۲۴	۸۳	امیر الامرا - سید حسین علی خاں	۱۶۲
۶۸	مخلص - (میرا محمد کا شانی)	۱۲۵	۸۴	اصف - نواب نظام الملک اصفیہ	۱۶۳
۶۹	موسوی - موسوی خاں میرزا	۱۲۶	۸۵	طاب شراہ -	۱۶۳
	معز الدین محمد -			آفتاب - نواب نظام اللہ ولہیا	
۷۰	راسخ - میر محمد زمان سہندی -	۱۲۸	۸۶	ناصر جنگ شہید رح	۱۸۴
۷۱	علی - (شیخ ناصر علی سہندی) -	۱۲۹		نصرت - دلاور خاں -	
۷۲	وحید - میرزا محمد طاہر قزوینی -	۱۳۲	۸۷	قبول - میرزا عبد الغنی کشمیری	۱۹۷
۷۳	عالی - میرزا محمد شیرازی -	۱۳۶	۸۸	گرامی - میرزا گرامی کشمیری -	۱۹۸
۷۴	خالص - سید حسین -	۱۳۹	۸۹	گلشن - شیخ سعد اللہ دہلوی	۱۹۹
۷۵	بازل - رفیع خاں مشہدی -	۱۴۱	۹۰	قدس سرہ	
۷۶	اثر - شفیعی شیرازی -	۱۴۲		یکتا - احمد یار خاں -	۱۹۹
۷۷	سر خوش - محمد افضل -	۱۴۳	۹۱	شہرت - شیخ حسین شیرازی -	۲۰۱
۷۸	طاہر - التفات خاں نقہ	۱۴۴	۹۲	ثابت - میر محمد افضل آبادی -	۲۰۳
	صفا لانی -		۹۳	سراج - میر محمد علی سیالکوٹی -	۲۰۴
۷۹	غبار - میرزا ابوتراب -	۱۴۵	۹۴	آفرین - فقیر اللہ لاہوری -	۲۰۵
۸۰	واضح - میرزا مبارک اللہ	۱۴۶	۹۵	روحی - سید جعفر زبیر پوری -	۲۰۷
	مخاطب بہ ارادت خاں		۹۶	امید - قرباش خاں ہمدانی -	۲۰۹
۸۱	بیدل - میرزا عبد القادر	۱۴۸	۹۷	نرائے - شیخ محمد فاخر -	۲۱۰
	غفیر آبادی -		۹۸	افضلی - شیخ محمد ناصر -	۲۱۹

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۹۹	غالب - شیخ اسد اللہ -	۲۲۰	۱۱۵	شاہدی - میر عبد الواحد حسینی	۲۲۷
۱۰۰	محمود - مرشد قلی خاں -	۲۲۱		واسطی بلگرامی قدس سرہ	
۱۰۱	افدس - میر رضی شوستری -	۲۲۳	۱۱۶	عشقی - سید برکت اللہ -	۲۲۸
۱۰۲	حزین - شیخ محمد علی -	۲۲۵	۱۱۷	ضیاء - حافظ سید ضیاء اللہ	۲۵۰
۱۰۳	متین - میرزا عبد الرضا	۲۲۶		بلگرامی قدس سرہ	
	صفالانی -		۱۱۸	میر طفیل محمد بلگرامی -	۲۵۱
۱۰۴	آسر و سراج الدین علیخان	۲۲۷	۱۱۹	واسطی - میر عبد الجلیل حسینی	
	اکبر آبادی			واسطی بلگرامی	۲۵۳
۱۰۵	مظہر - میرزا جان جان	۲۳۱	۱۲۰	سید علی مصوم مدنی -	۲۸۶
	سلمہ اللہ تعالیٰ		۱۲۱	شاعر - میر سید محمد سلیم اللہ تعالیٰ	۲۸۹
۱۰۶	درد مند - فقیہ صاحب -	۲۳۲	۱۲۲	آنزاد - میر غلام علی بلگرامی	۲۹۱
۱۰۷	شاعر - گل محمد معنی یاب خاں	۲۳۵		قدس سرہ -	
۱۰۸	عزلیت - میر عبد الولی -	۲۳۶	۱۲۳	یوسف - میر محمد یوسف	۳۰۷
۱۰۹	جراث - میر محمد ہاشم -	۲۳۸		سلمہ اللہ تعالیٰ	
۱۱۰	مرسا - جان میرزا -	۲۴۰	۱۲۴	غلام - میر غلام نبی بلگرامی -	۳۱۲
۱۱۱	ایجاد - میرزا علی نقی -	۲۴۱	۱۲۵	عجیب - سید قریش بلگرامی	۳۱۳
۱۱۲	افتخار - عبد الوہاب	۲۴۱	۱۲۶	بینجبر - میر عظمت اللہ بلگرامی	۳۱۵
	دولت آبادی		۱۲۷	فقیر - میر نواز شش علی	۳۲۵
۱۱۳	امداد - شیخ غلام حسین -	۲۴۲		سلمہ اللہ تعالیٰ	
۱۱۴	ضمیری - شیخ نظام بلگرامی -	۲۴۲			

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱۲۸	غریب - سید کرم اللہ بگرامی -	۳۲۷	۱۳۵	واحد - میر عبد الواحد بگرامی	۳۲۱
۱۲۹	سید غلام مصطفیٰ بگرامی	۳۲۸	۱۳۶	ایما - بندگی سید محمد حسن بگرامی	۳۲۵
	قدس سترہ -	۳۲۷	۱۳۷	آگلا - سید علی رضا	۳۲۶
۱۳۰	اسمعی - سید احمد بگرامی	۳۳۲	۱۳۸	عارف - محمد عارف بگرامی -	۳۲۷
۱۳۱	فرد - سید اسد اللہ بگرامی	۳۳۶	۱۳۹	صانع - نظام الدین احمد بگرامی	۳۲۸
۱۳۲	سید عظیم الدین بن سید نجابت	۳۳۷	۱۴۰	لکھنوی - شیخ محمد صدیق بگرامی	۳۲۹
	بگرامی	۳۳۷	۱۴۱	شمین - شیخ غلام حسن بگرامی -	۳۵۰
۱۳۳	محب - سید غلام نبی بگرامی -	۳۳۸	۱۴۲	وامق - نواز محی الدین بگرامی -	۳۵۱
۱۳۴	قابل - سید عبد اللہ بگرامی -	۳۴۰	۱۴۳	محزون - سید برکت اللہ بگرامی	۳۵۱

فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعرا کے ہندی بحاشا

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱	شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف	۳۵۲	۴	میر عبد الجلیل بگرامی نور اللہ فرخ	۳۶۹
	فرقی -	۳۵۲	۵	سید غلام نبی بگرامی -	۳۷۱
۲	سید نظام الدین المتخلص	۳۵۶	۶	سید برکت اللہ قدس سترہ	۳۶۲
	بہ مہنایک -	۳۵۶	۷	میر عبد الواحد ذوقی بگرامی -	۳۶۶
۳	دیوان سید رحمت اللہ -	۳۵۹	۸	محمد عارف بگرامی -	۳۶۶

فہرست اسماء اصحاب کہ ذکر نشان ضمناً وار شدہ

صفحہ	اسماء	نمبر شمار	صفحہ	اسماء	نمبر شمار
۲۱۱	شیخ محمد یحییٰ	۱۰	۴۴	میر عبد السلام مشہدی مدفون	۱
۲۴۶	حاجی افضل	۱۱		سواد اورنگ آباد۔	
۲۸۶	میر معصوم	۱۲	۷۴	شیخ علام مصطفیٰ انسان۔	۲
۷	میر نظام الدین احمد	۱۳	۷	شیخ جان محمد۔	۳
۳۵۹	دیوان سید بھیکہ	۱۴	۹۲	سید صدر جہاں	۴
۳۶۲	سید خیر اللہ	۱۵	۱۱۷	میرزا محمد علی دانا۔	۵
۳۶۳	سید حبیب اللہ	۱۶	۱۳۱	شاہ حمید مجدد ب	۶
۳۶۵	چنتا من شاعر ہندی	۱۷	۱۹۰	حافظ محمد اسعد مکی	۷
۳۷۰	مسرودا کر شاعر ہندی	۱۸	۱۹۷	شاہ ابراہیم	۸
۴	❖ ❖ ❖ ❖ ❖		۲۱۱	شیخ محمد افضل الہ آبادی	۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سرمایہ حمد نیا زمبد سے کہ ارواح معانی را باقوالب الفاظ آمیخت و سبب معلقہ افلاک را از قدرت آویخت و جواہر صلوات نثار اتمی کہ نقش کلام مجر بر صفحہ روزگار نشانند و محضر دعوی زبان آوران را بہ مہر سکوت رساند و اولاد و الاثر زاد کہ مبادی فن ولایت و اصحاب عالیجناب کہ مطالع دیوان ہدایت اند۔

اما بعد عرض می دار در پاشکستہ زاویہ گمنامی فقیر غلام علی تخلص بہ آزاد حسینی واسطی بلگرامی کہ این دلدادہ زلف سخن و مخلص معنی طرازان نو و کهن پیش ازین بخد مت موزونان سلف و خلف پرداختہ و تذکرۃ الشعراء مسمی بہ پیر بیضا محرر ساختہ اما آن نسخہ نقش انگارہ و تصویر رنگارہ بود لہذا بعد فراہم رسیدن بمنجی از مواد رنگ اصلاح رنجنہ شد و نقش ثانی بہ از اول برانگیختہ و چون سخن رسا تر از نشہ شراب و سریع تر از پرتو آفتاب است ہر دوید بیضا دستگاہ شہرت بہم رساند و جا بجای بر تو رواج افشانند۔

اکنون نظر دقیقہ سخ نسخہ ثانی را ہم نمے تواند پسندید و در میزان اعتبار نمی تواند سنجید۔ طبع نیز نگ درین شیوہ معذور است و شیشہ بوقلمون در تلمون مجبور کہ چند انکہ ملکات می افزاید۔ ساختہ و پرداختہ پیشین تقویم پارین بہ نظر می آید و ہر گاہ احکام عالم الغیب و الشہادۃ بہ اقتضاء مصلحتی رنگ می گرداند و خزان نسخ بہم

می رساند که مَا تَشْعُرُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نَسْهَانَةٍ خَيْرٌ مِّمَّهَا أَوْ مِثْلُهَا احکام ساکنان
 حقیق امکان و فروزندگان اسفل السافلین نقصان به طریق اولی قابل تبیین
 و نیازمند تعدیل تواند شد هر چند نسخ اول ثمره حکمت است و نسخ ثانی نتیجه غفلت
 الحقی تا که مصنف نشئه زندگی در سر و لباس عنصری در بردارد کتاب بلجام
 نمی تواند رسید و طره گفتگو سر از درازی نمی تواند پیچید که بعد از نظر ثانی و ثالث و
 هلم جز آنقصا نما گل می کند و خارها در خاطر می شکنند بے روزی که مصنف تمام
 شود تصنیف نیز رنگ مصنف گیرد و از لب بستنی کار سالها صورت پذیرد.

آورده اند که رکن قلم و سخندانان عماد کاتب اصفهانی و قسّم علم مناقشه افراخت
 اعتراض بر کلام استاذ البلاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجه ساخت قاضی جواب
 درسته تحریر نمود و باده صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود ملخص جوابش این که
 ”قَدْ وَقَعَ لِي شَيْءٌ وَمَا أَدْرِي أَوْ قَعَّ لَكَ أَمْ لَا وَهُوَ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يَكْتُوبُ
 كِتَابًا فِي يَوْمِهِ إِلَّا يَقُولُ فِي غَدٍ لَوْ غَيَّرَ هَذَا الْكَانَ أَحْسَنَ وَلَوْ تَرِكَ ذَلِكَ
 لَكَانَ أَوْلَى وَهَذَا عِبْرَةٌ عَظِيمَةٌ وَحُجَّةٌ مُسْتَقِيمَةٌ عَلَى اسْتِبْلَاءِ صِفَةِ النُّقْصَانِ
 عَلَى طَبِيعَةِ الْإِنْسَانِ“

و من هیچمندان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشته ام و در عنوان
 نسخۀ ثانی به خامه اعذار این عبارت نگاشته :-

”و با آنکه سامان اصلاح چنانچه باید و شاید هنوز بحصول نه پیوسته و صورت این دعا“

”خاطر خواه نقش نه بسته اما باعث سرعت خامه خوشخرام در طی این مقام آنست که“

”حیات فانی گری است بر باد چشم بقا از دستوان داشت و پیکر جسمانی حبابی است“

”بر آب - کار این دم بنفس دیگر نباید گذاشت“

”بیت پر تو عمر چلے است کہ در بزم بود بسیم مژہ بر ہمدنی خاموش است“

الحاصل بعد تالیف پید بر فیض بانجا طر رسید و سر بیخہ حب الوطن دامن دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالان بلگرام صائغ اللہ عن طوایق الایام بہ تحریر در آید۔ و آثار یکہ در نقاب خفامتواری است جلوہ ظہور نماید۔ نختے بہ تحقیق و تنقیح مطالب پرداختم۔ و طاؤسان معانی را بگلہ ام عبارت بند ساختم کتابے در پنج فصل صورت بست۔ و شاہدے کہ گرد خیال می گشت برگر سنی شست نخت قرعہ وحدت انداختم۔ و فصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ و گروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ و بنجواہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی و نکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرار سرمایہ طراوت بخشیدند۔ و ہم فصل شعرا را سامان نصارت۔ اما در موضع اول دائرۃ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضع ثانی رشتہ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ و فصلین فقرا و فضلا را واگذارد۔ درین صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند و کلام شاعر بے ترجمہ خاطر مورخان را بہ تسلی نمی رساند لہذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ و تفصیلیان دفتر اول را درین دفتر نیز بر سبیل اجمال و استقلال بہ تحریر در آوردم۔

نام دفتر اول مآثر الکرام تاریخ بلگرام است مشتمل بر دو فصل فقرا و فضلا **نَوَّرَ اللّٰهُ مَصَاحِبَهُمْ**

و نام این دفتر سرو آزاد است نیز محتوی بر دو فصل فضل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی **اَيَّدَهُمُ اللّٰهُ بِرُوحِ الْقُدْسِ** فصل ثانی در ذکر قافیہ سخنان ہندی **جَزَّاهُمْ اللّٰهُ بِجَائِزَةِ الْخَيْرِ**۔

و برائے شعراء عربی النموذج علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم و فصحاء تازی

را با شعراء فارسی مزج نساختم - که فارسی دانان بسیط مطالعة اشعار عربی را و امی
گزارند - و کاتبان عجم زبان عرب را به تحریفات از صورت نوعی بر می آرند -
و به تقریب مردم بلکه ام جمعی دیگر را درین محفل خوانده ام و قوافل سخن را
از کجای تا کجای رسانده - مؤلفه

این تازه سواد سرمه دیدار است سرمایه بینش اُدلی الاقبصار است
هر چند تکلفی ندارد اما چون نقش فرنگ سادۀ و پرکار است
اکنون تا بیخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم - و نظر را به نهال سیرابی نصارت
می افزایم -

خوشا مشاطۀ کلکِ هنرمند به رخسار ورق مالیده غازه
شنو از قمریانِ غیب تا زنج نشاند آزاد سرو سبز تازه
امید از حکماء این فن و حرکت شناسانِ نفیس سخن آنکه اگر خدمت نیازمند پسند
افتد - نوشدارو سے دعا مرحت نمایند - و اگر سقمی ملاحظه شود - به معجون لطف
معالجہ فرمایند - اِنَّ اَجْوَدَ اِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ هُوَ نِعَمُ الْمَوْلَى وَ نِعَمُ الْمُعِينِ
فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی اَيَّدَهُمُ اللهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ -
نخستین خامه زمر مرسخ شرافت کلام موزون و اصالت این دُر مکنون بیان
می سازد و سامه سخن پرستان را باین حرف و نشین می نوازد -

ارباب سیر اتفاق دارند که در محفل اقدس رسالت پناهی و رسانندۀ نفائس
وحی الٰهی عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَ اَكْمَلُ التَّحِيَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید
و غنچه لعل مبارک با تبسم آشنای گردید و هرگاه خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن
می کشود مخاطب را به خواندن شعر دیگر پیویم اشاره می فرمود -
و موزونانِ پائے تحت رسالت را به هجو مشرکان مامور می ساخت و طائفه

معنی طراز ان را به انعام صلات و اقسام عنایات می نواخت خطاب اُجُوهَا
 الْكُفَاءَ فَإِنَّمَا آتَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ شَرِّ النَّبْلِ وَنَصَبُ مَنْبَرٍ بِرَأْسِ حَسَنِ
 بن ثابت رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَدَعَا اللَّهُمَّ أَيُّدُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَحَدِيثُ هَجَا
 حَسَّانُ قَشْفِي وَاسْتَشْفِي وَعَطَا شِيرِينَ نام جاریه به حسان رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ در وجه صلۀ شعر و انعام بر دو مبارک به کعب بن زهیر در جائزۀ قصیدہ
 بِأَنْتَ سَعَادٌ مَشْهُورٌ اسْتَ و در کتب معتبره مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آورده قال کعب (بْنُ مَالِكٍ) ۷

جَاءَ السَّخِينَةَ كُنَى تَغَالِبَ سَبَّهَا وَلِيَعْلَبَنَّ مُغَالِبَ الْعَلَابِ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "لَقَدْ مَدَحَكَ اللَّهُ يَا كَعْبُ فِي قَوْلِكَ هَذَا
 و در روایتی آمده کہ حضرت فرمود اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَنْسَ ذٰلِكَ لَكَ يَعْنِي بِدَرَسِي
 اللہ تعالیٰ فراموش نکند این شعرے کہ ترا است۔

حواشی

مراد از سَخِينَةُ ۳ مخاضی معجمه بروزن سفینه قریش اند و در اصل سَخِينَةُ طَعَامٌ
 کہ از آرد و روغن ترتیب دهند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال می کردند و مردم
 دیگر ازین وجه قریش را طعن می زدند تا بحدی کہ نام ایشان سَخِينَةُ افتاد و لیغلبن
 صیغۀ مجهول است و مغالب صیغۀ اسم فاعل و عِلَاب صیغۀ مبالغہ یعنی آمند
 قریش تا غالب شوند پروردگار خود را و ہر آئینہ مغلوب می شود غلبہ جویندہ بر
 کسی کہ سخت غالب است یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ۔

و شیخ جلال الدین سیوطی در خصائص کبری روایت می کند کہ -
 نابغه جعری شعرے در حضور پرنور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم خواندہ
 فرمود اَجَدْتُ لَا يُفَضِّلُ اللّٰهُ فَاکَ یعنی شعر جید گفتی نشکند خداے تعالیٰ
 دنداس ترا -

عمر نابغہ یکصد و چند سال شد و ندانے نہ ریختے - و در روایت ہر گاہ
 ندانے می افتاد بجائے آں دیگری روئید -

و بیہقی در دلائل بابے مستقل عقد کردہ و گفتہ بَابُ اُخْتِيَارِہُمْ صَلَّے
 اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم الشَّعْرَ و حدیث طویل آوردہ از جابر رضی اللہ عنہ
 حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمد و گفت
 یا رسول اللہ پدیر من می خواہد کہ مال بگیرد حضرت فرمود پدیر خود را پیش من بیار -
 چون پدیر او آمد - حضرت فرمود پسرتومی گوید کہ تو مال اوراے گیری - عرض کرد
 کہ پرس یا رسول اللہ اورا کہ مصرف مال او نیست مگر عمارت و قرابات او - آیا
 صرف کنم آن را بر نفس خود و عیال خود - پس نازل شد جبریل علیہ السلام و
 گفت یا رسول اللہ این شیخ و نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسید
 یعنی ہنوز از زبان بر نیامدہ - حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرسید آیا گفتی و نفس
 خود شعرے - شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِيدُ نَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِکَ بَصِيرَةً وَ یَقْدِرُ
 یعنی ہمیشہ افزون کند ما را اللہ تعالیٰ بتو بصیرت و یقین را - و ہفت عدد

لے دلائل النبوة جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ و خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدرآباد دکن -
 لے و نسخہ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن تفحص نمودہ شد - ۱۶۱ این باب
 حدیث مذکور نظر نیامدہ - آری این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ
 مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ ممبئی صفحہ ۲۲۰ منقول است و صرف ابیات در شرح حماسہ
 تہذیبی صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ یورپ بمقام بن ۱۸۲۸ عہم موجود است -

ایاتے کہ گفتہ بود بعض رسانید اولش این است ۷

عَذَّوْنَاكَ مَوْلُودًا وَعَلَيْكَ يَا فَخَاءُ تَعَلُّ بِمَا أَحْبَبْتُ عَلَيْكَ وَسَهْلُ
جابر رضی اللہ عنہ گوید فیکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ أَخَذَ
تَلْبِيبَ ابْنِهِ وَقَالَ لَهُ أَذْهَبَ فَأَنْتَ وَمَا لَكَ لَا بَيْتَ لِي عِنْدَ حَضْرَتِ
صلی اللہ علیہ وسلم از استماع ایات - پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو - تو
و مال تو پدر تیر است“

مسئله تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت بهمین حدیث ثابت شدہ
و در حدیث شریف آمدہ ذکر عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
الشَّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ - (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳)
و ابن سیرین گفت هَلِ الشَّعْرُ إِلَّا كَلَامٌ لَا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ
إِلَّا فِي الْقَوَائِي فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ“

مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن و قبح راجع می شود بہ دل و
دین امر خود نظم و نثر مساوی است - و معنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد
مثل ہجو و شتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض برای تحقیر
کلام آرند - چہ قصیدہ بانث سعاد فراوان اغراقات دارد و متضمن تغزل با
سُعاد و تشبیه رضاب بہ شراب است ۷

تَجَلَّوْا عَوَاضِی ذُنُوبِکُمْ إِذَا ابْتَسَمْتُمْ کَأَنَّهُ مِنْهُلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُولٌ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید و انکار سے فرمود
و این زیادہ تر آنکہ و اصف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حدیث کَأَنَّ

عَنْقَهٗ جَيِّدٌ دُمِيَّةٌ بِرَاسِ تَصْوِيرِ مَدْعَاكَ رَدْنَ مَبَارَكِ رَاہِ گَرْدَنِ تَشَالِ عَاجِ
تَشْبِيہِ دَادِہِ وَ اَن رَا مَضَایِقَہٗ نَدَانِسْتِ -

وَقَالَ وَصِيدِلَا فِیْ کَہِ اَزَاکَا بَرَعِلَا نَدِ گَفْتِہٗ اَنَدِ کَہِ کَذِبِ شَعْرِ کَذِبِ نِیْسْتِ زِرِیْکِہِ
قَصْدِ کَا ذِبِ تَحْقِیْقِ قَوْلِ خُودِ اَسْتِ بِعِنِیْ کَذِبِ رَا صَدَقِ وَا مِیْ نَمَایِدِ وَ قَصْدِ شَاعِرِ
مُحَضَّنِ حَسِیْنِ کَلَامِ اَسْتِ -

اَزِ بِنَا ثَابِتِ شَدِ کَہِ تَخِیْلَاتِ مَوْزَوْنَانِ بِرَاسِ تَزْوِیْنِ اشْعَارِ وَ تَحْلِیْہِ بِنَاتِ
اَنکَا رَجَائِزِ بَاشَدِ وَ لِلّٰہِ دَسَّ الْقَائِلِ -

هَکَّتْ بَانَثَ سَعَادُ ذُنُوبَ کَعِیْبِ وَ اَعْلٰی کَعْبَہِ فِیْ کُلِّ نَادِ

وَحَضْرَتِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ گَاہِیْ مِثْلِ مِیْ زُو بِمَصْرَاعِیْ دِیْ فَرَمُودِ رَاسْتِ
تَرِیْنِ کَلِمَہِ کَہِ شَاعِرِ گَفْتِ کَلِمَہِ لَبِیْدِ اَسْتِ - اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ وَ
اَحْيَا تَمِثْلِ مِیْ فَرَمُودِ بَا یَنْ مِصْرَاعِ - وَ یَا نَبِیَّکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تَزِدْ

وہر جادِ کلامِ الہی و حدیثِ رسالتِ پناہی ذمِ شعرو شعرا واقع شدہ باتفاق
ائمہٗ دینِ دربارہٗ ترا اثر خایانِ مشرکین اَسْتِ -

اَمَّا نَفِیْ تَعْلِیْمِ شَعْرِ اَزْ حَضْرَتِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ دَرِ کَرِیْمِیْہِ مَا عَلَّمَنَا الشَّعْرَ وَمَا
یَنْبَغِیْ لَہٗ اَزْ بَرَا ئِیْ اَنَسْتِ کَا اَکْرَ حَضْرَتِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ فِکْرِ شَعْرِ شَاعِرِ خُودِیْ سَاخْتِ
پَسْتِ فِطْرَتَانِ گَمَانِ مِیْ بَرُودَنْدِ کَہِ کَلَمِ مَبَارَکِ بِہِ آیَاتِ بِنِیَاتِ اَزْ جَمْتِ سَلِیْقَہٗ زَبَانِیْ
اَسْتِ نَہِ سَفَارَتِ رَبَّانِیْ

و این نکتہٗ دلیلِ اَسْتِ وَ اَصَحِّ بَرِ بَرَاعَتِ اِیْنِ صِنَاعَتِ

مَعْنٰہِ اَحْيَا نَا اَزْ اَنْ مَرْتَبَہٗ جَامِعِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ کَلَامِ مَوْزُونِ سُرُورِیْ

زُو - اَزَا بَجْمَلِہٗ اَسْتِ -

أَنَا النَّبِيُّ لَا لَذِبُ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

وگفته اصلاح شعرے فرمود- سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ در بعض رسائل خود آورده کہ کعب بن زہیر در بیت
إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ مَهَلَّا بَيْنَ سَيُوفِ اللَّهِ مُسَلَّوْلٌ
سَيُوفِ الْهِنْدِ گفته بود- حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سَيُوفِ اللَّهِ ساخت-

راقم الحروف گوید ظاہر اسباب اصلاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ لفظ زائد در کلام واقع نشود چه ہندیغے را گویند کہ مصنوع از آہن ہند باشند قال الجوهري الْمُهَنْدُ السَّيْفُ الْمَطْبُوعُ مِنْ حَدِيدِ الْهِنْدِ

شعبہ در مدینہ منورہ علیٰ مَنَوِرِهَا الصَّلَاةُ وَالْحَيَّةُ کتہ و در فضیلت کلام موزون بر ضمیر ابن فقیر وارد گردیدہ و آن اینست کہ بخاری روایت می کند ان مِنَ الشَّجَرِ حِكْمَةٌ - بر ضائر حکمت پناہان و طبائع دقت دستگاہان ہوید است کہ بعضی از شعر یعنی شعرے کہ شرعاً محمود باشد مندرج در مفهوم حکمت است زیرا کہ مفهوم شعر اخص من وجه از مفهوم حکمت است و مقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود و مقدم در ذکر باشد و حق عبارت این کہ گفته شود بَعْضُ الشَّجَرِ حِكْمَةٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود ان مِنَ الشَّجَرِ حِكْمَةٌ تقدم لفظی را بر اصل خود گذاشت برای اہتمام شان شعر و افادہ حصر و اسلوب معنوی را قلب کرد و حکمت را مخبر عنہ ساخت بجهت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت بعضی از شعر است و لازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضی از شعر باشد و مندرج در ان کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراد است و خبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از افادہ حصر تقدیم خبر و ایراد کلام با سلوب تاکید چه قدر بر مراتب مبالغہ افزود و

و مدارج تفصیل شعر را تا کجا طے فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد کہ ہر آئینہ حکمت نیست مگر بعضے از شعر۔ لطف کلام صاحب جوامع الحکم را صلّی اللہ علیہ وسلم باید دریا کہ مبالغہ بہ شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے کہ برائے مدح شعر آدوہ رعایت نمود و دستاویزے برائے جواز مبالغہ و تفتیکہ مصلحتے شرعی مقفی باشد افادہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم۔

وطیبی شارح مشکوٰۃ در بیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا مے گوید کہ من تبغیضیہ است و مراد تشبیہ بیان بہ سحر است و حق کلام این کہ گفتہ شود ان بعض البیان کاللسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلب کرد و خبر را مبتدا ساخت و اصل را فرع و فرع را اصل گردانید بجهت مبالغہ۔

و ابن ماجہ روایت می کند اَكَلَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ مَا وَجَدَهَا فهو احق بها یعنی کلمہ حکمت گم شدہ مومن است ہر جا کہ یابد آن را پس او سزاوارتر است بہ اخذ آن۔ و قید ہر جا یابد برای آنست کہ مے باید نظر این کس بہ مقول باشد نہ بہ قائل چنانچہ گفتہ اند اَنْظُرْ اِلَى مَا قَالْ وَلَا تَنْظُرْ اِلَى مَنْ قَالَ و در کفایۃ الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ گوید عبارت عربی حاصلش اینکہ کلمہ حکمت ضالہ مومن است یعنی مطلوب است او را در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست کہ بجوید کلمہ حکمت را چنانکہ می جوید کسے گم شدہ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد و تعلیم واقع شدہ نہ بطریق اخبار چہ بسا مومن کہ اصلاً طلب نہ دارند یا بطریق اخبار واقع شدہ بجل مومن بر فرد کمال انتہے و کلمہ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجهت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةٌ۔ طرفہ اینکہ اطلاق کلمہ بر قصیدہ ہم آمدہ۔ و در زمان قدیم شعر عرب ہمین قصیدہ بود۔ قَالَ الْجَوْهَرِيُّ الْحِكْمَةُ الْقَصِيدَةُ بِطَوْلِهَا۔

اکنون باید دانست که در حدیث **اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةً** اگر قطع نظر از مبالغه کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی **بَعْضُ الشَّعْرِ حِكْمَةٌ** حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق **بَعْضُ الشَّعْرِ كَلِمَةٌ حَكِيمَةٌ وَالْكَلِمَةُ الْحَكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَبَعْضُ الشَّعْرِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ** - لفظ کلمه در صغری زیاده کرده شده زیرا که شعر حکمت قوی است و حجت قاطع است در اثبات نتیجه آنچه مسلم روات می کند که **"گفت شمرید صحابی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَدِيفُ شَدِّمِ رَسُولِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ"** علیه و سلم روزی فرمود آیا هست با تو از شعر امیه بن الصلت چیزی - گفتیم هست - فرمود بسیار - پس خواندم بمیته را که خوش آمد حضرت راضی الله علیه و سلم و فرمود زیارت کن تا آنکه من خواندم صد بیت

و ازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود که نتیجه شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر - و استحباب طلب از هر جا که باشد چه امیه بن الصلت کافر بود - و حضرت صلی الله علیه و سلم فرمود **اَمِنْ لِسَانُهُ وَكَفَرَ قَلْبُهُ** در کتب سیر آمده که شعر آمدحت طراز حضرت صلی الله علیه و سلم صد و شصت و نه از رجال و دوازده از نسا بودند و باستثناء کرمیه **اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَحَلَلُوا الصَّلَاتِ** سر امتیاز با آسمان می سودند - و همچنین بسیارے از کبراء امت و فضحاء ملت کنوز سر بسته عرش را بمفاتح زبانها کشوده اند و نفائس معانی را با سلوب شعر ادا نموده **رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالٰی** -

و اول کسیکه جوهر سخن را در رشته نظم کشید و این تحفه موزون را از خزانه غیب بقلم و شهود رسانید آدم علیه السلام است چون **قابیل** یا **بیل** را شربت شهادت

پشانید- مرثیہ فرزند شہید در سلک نظم کشید از انست

تَغَيَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا وَوَجَّهَ الْأَرْضِ مُغَبَّرُ قَبِيحٍ
تَغَيَّرُ كُلُّ ذِي طَعِيمٍ وَلَوْ وَقُلْ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الْمَلِيحِ
قَوَّاسُفَى عَلَى هَابِيلَ ابْنَى قَتِيلًا قَدْ تَضَمَّنَهُ الصَّرِيحُ

ابن اثیر و جم غفیر این ابیات را با آدم اسناد کرده اند و جمیع دیگر انکار نموده اند که انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام از گفتن شعر معصوم اند-
و در تفسیر محالہ التنزیل از ابن عباس روایت کرده کہ آدم علیہ السلام این مرثیہ را با سلوب نثر ادا نمود و بفرزند ان وصیت فرمود کہ ہمیشہ متواتر شوند و برین مصیبت غمی رقت نمایند- چون بہ یعرب بن قحطان رسید- از زبان مثنوی بلسان عربی ترجمہ کرد و موزون گردانید-

امیر خسرو علیہ الرحمہ فرماید

ماہمہ در اصل شاعر زاده ایم دل باین محنت نہ از خود داده ایم

و مرزا صائب گوید

انکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود طبع موزون حجت فرزند آدم بود

اکثر مؤرخین آورده اند کہ اول کسی کہ شعر فارسی گفت بہرام گور است روزی بشکار رفته بود- شیرے را صید کرد و از غایت بشاشت این مصراع بر زبانش گزشت
سہ منم آن پیل دمان و منم آن شیریلہ

و دلارام چنگی کہ محبوبہ او بود و ہر سخن کہ از بہرام سر بر می زد مناسب آن جواب بہم می رسانید- در مقابل گفت سہ نام بہرام ترا و پدرت بوجیلہ

و بعضے نوشتہ اند کہ در عہد عضد الدولہ دہلی در کتا بہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود۔ این بیت بر بان قدیم نوشتہ یافتند۔

ہریر اگیہان انوشہ ہری جہان را نگہبان و نوشہ ہری
ہریر ہر ہضم ہا و کسر زای فارسی بمعنی خوب و نیکو و صاحب فرہنگ سروری
بفتح ہا گفتہ بروزن صغیر نوشتہ۔ و ازینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمان اسلام ہم بود۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسی کہ بعد از ہرام گورد عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است۔ چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدہ در مدح او پرداخت و صلہ جزیل یافت۔ مطلعش اینست ۔

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فریقین گسترانیدہ بحدود و فضل در عالم بدین
ابتداء خلافت مامون سنہ ثلث و تسعین و مائتہ (۱۹۳) بودہ است۔

و بعضے قلمی نمودہ اند کہ یعقوب بن لیث صفار کہ در احدی و خمیس و مائین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روزعب با اطفال جوزی باخت ہفت جوز بہ گو افتاد و یکے بیرون ماند۔ پسر نومید شد۔ اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور بر زبان پسر گزشت ۔ غلطان غلطان ہی رود تالب گوئی۔

این کلام بہذاق یعقوب خوش آمد و بافضلا در میان آورد۔ بعد از خوش مصراعے از بحر ہرج یافتند و مصراعے و بیتے دیگر ہضم ساختہ دو بیتے نام کردند و رفتہ رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دو بیتے نام دارد۔

و برنئے آورده اند کہ ابتداء شعر فارسی در اسلام ابوحنفہ سخی گفت و

اور حدود سنہ ثلث مآتہ (۳۰۰) بودہ و شعر کے کہ با او نسبت دہند اینست

آہو کے کو ہے در دشت چگونہ ددا یار ندارد بے یار چگونہ رودا
بالجملہ تاحد و ثلث مآتہ (۳۰۰) ہجری شرمہ قلیل اندک اندک شعر گفتہ بودند اما
کسے بہ تدوین نپرداختہ تا در عہد سلاطین سامانیہ استاد رود کی ظہور کرد و دیوان شعر
ترتیب داد و بمرو در دہور پایہ سخن رسید بجائے کہ رسید

راسم و اوراق درین صحیفہ جمعے از قافیہ سنجان متاخرین را کہ ابتداء ظہور یا انتہاء
وجود ایشان بعد از ہزار (۱۰۰۰) ہجری است بر صدر بیان مے نشانند و بعد از ان
موزونان بلگرام را رونق این انجن می گردانند تا عرصہ سخن را دست گاہے بہم رسد
و نظر تماشا ئیان را جولا نگاہے پدید آید۔ و دیوان ہر صاحب سخن کہ بدست اُفتاد و
بتقریب انتخاب آن استفادہ دست بہم داد اشعار می رود و جز غزل و رباعی قسم
دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنون بہ تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ و چراغانے ترتیب دادہ چشم یاران
را گرم تماشا می سازم۔

(۱) سحابی - مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوہر پایش اسرار است۔ و آفتاب سرگرم افاضہ انوار در ارشاد حقائق
و معارف بے نظیر اُفتادہ۔ و ارواح معانی را در چار عنصر رباعی بروجہ احسن جلوہ دُدا
مرت سی سال بجار و بکشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت و در ان
فرصت قدم از روضہ علیہ بیرون نگذاشت۔ و از حطام دنیا بہ حصیرے و ابریقے
قناعت کرد و ہمہ در ان بقعہ مبارک در حدود سنہ عشر و الف (۱۰۱۰) فنا مے صورت
با فنا مے معنوی ہم آغوش ساخت۔

صاحب تارخ صبح صادق نقل مے کند کہ وقتے بکنار آ بے رسید۔ خواست
کہ بگذرد۔ پالیش فرورفت۔ با خود گفت این معنی از تعلق است و مرا بهیچ چیز
جز دیوان شعر خود تعلق نیست دیوان را در آب انداخت و چون بیک صبا بر
روے دریا خرامان بگزشت۔

ہنقاد ہزار رباعی گفتے بود از انجملہ قریب بیست ہزار کہ در سفائن مردم فرو
بود باقی ماند۔ وَمِنْ أَفْئَاسِهِ النَّفِيسَةِ ۛ

با ذات بہر صفت گرایند خوش است	نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست	در خلد زہر در کہ در آیند خوش است
عالم چہ کنی و عالم آرائی را	ہمراز نگشتہ یار اسیرائی را
در خانہ اگر ہزار صورت باشد	درمان نکلند در دہنائی را
بر خود در مدح و ذم نئے باید زد	بیرون از حد قدم نئے باید زد
عالم ہمہ آئینہ حسن از لی است	مے باید دید دم نئے باید زد
آنانکہ باصل کار نیکو بینند	کار این سویرای آن سو بینند
زاگونہ کہ روی جامہ را خیا طان	این رود روزند و حسن آن رو بینند

(۲) فیضی و فیاضی شیخ ابو الفیض اکبر آبادی

طوطی ہند سخن گستری است۔ و ملک الشعراء در گاہ اکبری۔ در طبقہ سلاطین
تیموریہ ہند اول کسیکہ بخطاب ملک الشعرائی تحصیل مباحات نمود۔ غرض الی مشہدی
است کہ از پیشگاہ اکبر بادشاہ باین خطاب نامور گردید۔ و بعد رسیدن او از صحرآ
فتنا بر غزوار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازہ گشت و در عہد جہانگیر بادشاہ
طالب آملی و در زمان صاحبقران شاہ جہان اَنَا اللہ بُوَہَا ابُو طاب

کلیم همدانی باین خطاب سکۀ تفاخر در آفاق زدند-

و کبر متبجان اخبار موزونان روزگار هویدا است که از شعراء ولایت ایران
و توران کسانی که بمداحی سلاطین و امراء هند پرداخته و قسم اند قسیم اول
جمعی که از اوطان خود بگلگشت هند شتافته اند- و صحبت ممدوحان دریافته مثل حکیم
روحانی سمرقندی صاحب تاج صبح صادق گویند که سلطان شمس الدین
ایلتش والی دہلی در سنہ ثلث و عشرین و ستائتہ (۶۲۳) قصد رنجنجور کرد
و گرفت پس بمندورفت و استیلا یافت- حکیم روحانی سمرقندی در آن
آوان از بخارا بخدمت او پیوست و قصیدہ بعرض رسانید و صلہ جزیل یافت
مطلعش این است ۛ

خبر بابل سما برد جبرئیل امین ز فتناء سلطان عمر شمس الدین
و مثل بدر چاچی کہ در پایان عمر بہند خرامید و شمول فراوان عنایت و رعایت
سلطان محمد تغلق شاہ گردید و بہ نذر زمان مخاطب گشت- دیوانش بین الجمهور مشہور
است- طور خاصہ دارد و تشبیه کنایت اکثر بکار می برد و مثل شیخ آذری سفری
کہ بعد تحصیل زیارت حریم مکرمین شرفما اللہ تعالی بسیر ہند شتافت و با سلطان محمد
نمبر۶ رايات اعلیٰ خضر خاں فرمانرواے دہلی برخورد و از انجا رو بدکن آورد
سلطان احمد شاہ بہمنی با عز و اکرام پیش آمد- اتفاقاً سلطان در ان ایام
شہر سید رہ بنیاد می کرد و دارالامارۃ و رکمال شکوہ طرح انداخت شعراء پائے تخت
کتابہ عمارت بنظم آوردند- شیخ آذری ہم چند بیت موزون ساخت- از انجملہ
است این دو بیت ۛ

حبذا قصر شید کہ ز فرط عظمت آسمان پایہ از سدۃ این درگاہ است

آسمان هم نتوان گفت که ترک ادب است نصر سلطان جهان احمد بن شاه
 سلطان در وجه صلہ دوازده ہزار بستہ قماش عنایت نمود شیخ گفت لا تحل عطایاکم
 إلا مطایا کتم۔ سلطان بیست ہزار تنکہ دیگر وجہ کرایہ راہ رعایت فرمود شیخ بااحمال
 و انقال بخراسان عطف عنان نمود و مثل شہید می قمی کہ بعزوت سلطان
 یعقوب بدیاریہند ہجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد۔ صاحب تانج
 فرشتہ گوید کہ چون اسماعیل عادل شاہ در سنہ سنت و ثلثین و تسعمائے (۹۳۴) قلعہ
 بیدر مفتوح ساخت و خزان را بکلید سخاوت بر روئے خلایق باز کرد۔ مولانا
 شہید می قمی کہ از کمال شہرت از تعریف مستغنی است در آن مدت از خطہ گجرات
 آمدہ بود۔ و بواسطہ سمیت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد۔ سلطان حکم
 فرمود کہ بجزانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد۔ چون مولانا
 از ریج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزے کہ از گجرات
 متوجہ این درگاہ می شدم دو چندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز
 کہ آن توانائی عود نماید بہرین خدمت رُوح پرور سرافراز شوم۔ سلطان سخن پرور
 نکتہ گزار لب بتبسم شیرین کردہ گفت نشنیدہ ام کہ آفتناست دژنا بخر و طالب رازیان
 دارد۔ باید کہ دو دفعہ بجزانہ رفتہ آنچه از دست بر آید تقصیر نکنی۔ و وقت فرصت
 غنیمت شماری۔ چون این حکم عین مدعاے مولانا بود شگفتہ و خندان از مجلس
 برخاستہ دو کرت بجزانہ شتافت و ہمیائہماے بیست و پنج ہزار ہون طلا بیرون
 آورد۔ چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید۔ فرمود مولانا راست مے گفت
 کہ من قوت ندارم۔ و نزاکت این کلام برابر باب ادراک واضح و روشن است

لہ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ ممبئی و تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ یورپ۔

لہ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۳ مطبوعہ ممبئی۔

کہ ہم جانب خوش طبعی منظور است و ہم جانب ہمت - قسم ثانی - جمعے کہ قدم سعی باین
 دیار نرسودہ اند - و غائبانہ تحفہ گرا نمایہ مدح ارسال نمودہ - مثل خواجہ حافظ شیرازی
 قدس سرہ کہ بدرگاہ سلطان غیاث الدین والی بنگالہ غزلے فرستاد - این دوست ازان
 است

شاکر شکر
 حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین غافل مشوکہ کار تو از نالہ مے رود
 و مثل عارف جامی قدس سرہ کہ اور بابا ملک التجار خواجہ محمود گاو ان امیر الامراء
 سلطان محمد شاہ بہمنی والی و کن ارتباط خاص بود و ارمان مدائح ارسال
 می فرمود - از انجملہ قصیدہ الیست کہ یک بیتش این است

ہم جہان را خواجہ و ہم فقر را و بیاست
 رہبر الفقراست لیکن تحت استار الغنا
 و در خاتمہ غزلے می فرماید

جامی اشعار دلا ویز تو جنبی است لطیف
 ہمرہ قافلہ ہند روان کن کہ رسد
 شرف مہر قبول از ملک التجار ش
 اما در عمد اکبر بادشاہ عدد ہر دو قسم سجد کثرت رسید - و بازار ہر دو گردہ ہمت
 گرم گردید - طائفہ اولی عیان اند - و مستغنی از اطالت بیان - و طائفہ ثانی را شیخ
 ابو الفضل در آئین اکبری بیان می کند و می گوید :-

و در آنا کہ سعادت بار نیافتند و از زور دستہا گیتی خد او نہد را شاگردانند پس انہو چون قاسم
 " گونا بادی ضمیری سپاہانی - وحشی یا فقی - محتشم کاشی - ملک قی - ظہوری تشرینی
 " رشکی ہمدانی - ولی دشت بیاضی - نیکی - نظیری - صبری اردستانی - نگاری
 " اسفراہنی - میر حضور قی - قاضی نور علی سپاہانی - صفائی مینی - طوقی تبریزی -

وا از جلد ثانی شیخ علی نقی کمره قصیدہ سی و پنج بیت در ستایش شیخ فیضی

پرداختہ و از صفایان بہند روان ساختہ ازان است ۵

مرا افکند بر نظم امورم پر تو فیضی ابو الفیض آن گزین اکبر و شیخ کبیرین
ظہیر قدوہ پیشینیان حتی ظہیر الدین امیر زبیدہ اہل زمان حتی امیر من
اگر ہستم بپیر اندر سخن او ہست خاقانی و گر من مستقیم آستان او مجیر من
کیم با او رسد و شاعری دعوا چہ چشی کہ در این خانقا ہم من مرید او پیر من
زمین ہند با قرب درش نعم النعم دل ہوا ہند و دراز حضرتش بسرا الصیر من
و شیخ فیضی را وقت سفارت برہان شاہ والی احمد نگر با ملا ملک قمی
و ملا ظہوری ترشیزی ملاقات واقع شد و صحبت کبری افتاد۔ بعد معاودت از
جانبین ابواب محبت نامہا مفتوح بود

ملا ظہوری شریطیفہ در مدح شیخ فیضی بقلم آورده۔ حکیم عین الملک
شیرازی مکتوبات شیخ جمع نموده و در خاتمہ مکتوبات۔ نثر مذکور مندرج ساختہ۔

مرزا احصاء علیہ الرحمہ اور ابخوبی یاد می کند و می فرماید کہ
این آن غول کہ فیضی شیرین کلام گفت در دیده ام خلیدہ و در دل نشستہ
احوال شیخ فیضی تفصیلاً و فصل ثانی از دفتر اول بیبرائیہ بیان پوشیدہ اینجا بچہ
مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابہ۔

نامش ابو الفیض است۔ سالہا فیضی تخلص کرد۔ آخر فیاضی قرار داد و اشعار
باین معنی می نماید ۵

زین پیش کہ سکہ ام سخن بود فیضی رقم نگین من بود
اکنون کہ شدم بہ عشق مراض فیاضیم از محیط فیاض
پادشاہ اورا بنظم خمسہ مامور ساخت۔ در ہفت و پنج ماہ کتاب نعل من چہا نعل من

دو بیت بیت مقابل لیلی مجنون موزون ساخت و با اشرفیہا از نظر پادشاہ
گزرانید۔ درجہ استحسان یافت۔ حکم شد کہ نسخہ دیگر نوشتہ مصوّر سازند۔ نقیب خان
در حضوری خواندہ باشد۔ ازان کتاب است ۛ

بانگ قلم درین شب تار بس معنی خفتہ کرد بیدار
و در برابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست و آن سواد را بعد وفات
ادشیخ ابوالفضل بہ بیاض رسانید
و در پہلوی شیرین خسرو۔ سیلیمان بلقیس و در راز سکندر نامہ۔
اکبر نامہ و در مقابل ہفت پیکر ہفت کشور آغاز کرد اما با تمام نہ رسانید
از مقطعات اوست ۛ

منم فیضی کہ در میدان معنی چمن چابک سوارے تیز تار نیست
بجلد شعر من از پوست تا مغز ہجائے مردم ناپاک رگ نیست
بدان می ماند این پاکیزہ گفتار کہ در دیوان حافظ نام سنگ نیست
شیخ محمد تحسینی الہ آبادی در کتاب اعلام الانام گوید۔ صاحب قطعہ را
ابن بیت نظر نہ رسیدہ ۛ

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی چرا بگردن حافظ نے نہی رسنے
راقم الحروف گوید در بعضے نسخ دیوان خواجہ حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق
واقع شدہ و مقطع چنین است ۛ

مزاج دہرتہ شد درین بلا حافظ کجاست فکر حکیمے و راے برہمنے
از حسن اتفاقات اینکہ چیزے کہ شیخ فیضی مے خواست در دیوان فقیر آزاد
موجود است و ازین لفظ مبرا است۔

دیوان شیخ فیضی بنظر آید متضمن اصناف شعر است۔ بیتے چند از غزلیات

ادفر اگر فشفء

سہیل طلعت آن ماہ بُرد باران را	نماند گریہ شب وصل بقیران را
کہ راست می گفتم امشب رسی شب را	خبر برید شب عید پیر مصطبہ را
مرا ز ہمدے خود ملال مے گیرد	اگر سرے نکشم سوی بیخودی چہ کنم
توان شناخت کزین خاک مرد می خیزد	شدیم خاک ولیکن ز بومی تربت ما
مردان رہ برہنہ نہادند پائے را	مژگان پوش چون قدم از دیدہ میکنی
مشکل اگر دشمن جانی کند	آنچہ بفیضی نظر دوست کرد

رباعی

مشتہ خاشاک لطمہ بردر یازد	بر ما چہ زیان اگر صنف اعدا زد
شد کشتہ کسے کہ خویش را برمازد	ما تیغ برہنہ ایم در دست قضا

(۳) انیسی شاملو یو لقلی بیگ

نکتہ سنج یگانہ است و انیس معانی بیگانہ۔ از ابران دیار بہ شیر مہند خرامید
و مد تہا در ظل عاطفت خانخانان آرمید۔ وفاتش در برمان پور در سنہ ثلث
عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد۔

انیسی نظم قصہ محمود و ایاز شروع کردہ بود۔ ہادم اللذات قطع سخن کرد و آن
نقش صورت اتمام نپذیرفت۔ از انست در وصف چشمہ ۵

بحدے سرد کز بیم فسر دن	نیار د عکس در وے غوطہ خوردن
بریم ماغم تو بہ نفس بخانہ خویش	چنانکہ مرغ برد خس با شیانہ خویش
یادگار از مادرین عالم عم بسیار ماند	رفت اگر آتش نشان دود بردیوار ماند
خبر گل مرسانید بہ مرغابن نفس	کس چرا مُژدہ نوروز بزندان آرد

قاصد اعلیٰ نامہ تواند نہ حرف شوق حیف از زبان کہ بال بکو تر نمی شود

(۴) نوعی ملا نوعی جنوشانی

نوع کلامش جنس عالی است - و شئی اقلش بقیمت لالی - مرزا صاحب گل

دعای برتریت او می افشاند می فرماید

این جواب صریح نوعی کہ خاکش سبز باد سایہ ابر بہاری کشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شہزادہ و انبیال ابن اکبر بادشاہ بود چون او
شنقا شد دامن دولت خانچانان گرفت و قصائد و ساقی نامہ در مدح او پڑتا

و بکرات و مرات جو از گر انمند اند وخت - یک دفعہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت

فاخرہ و زنجیر فیل و اسب عراقی صلہ شعر گرفت - ملا رسمی درین باب گوید

ز نعمت تو بہ نوعی رسید آن مایہ کہ یافت می معزی زد دولت سنجر

ز گلبن املش صد چمن گل اُمید شگفت تا کہ بدمح توشہ زبان آور

در عہد اکبر بادشاہ نوجوان ہندوئے شب طوی خود را اکبر آباد از بارزا

مسقف میگذاشت قضا را سقف فرو آمد - نوجوان بر خاک ہلاک افتاد - عروس نامہ

کہ در نہایت رعنائی و کمال خوش سیمائی بود بآئین خود قصد سوختن کرد - اکبر بادشاہ

در حضور خود طلبیدہ ہر چندہ منع نمود - و امیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت - زن

بیائرمی ہمت از جان رفت و پروانہ وار خود را بر آتش زد - ازینجا است کہ شعراء

زبان ہند در اشعار خود و عشق از جانب زن بیان می کنند کہ زن ہند وہمیں یک

شوہر می کنند - و اورا سرمایہ زندگی می شمارد و بعد مردن شوہر خود را با مردہ شوہر

می سوزد - امیر خسرو علیہ الرحمہ می گوید

خسرواد عشق بازی کم ز ہند و زن مباح کز برای مردہ سوزد زندہ جانے خویش را

و از غرائب اتفاقات آنکه در قرآن مجید قصه عشق زن بر مرد واقع شده یعنی قصه
یوسف علی نبینا وعلیه الصلوٰۃ والسلام۔

مُلّا نوعی حسب الامر شاهزاده دانیال در واقعه مذکور ثنوی سوز و گداز
بنظم آورد۔ از انست ۛ

جمال ناز را پیرایه نو کرد عبارت را تبسم پیش رو کرد
و از ساقی نامه اوست ۛ

بده ساقی آن ارغوانی نبید که روز خرابان پایان رسید
بگردان زره عمر برگشته را چو شاه نجف روز شب گشته را
وفات نوعی در برهان پور سنه تسعة عشر و الف (۱۰۱۹) اتفاق افتاد۔
دیوانش بمطالعہ درآمد و این ابیات حاصل شد ۛ

ز اس پیش که صبح از شب امید بر آید	بکشد دهن شیشه که خورشید بر آید
دست فرسود و تنادل شیدائی نیست	ایں گل طور بود لاله صحرائی نیست
باد می خواهم به سیر ما هتالم کار نیست	بیچ ماه چارده چون ساغر شانه نیست
شراب مطرب و دلدار در مقابل بود	میان دیده و دیدار شرم فاصل بود
ما بے سواد علم معاش زمانه ایم	مغلس شریک مایه این کارخانه ایم
ما عاشق و جز خانه خرابی فن ما نیست	خضم است بخود هر که بجان دشمن ما نیست
یکروز صبا بوی گلے برد به یعقوب	بگریست که این نکبت پیرا همن ما نیست
نسیم مضر بجا روب گل دماغم رفت	اگر غلط نکنم بوے یار من آید
سبوی باده سلامت که زینت دوش است	سرے که نایه در دست گو بدوش مب است
توروی آئینه و ما قفاے آینه ایم	چنانکه از تو بد از ما نگو من آید
چو جام باده مسخر شود بدعوت صبح	چه لازم است که تسخیر آفتاب کند

ہر وزہ زاجزای جہاں تابع رنگے است در بادہ گریخت خصم نمک ریخت شکر گیر

(۵) نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سرسبزش نظیر فیروزہ نیشاپور است از انش نظیری خوانند۔ و دیوان
رنگینش رشک نگار خانہ فغفور است از انش بے نظیر دانند۔

مرزا صائب گوید ے

صائب چن خیال است شود همچو نظیری عرفی بنظیری نرسانید سخن را
و ظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا نظیری را بر عرفی و بر خود مطلق نخواہد
بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خودی فرماید ے
ببلبل خوشنوا ے نیشاپور نجل از طبع بے نظیر سن است

مولانا نظیری فیروزہ وار از نیشاپور برآمدہ در ہندوستان بہ بین جوہر شناسی
خانخانان نامے بر آورد و قصائد عزادارہ حدیث خانخانان بر صفحہ روزگار ثبت
نمود۔ و صلوات گرا نمایاںد وخت۔ بعد چند ے بد لالت خضر توفیق احرام حرمین
محرّمین بر بست و بعد احراز این سعادت کبری رخت عود بہ ہندوستان کشید۔
و در گجرات۔ احمد آباد رنگ توطن ریخت۔

و قتبہ جاگیر پادشاہ گناباد عمارتے امر فرمود۔ مولانا غولے گفتہ بعرض رسانید کہ
مطلعش این است ے

این خاک درت صندل سرگشتہ سلوک باداثرہ جاروب رہبت تابوران را

پادشاہ در جائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود۔

شیخ محمد مندومی متخلص بغوثی در کتاب گلزار ابرار ے گوید ے۔

» مولانا نظیری نیشاپوری حاجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت۔ مہذب الاخلاق بود

« در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزار منعطف
 « ساخته تخت سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارنده گلزار ابرار روشن ساخت سپس
 « دوازده سال که تخته عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر
 « حدیث از خدمت مولانا حسین جوهری داره نمود و در هزار و بیست و سه (۱۰۲۳) بعالم
 « قدس خرامید استغنا -

قبرش در تاج پوره احمد آباد واقع شده و بر قبرش گنبدی تعمیر کرده اند این چند
 بیت از دیوانش انتخاب اُنتاوس

جد نام منم نقش مکن لوح جبین را	تا چپ مکنی راست بخوانند نگین را
بے عشق عقل را هنرے درد باغ نیست	بد سوز دآن فتنه که از شعله داغ نیست
شرم می آید ز قاصد طفل محبوب را	هر نموده اشش بیند از پیر مکتوب همرا
مبین بعیب و قبولم که در پناه تو ام	اگر بد دو جهانم که نیک خواه تو ام
وگر خدا بردای دل سر کجا داری	که یکدور در شد آتش بر زیر پاداری
جرم من است پیش تو گزند من کم است	خود کرده ام پس خریدار خویش را
می گیرم داز گریه چه طفلم خبرے نیست	در دل هو سه هست ندانم که کدام است
به مهربانی او اعتماد نتوان کرد	که تازه عاشقم و خاطرش بمن صاف است
این رسمهای تازه ز حرمان عهد است	عقابر روزگار کسے نامه بر نشد
توان زمانه من یافت اشتیاق مرا	عیاشوق باندازه سخن باشد
بر بیج عشوه برم جان که مست ناز مرا	اهانت است که خود بر سر متاع آید
دوست بود که مردیم به ننگام و دواع	آن قدر زنده ماندیم که محل برود
یک توجه از تو در کار است و صد عالم مراد	غم ندانم گرا جابت با دعا دشمن شود
تو که خود به غمزه معشوق و اگر ار	بی طاقی مکن که نکویان نکو کنند

مسافرانِ چین نارسیدہ در کوچ اند شگونہ می رود و شاخ بار می آرد
 کرد خدمتِ عریس می بندم چشمد قدم برہن می شدم گر این قدر ز ناری بہتم
 بوی یار من ازین سست و فامی آید گلم از دست بگیرد کہ از کار شدم
 نازم باین شرف کہ غلام محبتم لاف نسب ز نسبت آدم نمی زنم

(۶) سبخر میر سبخر خلف میر حیدر معنائی کاشی

سبخرش ہموار است و گہرش آبدار۔ دیوانش بنظر امعان در آمد۔ غزل و قصیدہ و
 مثنوی یک رتبہ دارد۔

در سلک ملازمان اکبر بادشاہ انتظام داشت و قصائد فراوان در شناطرازی
 بادشاہ و شاہزادہ ہوا و امراء اکبری بنظم آورده و بامیرزاجانی والی تہ نیز مربوط بود و
 زبان بہداحی میرزاجانی و میرزا عازمی و تاری می کشود۔

در اواخر عہد اکبری جانب بیجا پور حرکت کرد۔ و در ظل عنایت ابراہیم عادل شاہ
 قرار گرفت۔ عادل شاہ در ملازمت نختین خلعت ملبوس خاص و انگشت زمرہ دیش بہا
 عطا فرمود۔ و شکستہ حالی اورا بہومیائی لطف و احسان مداد نمود۔

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد۔ و در زمرہ ممدوحان
 خود از ابراہیم عادل شاہ اظہار رضای کند و در مدح او می گوید۔
 دو شاہ شاعر پرور بلند نام شدند نخست والی غنین دوم خدیو دکن
 رسید بہمد تو شاعر بہ پایہ ملکی ز بہ نوازش شاہ و نہ بہ ظہور سخن
 اشارہ بملک قتی و ملاظہوری ترشیزی ہر دو شاعر مشہور پای تخت ابراہیمی
 در ایام اقامت بیجا پور فرمان طلب شاہ عباس ماضی با خلعت فاخرہ بنام
 اوصدور یافت اما پیش از وصول فرمان۔ منشور اجل نامزد گردید و ایراد صورت

دوسرے احدی و عشرین والف (۱۰۲۱) روداد۔ مصرع ”اُکلند بادشاہ سخن چہ سخی“
تاریخ است۔ مؤرخ دودزداندر ارجن تعہیہ اُکلند۔
۱۰۲۲
۱۰۲۱

ایں چند بیت از غزلیات سنجہ بہ انتخاب در آمدہ

شہر حسن است ہر جانب بازار مرا	تو نخواہی دگرے ہست خریدار مرا
نہ تاب دیدن و نہ طاقتِ شکیبائی است	تو چون نقاب کشی رحم بر تماشاائی است
محققان کہ ز دریای علم در جوش اند	چو کوہ تاکنی شان سوال خاموش اند
آتشِ خرمین منی شبنمِ کشت دیگران	دو رخ من چرا شدی ای تو بہشت دیگران
ای بخت صبحِ عشرت تا کہ بختِ بینی	بردار سر زبالین تا آفتابِ بینی
راہے نبرد گوش بہ رازِ نہان ما	دقظل دل شکست کلیدِ زبان ما
ناخواندہ گرچہ آمدہ ام زودی روم	طبع ترا زیادہ مکر نمی کنم
الماس بدلِ پاشتم و مننت کشتم از خود	من لذتِ ایرنی خم بسوزن نہ پسندم
اگر از دامنِ محل کشیدم دستِ بیتابی	بہ پایہ ناقہ افتادم بہ گرساربانِ گشتم
ما بحرِ ضحیم حریفان زبون طلب	ای خونِ ما بہ گردنِ طبعِ غیور ما
ای غمِ ہجر پیش ازین جائے تو نیست دلم	یا بگندازین سرا یا بنما قبالہ را
امشبای ہمسایہ و همان من از خود ترا	گر کسہ احوال من پرسد بگو در خامت
مہر آمد بہ تماشای تو با تیغ و ترنج	گو بیا اگر ہوس دست بریدن دارو
مرا کہ سید زینِ ہمک فروشان است	دلغ سوزی مریم بہ داغ من غلط است
نیست اورا سرِ آزادی این مرغِ اسیر	در نہ صدم تہہ گرداند بگردہ سر خویش
این زمان بے نسیمِ سحر و گر نہ پیش ازین	دست من در زلف او گستاخ ترا نشانہ بود

(۷) زمانی - مَلّا زمانی میزدی

علتِ این تخلص آنست که مذهبِ تناسخ داشت - و خود را شیخِ نظامی گنجوی پنداشت
و این خام خیال را در عالمِ قبال می آرد - که ۵

در گنجِ فروشم پے دید از یزد بر آدم چو خورشید
هر کس که چو مهر بر سر آید هر چند فرو رود بر آید

و آدیوانِ لسانِ الغیب را غزلِ بغزلِ جواب گفت - و دمِ بهمِ صغیری بلبل
شیرازِ زود دیوانِ خود را نزد شاهِ عباسِ ماضی برد و عرض کرد که دیوانِ خواجہ را جو آ
گفته ام - شاه فرمود خدا را چه جواب خواهی گفت - کلیاتِ او ده هزار بیت است **لف**
صبح صاوق سالِ وفاتِ او در سنهٔ احدی و عشرين و الف (۱۰۲۱) نوشته و
ناظمِ تبریزی در تذکرهٔ خود گوید "وفاتِ او در سنهٔ هزار و هفده (۱۰۱۷) واقع شد"
غنچهٔ تاملش باین رنگ می شگفته

حکایت از قد آن یار و لنواز کننید باین فسانه مگر سمر را از کننید
هلاکِ شیشهٔ درخونِ نشستهٔ خویشیم که آخرینِ نفسش عذر خواهی ست
زبانِ حالِ نحو شان کس نمی داند و گرنه سوسنِ آزاد در فسانهٔ تست

(۸) شانی - شانی تکلو

در سخوریِ شانے بلند دارد - و مکانے ارجمند - مولانا فصیحیِ هروی در **مخاد**
قطعهٔ طویلِ الذیلے می پردازد - و در عنوانِ آن می طارزد

صبا بکویِ دلِ آشفته گانِ عشق گز زمین بوس اگر آسمان دهد دستور
بگو بر دمک دیدهٔ همنه شانی کرایِ خمیر تو چون چشمِ عقل سایهٔ نور

تو آن مسج مقالی کہ ملک معنی راست بیاض جہتہ کلک تو صبح گاہ نشور
واوا ز ثنا طرازان پایہ سریر شاہ عباس ماضی است۔ و بنظر التفات شاہ
اختصاص داشت۔ و در صلہ این بیت ۷

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست بطاق ابروی مستانہ اوست
شاہ اورا بزر کشید و مبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔
شانی در اواخر زندگانی در مشہد مقدس گوشہ انزو ابر گزید۔ و از سرکار
شاہی بوظیفہ بیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنہ ثلث و عشرين والف
(۱۰۲۳) واقع شد ”پادشاہ سخن“ تیارخ است۔

چراغ فکرش چنین پر تومی دہد ۷
چہ خوش است با دوزلفت سرشک وہ باز کردن گلہ ہائے روزہ بجران بشپ دراز کردن
لذت آزار گر این است پیکان ترا ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدان ترا
ہر قاصد آہے کہ بسوی تو فرستم ہچون نفس باز پسین باز نیامد
چون مرغ گرفتار بہ اُمید رہائی ہر چند کہ پرواز کنم در قفس اُفتم
نیست ممکن کہ گریم ز غزالان خیال ورنہ مجنون تو تنہا ترا زین می بایست

(۹) شکیبے - محمد رضا بن خواجہ عبد اللہ صفا ہانی؛

از نژاد خواجہ عبد اللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر
احوالش پرداختہ۔ و او فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب را
یاد می کند و می فرماید ۷

برندی شہرہ شد حافظ بران چندین مرغ لیکن چہ نعم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم
شکیبے در سنہ اربع و ستین و تسعمائے (۹۶۴) متولد شد بر خے علوم در شیراز و لختے

در صفایان تحصیل کرد. و به اراده سیرمهند کشتی نشسته خود را به ساحل بندر چپول کشید. و از آنجا به قصد ادراک خانخانان که در آن ایام در گجرات بود. عازم گجرات شد اتفاقاً خانخانان در آن فرصت به آگره رفته بود. شکیبی از گجرات به آگره شتافت. و خانخانان را دریافت. و با او سیرسندھ و وکن کرد. و در سنه ست و الف (۱۰۰۶) از خانخانان جدائی ورزید. و در سرو پنج از توابع مالوا رسیده بیماری صعب کشید. و نذر کرد اگر شفا حاصل شود خود را بر زیارت حرمین شریفین رساند. از برکات این نیت شفا دست بهم داد. و در سنه اثنا عشر و الف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بر بست. و این سعادت غظمی را حاصل نمود. و بعد از سال از راه بندر سورت برگشت. و در برهان پور با خانخانان برخورد و در سنه ثمانیه عشر و الف (۱۰۱۸) التماس گوشه نشینی کرد خانخانان برای او سیور غلمی و صدارت و هلی از درگاه جاهگیری برگرفت. و باین تقریب در دار الخلافه و هلی بدل جمعی فروکش کرد. تا آنکه در سنه ثلث و عشرين و الف (۱۰۲۳) محل سفر عالم دیگر است شاعر خوش طبیعت صاف فکر است. ساقی نامه برای خانخانان در سلک نظم کشید و بصله هزار و پیم چیب و دامن آرزو پُر کرد. ازان است ۵

بیاساقی آن آب حیوان بده	ز سر چشمه خان خانان بده
سکندر طلب کرد لیکن نیافت	که در هند بود او بظلمت شتافت
ای خدا جنس مرا از غیب بازار بده	می فروشم دل بیدار بخرید ای بده
شکسته دل نشویم از ترا سر جنگ است	که آگینه ما هم طبیعت سنگ است
تو غنچه سحر و من چراغ صبحدم	تو خنده بر لب من جان در آستین دارم
پروانه نیک رفت که در پیش شمع سوخت	آگه نشد که سوختن غائبانه چیست

رباعی

نروست جهان که بروش باختن است نرادی اوشش دو کم ساختن است

دنیا بمثال کعبتین نرد است برداشتش برای انداختن است

(۱۰) رضی-آقا رضی اصفهانی

استاد فن و نقاد سخن بود- سیرهندوستان کرد و برگشت و در سنه اربع و عشرين
والف (۱۰۲۴) جاده فنا پیمود "آه از رضی" تاریخ است-
نقش سخن باین آئین می بندد

نه هر که چهره برافروخت از غم آزاد است که سرخ روی گل از طبا نچہ باد است
در فراق تو چنان است تن بے جانم که چو فانوس به تحریک نفس می گردد
نخواهم زیست چند اینکے باز آرد پیا مثلاً وصیت نامہ بر بال مرغ نامہ بر بستم

(۱۱) ملک- ملا ملک قمی

مشهور سخن سرایان است- و معروف نکتہ پیرایان- مرزا صاحب سخن اورا مکرر
تضمین می کند و در مقطعی می گوید
این جواب آن غزل صاحب کمی گوید ملک چشم نیش باز کن تا هر چه خواهی بنگری
و صغر سن بیشق شاعری افتاد- و از قم به کاشان آمد و ایامی در اینجا انجمن
سخن گرم داشت- آخر متوجہ قزوین شد- و قریب چهار سال در مصاحبت موزنان
و مستعدان آن مقام گزرا نید-

و در رمضان سنہ سبع و ثمانین و تسعمائے (۹۸۷) از قزوین برآمده سرے
بیدار و کن کشید- و از مرتضی نظام شاه دیوانه والی احمد نگر و بعد از آن بزرگ
شاه اکرام و انعام فراوان یافت-

و در بیجا پور دامن دولت ابراهیم عادل شاه والی آنجا گرفته- از

مقربان بساط عروت گشت۔ وثمر ہا از نہال برومند دولتش برچید۔ وچون جوہر
قابلیت ملاحظہ موری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید۔ و دختر خود را در جبالہ نکاح او درآورد۔
صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید:-

”مولانا ملک قبی باتفاق مولانا ظہوری تہرانی کتاب نورس را کہ نہ ہزار بیت است“

”بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالناصفہ صلہ یافتند“

شیخ فیضی وقتے کہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمد نگر ماؤ
شد۔ در عرضہ خود از احمد نگر بہ اکبر پادشاہ می نویسد کہ:-

”دراحمد نگر دو شاعر خاکی نہاد۔ صافی مشرب اند۔ و در شعر تہ عالی دارند کیے ما“

”ملک قبی کہ کس کمتر اختلاط می کند۔ و ہمیشہ مژہ ترے دارد۔ دیگر ملاحظہ موری کہ بغایت“

”رنگین کلام است۔ و در مکارم اخلاق تمام۔ عربیت آستان بوس دارد“

ناظم تبریزی گوید:-

”در سنہ ہزار و بست و چہار ملا ملک فوت شد و ملاحظہ موری یک سال بعد از و“

و ابوطالب کلیم گوید:-

ملک آن پادشاہ ملک معنی کہ نامش سکہ نقذ سخن بود

چنان آفاق گیر از ملک معنی کہ حد ملکش از قم تا دکن بود

سوی گلزار جنت رفت آخر کہ دلگیر از ہوائے این چین بود

بجسم سال تاریخش ز ایام بگفتا۔ او سہراہل سخن بود

اما این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد۔^{۱۸۹۸}

پیش ازین کلیات ضخیمہ از ملا ملک دیدہ بودم۔ در وقت تحریر دیوان غزل

لے اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے در بار اکبری میں صفحہ ۳۹ سے لغایت ۴۱ نقل کیا ہے
دیکھو در بار اکبری مطبوعہ لاہور رفاه عام سٹیم پریس ۱۸۹۸ء +

مختصرے ازو بنظر در آمد- خوش لفظ است- اما معانی تازه کم دارد- و تشبیه که رکن
رکین فصاحت است در کلام او بسیار کم واقع شده- و اشعار چیدہ و ازین قبیل
است کہ بہ تحریر می آید

دلم ز داغ غمت صد ہزار جارش است	کسی کہ دوست بود با تو دشمن خویش است
ازین مرغ کہ بیدا کار محبوب است	اگر وفانہ نماید ستیزہ ہم خوب است
اگر چہ مجلسِ مستان تہی ز غوغا نیست	ولیک صحبتِ شانِ خالی از تماشا نیست
مدہ نصحت کہ ریز غوغاں مردم چشم فتانت	کہ ترسم در صفِ محشر رسد دستہ بدامانت
اگر بادِ عیِ عہدِ وفا بستی نمی رنجم	کہ می دانم ندارد اعتبار سے عہدِ پوئیما
بروزِ حشر شبیدان چو خون بہا طلبند	تبتے کن و خاموش کن زبانِ ہمہ
باحتیاط می عافیت بہ سانِ ریز	کہ سنگِ تفرقہ خصم پیالہ داران است
پیامِ مستِ عہدان داشت سقمی	کہ قاصد دستِ نبرش خبر داشت
صلح کردیم من و غیرہ دین بود صلاح	زانکہ جنگِ من او باعثِ رسوائی تست
مرغِ شب کو کہ در سایہ پروانہ گذشت	بہتر آنست کہ تقلیدِ ہمسر نکند
صد تم دیدی ملک یکبار سر کن شکوہ	نیتی شرمندہ لطفِ زبانت لالچیت

رباعی

عاشق بہوس گریز کا سے می داشت	جادِ جرم چون تو نگاہ سے می داشت
ای کاش ملک بو الہوسی می آخت	تا در نظر تو اعتبار سے می داشت

(۱۲) ظہوری - ملا ظہوری تشریزی

ظہور دولت سخن در عہد او بمعارض علیا رسیدہ و نہالِ کلام موزون ازین
ترتیب او سر بہ طارم اخضر کشیدہ-

مرزا صائب اور ابا ادب یاد می کند و می گوید:

صائب نداشتیم سرو برگ این غزل این فیض از کلام ظہوری بمارسید
ظہوری درین زمین دو غزل دارد - بیتے از ان فقیر را خوش آمدے
با خنجر کشیده تغافل رسانده بود خود را بہ پیش من کہ نگاہ از فقارسید
ساقی نامہ ظہوری عجب صفائی و تمکینی دارد - وہ نازک ادائیہا دل از
دست می برد - کتابچہ این میخانہ بنام ہریان شاہ والی احمد نگر است -
نثر ملا ہم طرز خاص دارد - اما غزلش باین رتبہ نیست - بعد از تحصیل حیثیات
محل سیاحت برست - وہ بہ سیر عراق و فارس پرداختہ عازم گلگشتِ دکن گشت و
از خوان احسان ابراہیم عادل شاہ فراوان نعمت اندوخت - و کام و زبان را بہ
او شیرین ساخت -
ملا ملک قمی اورا بزور کمالات محلی دیدہ طرح اُلفت ریخت - و صبیحہ خود را در عقد
از دواج مولانا کشید -
و این ہر دو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدند کہ تالیف ہما بمشارکت فکر بہ تخریر
آوردند - چنانچہ ملا ظہوری در دیباچہ "خوان خلیل" می طرازد کہ "ظہوری
قبل ازین در پیرایش "گلزار ابراہیم" و اکنون در گستردن "خوان خلیل" سیئم
عبدل ملک الکلام است -
وفات ملا ظہوری در دکن سنہ خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) واقع شد -
نئی سال پیش ازین کلیات سیر فحاشتے از و بنظر رسید - و درین وقت دیوان غزل
ہرست آمد و بیتے چند انتخاب اُفتادے
شب از مرگان تر رفتم غبار آستانش را پیشانم کہ کارے یاد دادم پاسانش را
لہ مرا از کتابہ در بیجا ڈیڈی کشین است -

تفاضل پیشہ صیدا فلکین این سرزمین باشد کہ دائم بہ تقریبِ نگا ہے در کین باشد
نیفتادم چنان کہ کوششِ افلاک بر خیزم مگر گرد تو گرد گرد من کز خاک بر خیزم
ہچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم کوچہ گردی است بجا گرچہ زمینگیر شدیم
ازین چہ باک کہ رسم و فغانی دانی بلاست اینکہ طریقِ جفا نمی دانی
مدار خویش منہ جملہ بر سننے دادم گذشت کار ز طفلی چہ را نمی دانی
سعادت است بہ عشق تو ہر نفس مردن وکیل خضر منم عمر جاودان نذر است
تصرفِ عجبے کرد در مزاجش غیر عجیب نیست کہ غیرت مزاج گوشدہ است
نیاز مود کہ زور غور تا چند است اگر حریف ضرور است عجز ما اینجاست
کہ دید است ایرچین صیاد قدر آن ترویا کہ زخمِ فرہ از پنجرِ لاجر بر نگر داند
خشم گو صبر مرا عجز تصور میکن نیستم مرد عداوتِ محبت سوگند
بجلدی چون نگا ہے تیز بینان فاصد خوانم نشستن بر سر راہِ صبا از من نمی آید
بہ تمکین گاہ عرضِ حال کوہ آہنی بودم چہ دانستم حیا در عشتہ سیما ہم اندازد
خمشوی نفعہا دار و سخن پرداز می داند تختین اینکہ ساکت ہیچکے ملزم نمی گردد
اگرچہ یاد مرا رخصتِ نشستن نیست ہین بس است کہ بر خاطرش گذر داد
ز حد برد است چشمِ اشکبارم فرغِ غلطانی نمی دادم شکیم از سفر کے باز می آید
سعی فرماے کہ سیاب شوی از تفشوق کہ اگر کشتہ شوی قدر تو افزون گردد
برداران کوہ را از گاہ کمتر می نہند ناتوانان اند لیکن در سخن برداشتن
ذوقی است پادشاہِ تعلیم دوستی خواہم کہ یک دور و ز تو باشی بجای من
تبیخ تو نمی داشت اگر آبِ مر و ت خونِ چومنے را کہ رساندے بہ بہا
فلک گویا تلاشِ منصبِ مشاغل دارد و گرنہ چیست از خورشید و مر آئینہ گردانی

کہ ام جوہر تو از لطف و لطفین تر نیست چه احتیاج کتوشیش انتخاب کشی
 شیخ فیضی در عریضہ خود از احمد نگر بہ اکبر بادشاہ برمی نگار د کہ :-
 "مولانا ظہوری نقل کرد کہ روزی در باغ یکے از شرفاء مکہ معظمہ مجھے بود۔ اقسام
 "مردم بر کنار حوض نشسته صحبت می داشتند۔ بہ تقریب یکے از اہالی ما دراء لہر گفت
 "کہ فردا چہاریا بر چہار گوشہ حوض کوثر نشسته آب بموستان خواہند داد و محمود صباغ
 "یشاپوری برخاستہ گفت۔ نامعقول گوئید حوض کوثر مدور است و ساتیش علی مرتضیٰ
 "و گر بخت"

راقم الحروف گوید چون تقریب حوض کوثر در میان آمد۔ رشید فائدہ از صحاب قلم
 می تراود کہ حوض کوثر مربع است۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ در کتاب
 "البدور السافرة" می آرد اخرج احمد والبراء عن جابر قال قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا علی الحوض انظر من یرد
 علی والحوض مسبرۃ شہر و نروایا علی السویۃ یعنی عرفہ مثل طوبی

(۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود۔ و گوئے غول گوئی از اقران می ربود۔ قوت مدرک
 باند داشت۔ و با ملا شکیو ہی در خدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند۔
 میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) نوشتہ و
 ناظم تبریزی گوید "وفات او در سنہ ہزار و بیست و پنج (۱۰۲۵) واقع شد۔
 و او ساز سخن باین قانون می نواز د

شکمشان محبت دم از فغان بستند گرہ ز جیبہ کشادند و بر زبان بستند

ترا به نکست پیرا ہنے مضایقہ نیست ولے بہ طالع ماراہ کاروان بستند
گردل از عرض تمنا برادے نرسید این قدر شد کہ ترا بر سر ناز آوردم

(۱۴) فرقتی - ابوتراب جوشقانی

جوشقانی المولد - کاشانی المنشأ - از قافیہ سخنان عتبہ شاہ عباس ماضی بود -
و گوی سخن از ہمدستانان می ربود -
و او قطعہ بنظم آورده پیش صادق بیگ نقاش بہ اصفہان فرستاد -
و التماس تخلص کرد - صادق بیگ قطعہ در جواب نوشت - و چہار تخلص تجویز نمود -
از انہا فرقتی پسندش افتاد - ازان چہار تخلص یکے کلیم بود - گفتند چہا کلیم تخلص نمی
کنی - گفت نخواہم کہ ظرافت کلیم جوشقانی خوانند
ارتحال او در سنہ ست و عشرين و الف (۱۰۲۶) اتفاق افتاد نہال کلکش این
نوع ثمری افشاندہ

بچون ترا عار ز عریانی تن نیست پروا نہ پر سوختہ محتاج کفن نیست
چشد اگر مزہ بر ہم نمی توانم زد کہ لب بلب نرسید است بیج دربارا
خون تراوش می کند از چاکہای سیدیم طفل اشکم باز گم کرد است راہ خادہ
چو جادوئے کہ از بہر فسون لبہا بچنبد بہ افسوسم زندہ چشت ہم ہر لحظہ مرگانہ

(۱۵) فغفور - محمد حسین

از سادات لایمجان - و در فن طبابت و شعر و خوشنویسی ممتاز زمان بود - در
ایران رسمی تخلص می کرد - و بعد وصول ہند فغفور تخلص برگزید - بلے شاہ
مصوران کشور فصاحت است - و خسر و نقشب طرازان قلم و کتابت -

درواخر ایام زندگانی ملازم شهنزاده پیر ویز بن، همانگیر بادشاه شد و اشعار خود را به مدحت او موشح ساخت.

و در بلده اله آباد سنه ثمان و عشرين والف (۱۰۲۸) چینی حیاتش بر سنگ فناء افتاد.

دیوانش قریب چهار هزار بیت نوشته اند. نقاش فکرش باین حسن تصاویر می کشده

فلک امشب بکام زنده در دآشام می گردد	عس کو خواباحت کن که امشب جام می گردد
و عشق چو سبابة تسبیح شماران	صد حقه به پیش آمد و از راه نگشتم
سر شوریده بسامان توان باز آورد	این نه دشار پریشانست که از سر بنده
این قوم خود نما که نه بیند عیب خویش	آینه کاش در گرد تو تیا کنند
می رسد ناز از ان چشم که چون غنچه گل	سر مرگان تو از طرف کله می گزرد
ملاحظت تو گواه است و شور بختی من	که بے نمک سرشتند خاک آدم را

(۱۶) نظام - میر نظام دست علی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است - و نظام قلم و نکته پرداز - در عمر سالی سالگی دنیای پنج روزه را وداع کرد - و این ساخته در سنه تسع و عشرين والف (۱۰۲۹) واقع شد - خوابگاهش حافظیه شیراز -

سحاب کلکش باین آبداری گوهر می افشانده

دلم را عشق گرداند بگرد چشم پر کارش	چو آن مرغی که گرداند کس بر گرد میانش
ز دنیا یکسر منوغم نباشد اهل دنیا را	که دلگیری نباشد و نفس مرغان دیار را
گرفتک من هم آغوشش نماید و زمیت	باغبان بر چوب بند گلبن نوخیز را

چشم چون بر عشوه کرد اول بسوختن
 باده خود خورد ساقی ساغر لبریز را
 دل کافرده شد از سینه بدر باید کرد
 مرده هر چند عزیز است نکه نتوان داشت
 من آن مرغم که باشد آشیانم سایه برگ
 تواند جنبش با بے مرا بے خانمان کردن

(۱۷) مرشد - ملا مرشد میرزا دجردی

مرشد سالکان جاده سخن است - و صاحب تلقین مرتاضان این والا فن
 از وطن خود برگراے هند شد - چون بقندھار رسید - جاذبه التفات میرزا
 غازی وقاری عقاب پائے او گردید و در آن عتبه کرسی نشین عزت گشت - و
 مرشد خان خطاب یافت - بعد فوت میرزا غازی خود را به هند کشید -
 پوشیده نماند که وارد شدن مرشد از ولایت خود بقندھار و وصل اقامت افگندن
 در سایه عاطفت میرزا غازی هفده سال بیش ازین هنگامے که تخریر پدیر فیض آدمیان
 بود - و رتبه مشا به اُفتاد - تعیین تذکره از خزانه حافظ برآمد -

و میر تقی اوحدی صفا یانی صاحب تذکره عرفات گوید - محض کلامش اینک
 "مرشد وقتی که از یزد جرد به صفاان آمد بنده خدمت ایشان مکرر رسیدم - از آنجا
 "بشیراز رفته - مدتے سیر کرد - چون بملاک سنده اُفتاد - صحبت او با میرزا غازی برآمد
 "و ترقیات نمود - و مرشد خان خطاب یافت - و چون میرزا غازی جرعه شهادت چشید -
 "اراده درگاه جهانگیر بادشاه نمود - در اثناے تخریر این مقالات به آگره آمد - چند روز اُت
 "دریافتم - پس در اجیر رفته به اردوے جهانگیری واصل شد و بملازمت سلطان مشرف
 "گردید و الحال با مهابت خان می باشد"

و پنچین میر تقی در ترجمه طالب آملی که با او هم ملاقاتها دارد می نویسد که :-
 "وقتی که از ایران عزم هند کرد در سنده خدمت میرزا غازی قیام نمود"

برخال و خط شناسان چهره تایخ هوید است که میرزا اجانی والی تنه پدر
میرزاغازی در سنه احدی و الف (۱۰۰۱) ناصیه بخت بملازمت اکبر پادشاه
برافروخت. و میرزاغازی در تنه ماند. اکبر پادشاه تنه را به میرزا اجانی
از رانی داشت. و نیابت به میرزاغازی عنایت شد و چون میرزا اجانی در
برهان پور در سنه ثمان و الف (۱۰۰۸) جان بجهان آفرین سپرد. پادشاه
میرزاغازی را مشمول عواطف داشته ولایت سنده را با او باز گذاشت. و
در سنه احدی عشر و الف (۱۰۱۱) سعید خان چغتیا بانتزاع سنده مامور شد میرزا
غازی حلقه انقیاد در گوش کشید. و تا بحدکه رسم باستقبال بجا آورده سعید خان را
در یافت. و بهمرای او خود را بدرگاه اکبری رسانید. همت خسروانی بر حمت
بحالی ملک سنده رنگ رفته او را بحالت اصلی آورد. و در عهد جهانگیری صو
ملتان در اقطاع او اضافه شد. آخر بصوبه داری قندهار سرمایه افتخار
اندوخت. و همانجا در عمر بیست و پنج سالگی سنه احدی و عشرين و الف (۱۰۲۱)
پیمان حیات او بریز گردید.

میرزاغازی بعد از آنکه از سنده بهند خرامید. باز به سنده نرفت.
پس ملاقات مرشد و طالب بامیرزاغازی در سنده بقول میر تقی در عهد
اکبری بوده باشد. و الله اعلم

مخفی نماند که تذکره میر تقی صفایانی بعد تبیض این جریده بنظر رسید
اسامی شعراء ترتیب حروف تہجی می کرد. بحسب صلاصه عامه در داده. و به آن
موزونے کہ پے بردہ چہ قدیم پیہ جدید در همان خانہ خود تکلیف نموده و به از
تذکره میر تقی کاشی است. تذکره صفایانی نسخہ ناقص از حرف الصاد تا

حرف البیاء بدست آمد و چند جازوۃ بعطف مطالب الحاق نموده شد۔

مرشد در سنہ ثلثین و الف (۱۰۳۰) از لباس عنصری برآمد منتخب از دیوان
 او محتوی بر اقسام شعر بنظر درآمد۔ زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید۔ قصاید
 و مثنویات او بر از غزل است و ساقی نامہ مخفّی نشہ آور از میخانہ عکاش تر اویدہ
 مطلعش این است ے

بہار است و دل مست و من در خمار	خوشا جامے خاصہ از دست یار
گیرم کہ روزِ حشر سراز خاک بر کنم	آن دیدہ کو کہ جانبِ قاتل نظر کنم
من آن مزعم کہ گریاری نماید بخت سازم	بود ناگوشتہ بام نفس معراج پروازم
طرہ دلبر نیم تا کہ پریشان زیستن	چشم عاشق نیستم تا چند حیران زیستن
کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر	تا دوروزے جمع گردم زین پریشان زیستن
بسیار ز حد می گردد گرمی مجلس	دلسوخۃ در پس دیوار نباشد
بے سبب مرشد ز طوہرین شکایت میکند	اینقدر آخر نمی داند کہ من دیوانہ ام
جوان ز بسکہ شد از فیض ابر عالم پیر	شگوفہ ریزد از شاخ بر سر نخ پیر
ہمان بزرگ گل اقتد بخاک سایہ گل	ز بسکہ لطف ہوا کرد در زمین تاثیر
ہوا چنان بطوبت کہ از زبان تا گوش	ہزار جابز ندر لیشہ نالہ شبگیر
چنان ز لطف ہوا گشت طبع آتش تیز	کہ شعلہ چون می گلزنگ بگذرد ز حریر

رباعی

را بے پیشم بے نشیب است و فراز
 کہ انجاش خبر ندارد آغاز
 چون نالہ عاشقان پست و بلند
 چون وعدہ وصل گلرخان دور و دُلا

(۱۸) زلالی خوانساری

در اختراع تازگی عبارات و نازکی اشارات بے نظیر افتادہ و بایجاد سبعہ

ستارہ سپہ بلند خیالی را رونقے دیگر داده۔

عمدہٴ مثنویات او ”محمود وایاز“ است کہ مصنف اکثر اوقات خود را صرف این کتاب ساختہ۔ سال آغازش کہ احدی والف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصحیح مینماید
 در استفتاح این منشورنامی بجز تاریخ نظمش از نظامی
 و تاریخ اختتامش کہ سنہ اربع و عشرين والف (۱۰۲۳) باشد این مصرع افادہ میکند

الہی عاقبت محمود باشد

اما ترتیب نادادہ ورق حیات گرداند شیخ عبدالحسین داماد شیخ علی نقی کمر
 در ہندوستان نسخ متعدّدہ فراہم آوردہ بہ تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجملہ
 ربطے داد۔ و ملاحظہ فرمایید۔ دیباچہٴ نشر بہ تحریر آورد۔

وفوت زلالی در سنہ احدی و ثلثین والف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع
 از جہان رفت زلالی بجان“ تاریخ یافتہ اند۔

از محمود وایاز است ہ

مئے کز وے خرد بے برگ گردد غم از یک جبرعہ شادی مرگ گردد
 جنون یک قطرہ از لائے خم او سر بیہوشی و پائے خم او

(۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعراء معمورہٴ کمرہ و مروج نقد و سرہ است۔ در آغاز سن و قوف بحد تمام
 بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقراء مستثنیٰ برآمد
 و اکثر ناوک فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت
 بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر و نظر در آمد۔ قصائد

لہ ازین مرعہ تاریخ مطلوب برنے آید۔

غرا دارو- و بیشتر شنا گستر حاتم بیگ اعتماد الدوله است- و در صله قصیده دالیه
 که در مدح اعتماد الدوله گفته مبلغ خطیر سالیانه مقرر گردید- و بعد فوت شیخ هم چند
 سال آن وجه به متعلقان شیخ می رسید- مطلع قصیده مذکور این است :-
 اهل صورت که بحیثیت صوری شادند فارغ از تفرقه معنوی اصدادند
 رحلت شیخ در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) اتفاق افتاد- این چند بیت
 از دیوانش فرا گرفته شده

چندان دلم پریشان چشم تو شاد نیست	دانم که بر تو وضع مست اعتماد نیست
کشد چو سوکچن بے قدرت ملال مرا	گذر چو مار سیاه سیاه نهال مرا
کم گن شراب لطف که پر شد ایام ما	روغن چنان مرز که میرد چراغ ما
کردی سفید چشمم نفی را ز انتظار	این بود پنبه که نهادی بدایع ما
بهنگام وداعش می کنم نو عهد دیرین را	چو بیاسی که وقت مرگ ایمان تازه میسازد
عاشقان نامی بجز و ناتوانی داشتند	کو کهن آخر زور این قوم را بدنام کرد
نفی در گریه آورد اضطراب عشق جانان را	که زور آتش سوزنده آب چوب نر گیرد
من کشته آن چشم که در عین نکبت	با همچو من در صد و ناز در آید
رفتی و خشمم که در آغاز مصیبت	ماتم زده بکیند بشیون نبرد راه
نقد دل دزدی و آنگاه بتقریب جیا	سر پریش افگنی و چشم ببالا نکنی
نیست در عشق دل شاد شنیدی که چپ زو	پادشاهی ز غلامی پدیری از پسری
وای بر جان خلایق اگر آرنج بشد	عوض روز قیامت شب تنهائی را

(۲۰) طالب آملی

برادر خالزاده حکیم رکن کاشی بود- جوایز معانی بلند است و خواص لالی دلپذیر

میرزا اصائب گوید

بطر تازہ قسم یاد می کنم صائب کہ جائے طالب آمل در اصفہا پیدا

در ریحان شباب از ولایت خود برآمد بہ نر ہنگدہ ہند خرامید چون میرزا
غازی و قاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید۔
و نقد کمیاب قدر دانی اہل کمال را رواج داد۔ طالباً خود را باستان میرزا
غازی کشید۔ و بہ انفات فراوان اختصاص یافت طالباً قصیدہ طولانی در مدح
میرزا غازی می طرز۔ و در ان قصیدہ رفتن خود از ہند پیش میرزا مفصل بیان
می نماید۔ از انجاست این بیت

عنایات شوق تو شد ورنہ کدِ دل زوے فال رجعت ز ہند و ستانم
و بعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت و ایامے با عبد اللہ
خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر برد۔ آخر با عتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ
شد و در سنہ ثمان و عشرين والف (۱۰۲۸) بمخاطب ملک الشعراء بلندی نامی اندو
و در ہمین سال ابو طالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معادلت نمود۔
طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ و اعتماد الدولہ وزیر و نور جہان
قصائد غرا دارد۔

دستی النسا خانم ہمیشہ طالباست دستی النسا خانم در عہد صاحبقران
ثانی شاہ جہان مدار المہام محل پادشاہی بود۔ و شوہرش نصیر ابراہیم رکن
کاشی در ہندوستان رخت ہستی بر بست۔ چون فرزندے نہ داشت دستی النسا
خانم دودختر کہ از طالبانندہ بود بہ فرزند ی برگرفت۔ کلاں را بہ عقل از دواج عقل
خان و نور در اہجاء نکاح حکیم ضیاء الدین مخاطب بہ رحمت خاں کہ پسر
حکیم قطب ابراہیم حکیم رکناست در آورد۔

ستی النساء خاتم دردی الحجه سست و خمسين والف (۱۰۵۶) بساط زندگانی
در نور دید-

طالباً در او ائیل مهر دار اعتماد الله وله بود آخر مستعنی شد و قطعه اعتذاری
بنظم آورده - از انست ۵

دو صنف اند اهل طبیعت که هرگز ندارند با هم سر سازگاری
یکے را فرومایگی کرد شاعر یکے را بزرگی و عالی و تباری
من آن شاعرم شکر الله که دارم ز بخت بلند تو اُمید واری
که گرد دهر با قوت یکدانه گردد در وینم از چشم ناعیتباری
به گلزار معنی هزار نصیحم بمنصب چه شد نیستم گرهزاری
چو مهر تو دارم چه حاجت بهرم مرا مهر داری به از مهر داری
طالباً در مدح قلیج خان ناظم لاهور قصیده هشتاد و چهار بیت در یک
شب فکر کرد و بآن می نازد و می گوید ۵

منم که نیست چو من شاعرے ز اهل سخن منم که نیست چو من قائلے ز اهل کلام
گواه این دو معنی بهین قصید بس است کیافت از سر شرب تا سپید دم اتمام
اما میرزا صاحب اشهب فکر از طالباً نیز ترزاند - و هنگام ورود برهان پور
قصیده شصت و یک بیت در یک چاشت در مدح ظفر خان بنظم آورد و در آنجا
مے فرماید ۵

هزار حیف که عرفی و نوعی و سحر نبیند جمع بدار العیار برهان پور
که قوت سخن و لطف طبع مے دیدند نمی شدند بطبع بلند خود مغرور
بهین قصیده که یک شاست روی دادا ز اهل نظم گرفت است در سنین و شهرور
اگرچه طالباً را بیست و سه بیت افزون است - اما افزونی ابیات طالباً با وسعت

وقت کم است۔ وکی ابیات مرزا باتنگی فرصت افزودن۔ و این معنی از تقسیم ابیات بر ساعات واضح می شود۔

آمدم برین کہ نسبت بجناب مرزا اصائب بے ادبی نمی توان کرد۔ اما این ہمہ تفاخر از طالب آملی نامنظور است۔ چه شوکت قصیدہ قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین در عرض چهار ساعت نجومی انشا نمود۔ و مطلقاً لب باظہار کمال نکشود۔ مطلع قصیدہ این است ے

بسکہ جوشد شعلہ حل کرد از مینائے من شبشہ را فوارہ آتش کن صہبائے من
و در آخر قصیدہ می گوید ے

شب کہ گردیدم ہم آغوش پریلا خیال چار ساعت در گذار شام دیو آسای من
این ہمہ اطفال معنی را کہ افکار من اند زاد کلک میم آسای سبجازی من
طالبادین جوانی از زیبا خلعت زندگانی برآمد و این واقعہ در سنہ ست و
ثلثین و الف (۱۰۳۶) پیش از فوت جہانگیر پادشاہ بیک سال روداد۔

دیوان قصائد و غزلیات و رباعیات طالبادین در وقت تخریر۔ بدست آمد فرصت وفا
نکر و کہ با انتخاب پرداختہ شود۔ گل چند از گلستانش حوالہ دست قلم می شود ے
گر من بجائے جوہر آئینہ بود ے بے رونما ترا بنوکے می نمود ے
من کیم کہ در شرم قتل من سراندازد پیش ہیکلِ خوشم گرانی می کند برگردنش
بے نیازان را بابا بکرم ے گزرم چون سیچشم کہ بر سرہ فو شان گزرد
ملایت کن و فارغ شواز ملامت خلق کہ نخل موم را آسیب تیشہ آزاد است
دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب ابرم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم
سبک چین کہ بگلگون می سوار شدم امید بہت کہ رنگ پریدم را گیرم
خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح در عمارتگری گنبد ستار خود اند

مژہ در جہان نے بینم دہرگوئی دہان بیمار است

(۲۱) شفقائی اصفہانی

اسمش شرف الدین حسین است۔ پدرش حکیم ملاطیبیہ حاذق بود۔
مشائرا الیمر اہل کسب علوم بسرعت نور دید۔ وحکمت نظری را بیشتر ورزید۔ و مدتہ
مشق طبابت کرد۔ قرا بادین او مشہور است۔ و عمر با در نسخہ نویسی شعر افتاد و بمعاجین
افکار و ماغمار اتقویت بخشید۔ مرزا صائب فرماید

در اصفہان کہ بدر سخن رسد صائب کنون کہ نبض شناس سخن شفقائی نیست
حکیم نزد شاہ عباس ماضی با فزونی قرب و منزلت امتیاز داشت تا بحدی
کہ روزے در عرض راہ شاہ را بر خورد۔ شاہ خواست کہ از اسب فرود آید حکیم مانع
آمد اما امر اہم پیادہ شدن نہ تا حکیم گذشت۔

ہجو بر مزاجش غالب آمد۔ میر باقر داماد میگفت "شاعری فضیلت شفقائی
را پوشید۔ و ہجا شعرا و را پنهان ساخت" لیکن در پایان عمر ازین امر ناام نہتو بہ
موفق گردید۔

فوتش در رمضان سنہ سبع و ثلثین و الف (۱۰۳۷) اتفاق افتاد۔
زادہ طبعش دیوان جد و ہزل و چند شنوی است مثل "دیدہ بیدار" و
"نمکدان حقیقت" و "مہر و محبت" این ابیات از دیوانش مانع شدہ

در دل در آفرج گلہای داغ کن	از خانہ چون طول شوی سیر داغ کن
خویش را بر قلب عم آخر دل بیتاب نہ	این کتان پارہ کوں خصمی مہتاب نہ
حاکمے نو کو کہ بر در گاہ اودادی کنیم	مشت خوئے جبرین الیم و فریاد کسے کنیم
از زبان خنجر کین پریش دلہا مکن	عالیہ را طعمہ شمشیر استغنا مکن

اے درآغوش ملکِ دودہ بدخوئی مکن شکرستان زیرِ بارِی ترش روی مکن
 بخود غم تو نگویم کہ بیمِ رسوائی است نہان کنم ز خیالت کہ یارِ بہ جائی است
 بہ انتقام ابد آشتی میسر نیست ز بسکہ خوے تو بر یک گناہ مے پیچید
 نو بہائے کہ دلی نشگند از پہلوی او جائے آنست کہ پہلوی خزانِ بنشیند
 دامنِ دیدہ نگہدار کہ در مذہبِ ما دل چو شدر کشتہ دیت از مژدہ تر گیرند
 یک لحظہ نپرداخت مرا داوڑ محشر این شکوہ جا فسوزِ بخششِ دگر افتاد
 خدا عشقِ مرا از رنگِ رسوائی نگہدارد کہ بدبیتی بی پیرامن این راز می گردد
 گرفتہ جان بہائے وصال نمی شود از قاصد تو ذوقِ خبر می توان گرفت
 آن دل کہ نامزدِ وفا سے تو کردہ ام کارے مکن کہ عہدہ جوئے دگر شود
 تپِ غم دیدارِ دلسوزیِ شکر زبانی دارد تبسم را مکن شبیرین کہ می ترسم بجائی افتم
 زہرِ سیدام بہ زہم امتحانِ کم کم مرہیز ہر چہ داری بہ سرم ہم ریز تا یکجا کشم
 پے شکستنِ پیمانِ جہین بس است تلانی کہ بہر نازگی عہد داد دست بدتم
 مراقبت بہ پنهان دیدنی کرد می خویشم کہ بوی عینتی می آید از از ان بہا کردن

(۲۲) قاسم - قاسم خان جوینی

قاسم مائدہ فصاحت است۔ و ناظمِ خواہر بلاغت۔ منیجہ بیگم خواہر اعیانی
 نور جہان بیگم درجہ الہ عقد قاسم خان بود۔ و بہ علاقہ سلفیت جہانگیر بادشاہ
 بہ پایہ امارت و ترتبہ مصاحبت سربراہِ فراخت۔ و بہ قاسم خان منیجہ مشہور گردید
 در او اخر عہد جہانگیری ب حکومت صوبہ اکبر آباد و حراست قلعہ آن مہرے
 پرداخت و در آغاز دولت شاہ جہانی بہ منصب پنجزاری پنج ہزار سوار و ایالت

صوبہ بنگالہ انیاز یافت۔

دو در سہ آشتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) بعد فتح ہو گلی بندر کہ از بنیاد
عمدہ بنگالہ است۔ بغا صلاہ سہ روز با جل طبعی در گزشت۔ امیرے خیر مسجع کر گم اخلا
بود در نماز تہجد تقید داشت۔ و ہر سال دو لک روپیہ بہ مستحقان می رسانید

رایت سخن باین شکوہ می افزادے

نمونہ جرس بیدلم صدانہ کنم ز بس شکستہ دلم لب بخندہ وانکنم
راہ از هجوم گریہ بر آواز بستہ ایم خون خورده ایم تال لب نماز بستہ ایم

(۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ و طراح سخن با حلاوہ۔ میرزا صاحب کلام اورا
تضمین میکنند و می گویدے

جواب آن غزل است اینکہ می شوقی گفت پوشیر از دو طرف می کشند زنجیرم
از ولایت خود بکشور ہند آمد و بشمول عواطف اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیر
گردید۔ بعد چندے سدہ جہانگیر پادشاہ لازم گرفت۔ و بہ تقصیرے مورد عتاب
در حبس افتاد۔ و بنوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت و مدتے با او بسر
برد۔ آخر ولایت ایران معاودت نمود و ہانجا در گذشت۔

طلائے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آردے

در عشق ہر کجا کہ بندی است بست است فیروزہ جانی گردون بدست ماست
توان عربد با چشم تو کردن آریے بتواضع گزرا نند ز خود مستان را

(۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ و حرف شناس تفل ابجد شکل پسندی۔ مرزا

صائب سخن اور انصاف میں می کند و می فرماید :-

این جواب آن غول صفا که فتی گفتم است از فراموشان مباد آن کس که مارا یاد کرد
فی الجمله تحصیل کرده بود۔ و در کمال ملائمت و نہایت پاکیزگی زندگی میگرد۔ وفات
او در سنہ خمس و اربعین و الف (۱۰۲۵) واقع شد

گوهر سخن چنین در سبک نظم می کشد :-

ہزار نکتہ بمن گفت چشم غمازش چو سمرخوردہ کہ بیرون نیاید آوازش
بدیدہ اشک شود رہنمون دل مارا ستارہ شمع بود رہروان دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات ہرات۔ و آئینہ نقش پذیر سخن صفات بود۔

خوانندہ افسون فصاحت۔ نوازندہ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید :-
آنانکہ مست فیض بہار اند چون اسیر تہجر عہ زجام فصیحی کشیدہ اند
ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم ہرات عظیم تقرب
داشت۔ و تخم بہجت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم
شفائی بہ ہرات اتفاق افتاد۔ و در مجلس حسن خان بامیرزا فصیحی ملاقات دست
داد۔ و مشاعرہ ایشان بمنار عہ انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از ہرات
برآمدہ فصیحی را ہجو کرد۔ فصیحی در دیوان بلندوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت
جواب نشد۔ ہجو فصیحی در دیوان شفائی بنظر درآمد دل نخواست کہ زبان قلم بکلمات رکیک کشا شود۔
میر تقی اوحدی صفا ہانی گوید :- چند نوبت عہ ہمہند کرد مانع او شد نہ چون ماہچہ
لوائی شاہ عباس ماضی در سنہ احدی و ثلاثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروز ہرات
گردید۔ میرزا فصیحی باریاب ملازمت گشت۔ صحبت او و دلنشین شاہ افتاد۔ و بنایات

فراوان مخصوص گردانید۔ و ہمراہ خود بعراق عجم و ما زندران برد۔ از فروع بیت
گوہر اور ارجلائے بخشید۔

دیوان فصیحی بنظر در آمد۔ خوش محاورہ است۔ اما مضمون تازہ بندرت دارد۔
این چند بیت از دالتقاط یافت۔

زبون در پریشان زلف یار شدم	نہ صید دوست کہ صید دل نگار شدم
مزیت خط دوست کہ چون بخت سر آید	آب سید از چشمہ خورشید بر آید
تو ترا شاکن آئینہ کہ حیران نشوی	زلف بر خویش میفشان کہ پریشان نشوی
لبے کہ ناز کی بار تبسم بر تنے تابد	بخون غلظ کہ امروزش بدشنام آشا کرم
رتبہ حسن بلند است چہ حاجت بہ نقاب	بہر منع نگہی کہ مژہ کونہ تراست
ہزار بار قسم خورده ام کہ نام ترا	بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود
خویش را بر نوک مژگان شتم کیشان زدم	آن قدر زخمی کہ دل میخواست در پیکان نمود
ما زہر قاتلیم فصیحی نہ شہد ناب	مرد پیاپی خور دن بال گس نسیم
خار تر کہ تازہ ز باغم بریدہ اند	محروم بوستانم و مردود آتشم
نوبہارا بشیم گل عیشم مفریب	کہ من این نالہ زار از دل خرم دام
مختوضتی کہ مارا بود صرف جام شد	گر خدا روزی کند دست دگر بر سوزم
خاک آن کوی فصیحی ز جبین رنجہ مکن	از مرہ و مہر بیا موز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طهرانی

پیدش خواجگی براد حقیقی میرزا محمد شریف بگری پدر اعتمادالدولہ جہانگیری
است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد۔ قصائد و لغز و دہانہ دیوان زیب
مرزا صاحب کلام اور انضیم می کند و می فرماید۔

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است که گران می رود آنکس که توکل دارد
کلیات تشاپور نظر در آمد نصیبه نسبت دیگر اقسام شعر خوبروی گوید و دار قوت و نزاکت
می دهد چون قاعده اغلب این جریده ذکر ابیات غزل است چندی از غزلیات او جدا نموده شده
بشوخی تو سوار سے بصدر زین نشست تو تا سوار شدی منتنه بر زمین نشست
گرچه در حاشیه بزم تو داخل باشم رو خراشیده تر از صفی باطل باشم
نه گلنچیم ازین بستان نام یاسمن بروم دله پر درد از غوغای مرغان چمن بروم
در ره یار سے کز و منون یاری نیستم گرچه خود را گشته ام بے شرمساری نیستم
بے می سرتیاری دل ریش ندارم تا مست نگردم خبر از خویش ندارم
نازک دلم چو کاسه چینی خدائے را انگشت بر لبم زنی کز فغان پُر است
قدیر من پست از بلندیکا استغنائی آو ورنه دیوار من از دیوار کس کوتا نیست
ماؤ نگاہ دور که رندان پاکباز بر سر مخ زنده گلے را که بو کنند
سینه بر خنجر اوزن که شهادت اینجا ناقص است از مد کشته به قاتل نرسد
چو ابرم از پیرغ کدورت گریه می آید اگر بر خاطر باد صبا بهیم غبار خود
میرود قص کنان بروم تیغ تشاپور دامش را بگذرید که کار سے دارد
گو-میا بهتر تلافی بسیر کشته خویش به کاین صلح برنجیدن پای نکشد
بتریز که چون مشک را ز دست تو خوردم تا آهمن پیکان هگی جزو بدن شد
یهیچ جرم نیست در عالم زخمازی بتر عشق معذورا است گزمنصور را بردار کرد
عیب پوش خود بنا شتم عیب جوی گس نیم دردمندم در شکست دردمندان نیستم
نعم البدل وعده صد سال وصال آن بوسه که نقد از لب پیغام گرفتیم
کف غبارم و عریانی ست کسوت من نیم عبیر که خود را به پیرهن مالم
روشن نشد ز آتش ما چشم خانه همچون چراغ گور بویرانه سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو کہ در ایام وصل یارِ مستغنی و منِ مستغرقِ نظارہ ام
 زین سرگروشان نتوان بادہ خریدن صفرای می از بادہٴ خونا ب شکستیم
 ورقِ ہستیم از ہم بدرانید کہ من دیدہ ام آنقدر اصلاح کہ باطل شدہ ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شہرستانی

شاعر ادبند است و موجد انداز ہائے دلپسند۔ ابو طالب کلیم گویدے
 میرزا می ما جلال الدین بس است از سخن سخنان طلبگار سخن
 راستی طبعش استاد من است کج نیم بر فرق دستارِ سخن
 و میرزا صائب سخن اورا مکر تفضیل میکند و در مقطعے میگویدے
 خوشاکے کہ چو صائب صاحبان سخن تتبع سخن میرزا جلال کند
 اسیر اگر چہ تلمیذ فصیحی ہر وی است اما با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد و
 مکر نغمہ ستایش می بخند۔ و جای می گویدے

با وجود آنکہ استاد فصیحی بودہ است مصرع صائب تواند یک کتاب بشود
 میرزا از اجلہ ساداتِ شہرستان صفایان است و بمصاہرت شاہ عباس
 ممتاز زمان پیوستہ سرگرم صحبتِ ارباب کمال بود۔ و بعلوم و سموفطرت اتصاف
 داشت۔ اما با گردش جام و شرب مدام آنقدر خورگوشد کہ در عین جوانی بر بستر ناتوانی
 افتاد۔ و در سنہ تسع و اربعین و الف (۱۰۲۹) غبارِ ہستی بپا دفنا داد۔

دیوانش سیر نمودہ شد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازه کم واقع شدہ این
 چند رشحہ از خمستانش می چکدے

گر چہ آن قیمت ندارد دلِ پامالت شود صرف آتش بازیِ طفلانِ ہمسالت شود
 نصحتِ کشتنم بدہ نرگس کم نگاہ را یا مکن آشنای دل گرمی گاہ گاہ را

بامید کسے نگذاشت بیدارش دل را خدا اجرے دہد در کشتنِ ماقابل مارا
 بلب ہر دم ز شادی شکر این سودا نمی گنجد کہ در دامِ تغافل غیر صیدِ مانی گنجد
 پس لہ عمرے بسویم گرنگا ہے کہ جادارد شہید زخمِ شمشیر تغافل اجر ہا دارد
 خطِ یار گرچہ سرزد نگہِ ستگرش ہست چہ غمِ خار دارد می نازد در سرش ہست
 بکدام جانِ ببارد بکدام سربہ بخشد چہ کند کسے بہ یکدل کہ ہزار دلبرش ہست
 جولانِ دل شکارش از کار بردہ است مستانہ می رود جلوے میتوان گرفت
 غیرت روانداشت کہ تنہا گزارش عمر عزیز در قدم نامہ برگزشت
 نہ خوب دامن و نہ زشت اینقدر دامن کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخابِ من است
 گرچہ استغناست ناقِ کشکانِ خون بہا چشمِ خوبان را نگاہِ عذرخواہی لازم است
 در پریشان کدہ یاس بود فیضِ رسا سائے بیدخوش آیندہ شامے داد
 صبحِ خندان می شود بر روی تیغِ آفتاب کاٹے باید کہ از تقصیر جاہل بگذرد
 بدوستی کہ چودر کوی او غمِ رشوم نسیم را خبر از سرگزشت من مکیند
 بگذارید کہ بگذارم و آہے بحشم عمر با سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام
 گفتم ندہی دل نشنیدی سخنم را از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی
 ہستے کہ بنگیرد از پافتادہ را چون آستینِ خالی است بیکارتا بگرو

رباعی

آگاہی چیست سیر دنیا کردن در ملکوت وجود سودا کردن
 چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان از سرمہ سایہ دیدہ بنیا کردن

(۲۸) ادائی - میر محمد مومن یزدی

کلامش ادا ہائے خوب دارد۔ و انداز ہائے مرغوب۔ درد یار خود متہم بالحادیہ کرد

و مجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد همد کشید و در سده ثلثین و الف (۱۰۳۰)
وارد و کن شد۔ و دوران الکہ مراحل زندگانی بپایان رسانید۔

سیارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند
بے رومی تو روزیکہ رہم برچمن افتد دیوار بہ از سایہ کہ بر روی من افتد
یک دل آزاد دین دامہ فانی نیست یوسف نیست دیرین صحر کز فانی نیست
چاشنی گیر زہر کاسہ این خوان گشتم خوش نمک تر ز سر انگشت پشیمانی نیست
رباعی

این عمر بہاد نو بہار ان ماند این عیش بسیل کو بہار ان ماند
ز نہار چنان بزی کہ بعد از مردن انگشت گزیدنی بیار ان ماند

(۲۹) سعید انقش بند نر دی

نقشبند کار گاہ خوش تلاشی است۔ و صورت آفرین ہیولا سے خوش قماش میزنا
صائب اور از زبان ادب یاد می کند و می گوید
این خوش غزل فیض سعیدای نقشبند صائب ز بحر دل تباہل رسیده است
سعید ادر صفایان اقامت داشت۔ و نزد اکابر وقت معزز و محترم می زیست
نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد
کس نیست کہ خاتم ز دل ریش برارد این خار مگر آتش از خویش برارد

(۳۰) نظمیر شہدی

نظیر عند لیب بہار است۔ و عدیل طوطی شیرین گفتار۔ در سده ثلثین و الف
(۱۰۳۰) احرام بیت اللہ بست و بعد از ادراک این سعادت متوجہ ہمد گشت۔ و

در اثناء راه شد اند بسیار کشید و کشتی او شکست - بعد محنت تمام به شهر میجا پور رسید -
و در سلک مقربان عادل شاه انحراف یافت -

اول نظیری تخلص می کرد - با استدعای نظیر نمیشاپوری نظیر قرار داد - گویند
نظیری عوض حرف یاده هزار روپیہ به نظیر تسلیم کرد - و این سوال و جواب ظاہراً غائب
شده باشد - زیرا کہ نظیر بعد فوت نظیری به ہندوستان رسید و اللہ اعلم

نظیر آہوان معانی را باین قسم شکاری کند
نگذاشت ز سامان تنم ضعیف جدائی چند آنکہ نگاہ شوم و از مرزہ خیزم
در سلسلہ بال فشانانِ ہوائی خم نا شدہ از نامہ من بال پر نیست

(۳۱) نادم لایہجانی

سرخروئی معرکہ شعراست - اما از شکست نفس نادم تخلص می گزیند و صدر آرای
مجلس فصحا است - لیکن از فروتنی در صف آخری نشیند - الکن طلق اللسان بود -
و قصب السبق از ارضان مضمار زبان آوری می ربود - از دیار خود بمالک دکن
افتاد - و بامولانا نظیری نمیشاپوری صحبت معتقدانہ داشت - بعد چندی بصنو
بنگالہ خرامید - و از انجا بحظیم آباد پنیہ حرکت کرد - آخر بہ اصفہان معاود
نمود و ہما بنجا مرحلہ آخرت پیمود -

ربحان کلامش در سبز زمین ورق سبزی شود

در کعبہ اگر دل بسوے یار نباشد احرام کم از بسبت زنا رنباشد

ہرگز این طفل مزاجی نرود از یادم گریتا بوت روم شوخی گہوارہ کنم

باعث جلوہ گل دیدہ بیدار من است بلبان شور بر آید کہ خواہم نبرد

ہنوزش رنگ طفلی ہست گل چیدن نمیند بدامن آشیان بلبل از گلزاری آید

(۳۲) سُروری کا بی

عالم بیگ نام دارد نکات زنگینش گلدستہٴ سروری است۔ و خیالاتِ دُشمنش
سرمایہٴ حضوری۔ در اُردوی جہانگیری بسرے برد۔ و در زمہٴ خوش خیالان می بست

نہال فکرش باین رعنائی می بالده

لطف و دشنام تو تکین بنِ بیوٹس است آتش از آب چہ گرم و چہ خنک غلاموٹس

در قص دست و پا زدن اختراع است چون فہن زیر پوست تپیدن سلع است

چو گان صفت بطلب خود پشت پا زدم پیوندم با بطلط اقطار ماست

عذر دست نہی است خلُق کریم میوہٴ بید سایہٴ بید است

(۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل و مطیع استاد ازل است۔ میرزا اصائب مصرع اور تضمین

می کند و می فرماید

جو اب آن غزل است اینک گفتہ است مطیع کلید کعبہ و بتخانہ در بغل دارم

مطیع تجارت پیشہ بود۔ از دیار خود بسیر مہند خرامید۔ روزگارے مہنداشت

طرہٴ اشعارش پیرایہٴ عارض ورق می شود

آہے کہ مرا از دل پُر درد بر آید چون شاہ سواری است کہ از گرد بر آید

چو وسعتِ عدم در خیال می آید ز تنگائے وجودم طالع می آید

(۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفہٴ اوجی دارد۔ و شعر آبدارش عجب موجی۔ میرزا اصائب سخن

اور اقصین می کند و می فرماید

این جوابِ صریحِ اوجی که وقتی گفته است
 و اوجی نسبتِ بمیرزا می گوید
 صائب نمود جوهرِ شعر مرا به من
 تیغِ برهنه ام که جگر دار یا فتم
 اوجی با حسن خان شالمو حاکمِ هرات بسر می برد - و در مدح او فراوان
 قصائد پرداخت -

دیوان او بمطالعہ درآمد و این چند بیت بالقطا رسید

کرم گُلے است که در باغِ خود نمائی نیست
 کریم ساخته بودن کم از گردائی نیست
 گر شاگد شیب و گر صبحِ شباب است
 پوشیدنِ چشم از دو جهان کیمزه خواب است
 ساغر بغیرِ داد ز شکم خراب ساخت
 آتشِ بدیگرے زد و مار اکباب خست
 نگه کرم عنانم صاف دیدار کجاست
 بوسه بے ادبم کنج لب یار کجاست
 رطلِ گرانِ بقیمت جان می توان خرید
 این است گوهرے که گران می توان خرید
 درین زمانه پسر باید رننے سازد
 درین حدیث گوهر شراب انگوری است
 بهر یک لب خنده توان منتِ شادی
 منصبِ گل گرد و منتِ غنچه نصویر باش
 ما حریفِ این قدر بار تعلق نیستیم
 می بزور این رنگا بر چهره ما بسته است
 خاطر جمعی ندارم از تو آخر دیده ام
 هیچ دوستار پریشانم ز سروا کرده
 که بالایش دیر اندامه آید
 آنکه در آینه یک جلوه بصدنا کند
 من گرفتارِ خویش را بے غم نسلی ساختم
 خاطر غم را باین معنی تسلی چون کنم
 با آن که قتل ما بتخل حواله کرد
 چندان امان نداد که خاکِ بستر کنم
 صفای رویِ عفتناک یار را نازم
 که صلح داد بهم آفتاب و شبم را
 از باد نمنے توان بریدن
 زین آب گذرنے توان کرد

اوجی این نظرہ خونی کہ اجل خواہد بخت
صرف آنست کہ در گردن دشمن باشد

(۳۵) مشرقی میرزا ملک مشہدی

در نظم و نثر منشأ بدائع آثار است و مشرقی فراوان انوار چندے در خراسان
با حسن خان شاملو گزرا نید۔ آخر با صفہاں شتافت۔ و در سلک منشیان
شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔ خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتے۔ از آن
است ۷

تا مشرقی از کنار من رفت از مشرق آفتاب رقت
دیوان مشرقی بملاحظہ درآمد۔ قصائد غرا در مدح شاہ صفی بنظم آورده۔ و
مقطعات بھو بسیار گفتے۔ محرر اوراق التزام کردہ کہ زبان خامہ را از بھویات و
ہر لیاہ شعر انگاہ دارد۔

مشرقی مضامین خوب در قصائد تلاش کردہ۔ این چند بیت از غزلیات او
برچیدہ شد ۷

نمی گویم کہ آتش رنگت گل بو بگرداند	الہی آن گل آتش طبعیت خوب گرداند
دوستان بوی می از خرقرے مامے آید	نکبت یوسف ازین کہنہ قبا می آید
ہچو خورشید قدم بر سر دنیا دارم	عالی در تریک آبلہ پا دارم
پر تو شمع رنخے افتاد در کاشانہ ام	سوزش یاقوت شد خاکستر پروانہ ام
دل را بشیم گل دانخے نرساندیم	پروانہ خود را بچرانخے نرساندیم
چو عندلیب دارم باہ و نالہ گزشت	چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت
باغبان چون غنیہ نرگس مراد خوا چہ	تا بکسرت در کد امین بزم چشمے و اکم
ز کعبہ یم و رشک آیدم بخون ناسبے	کہ از زیارت دلہائے خستہ مے آید

کار دوبار پیش تباراج دادن است می راز خیم بجام کن و در سبوح ممکن
 مطلب اضطراب بقصد رسیدن است از شیشه تالیب نرسد می رسیده نیست
 نه در بهار نشاط نه در خزان الے فلک مرا پیچ امید در قفس دارد
 نه زخم خاکشیدم نه بوی گل دیدم ز عذلیب شنیدم که نو بهاری هست
 آب حیات تیغت جان داد مشرقی را هرگز کسی ندارد جهان داد فی چنین یاد

(۳۶) منیر ابو البرکات لاهوری بن ملا عبد المجید طنانی

صاحب طبع منیر و نظم و شعر دلپذیر است۔ در منشآت خود گوید ”من بے خانمان
 که در قلم و سخن وطن گزیده ام صد هزار بیت بلند بنیاد نهاده ام“ منظرات او و سترحه
 که بر قصائد عرفی شیرازی نوشته متداول است۔ مولود و منشأ منیر دارالسلطنت
 لاهور است

در عهد شاهجهانی اول بامیرزا صفی مخاطب به سیف خان ناظم الہ آباد
 بسری برد این سیف خان داماد میرزا ابوالحسن مخاطب به آصف خان
 بن میرزا نغیث بیگ اعتماد الدولہ طهرانی جهانگیری است۔ بعد از ان
 منیر با اعتقاد خان حاکم چوہدر پسر خرد اعتماد الدولہ مذکور مربوط گشت۔ و از
 خان احسان اوزلہ برداشت۔

و مفتقر رجب سنہ اربع و خمسين و الف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ الہ آباد درخت
 حیات بر بست۔ نعلش اور اہل لاهور نقل کردہ زیر خاک سپردند۔

طبع منیر سواد سخن را چنین روشن می کند

قدم برون نند ماہ من ز منزل خویش بود چو صورت آئینہ زیب بخل خویش
 سہی قدان کہ گرفتار جلوہ خویش اند چو نخل شمع دو اندر ریشہ در گل خویش

(۳۷) قدسی - حاجی محمد جان مشهدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری - سعادت زیارت حریمین
شرفین اندوخت - و بگلگشت همد خرامش نمود - و در شهر ربیع الآخر سنه ثنتین
و اربعین و الف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبه صاحبقران ثانی شسته برب گذاشت روزاول
قصیده بعرض رسانید که مطلعش این است -

ای قلم بر خود ببال از نادمی بکشازبا و ز ناعی قله دین ثانی صاحبقران
بعنایت خلعت و انعام و دوزخار و پیه کایه اب گشت - و در ذیل شناسا از ان اخراط
یافت - و بیومیه پیش قدر سے موظف گردید - و بارها بجواز کام دل اندوخت
شیخ عبدالحی صاحب شاهیجهان نامه در وقائع جشن نوروز سال هزار
و چهل و پنج هجری می نگارده :-

“روز پنجشنبه دوازدهم شوال سریر آرای آسمان چهارم پر تو اعتدال بر ساحت جل
“انداخت و افسرده طجان نباتات را با هتزاز در آورده - شت نزد هم ماه مذکور -
“حاجی محمد جان قدسی در جلد وی قصیده که بهرح پادشاهی محلی ساخته بود بر زبر
“کشیده مبلغ وزن را که پنج هزار و پانصد روپیه شد با و مرحمت گردید و در اداسط شهر
“ربیع الاول سنه تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) بجوان صلح شعریه مرعنایت
“شد - و در جشن شفا یافتن جهان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی از آسیب آتش
“در اوائل شوال سنه اربع و خمیس و الف بعنایت خلعت و دو هزار روپیه تمتع
“برگرفت -

شیرخان در مرآة النجیال می نویسد که :-

“حاجی محمد جان قصیده رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفته بعرض رسانید پادشاه

”اقسام جواہر قیمتی طیبہ فرمود تا ہفت بار دہانش ازان پر کردند انتہی“

امام مؤلفین شاہجہان نامہا مثل ملا عبد الحمید لاہوری و ملا علماء الملک
تونی و صاحب عمل صالح کہ ہر کدام حالات پادشاہی مستوفی می نگار و صلہ پُر کردن
و ان قدسی بجواہر بہ زبان قلم نیار دہ اند۔

قدسی پادشاہ نامہ صاحبقرانی نظم آورده۔ چون نام عبد اللہ خان فیروز جنگ
وروزن پادشاہ نامنی گنجید۔ باین حسن بیان ادا کردہ

نہنگے کہ از غایت احتشام نگنجد بجز از بزرگیش نام
بجای ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدن نام و توعلیل آورد۔ از غایت احتشام
و از بزرگی۔ احد ہا زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شدہ
نہنگے است از غایت احتشام نگنجد بجز از بزرگیش نام
و طورے بکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نہنگے
کہ از غایت احتشام او نام بمرتبہ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحی کہ
کرده شد معنی را صاف ادا می کند۔

شہنوی و قصیدہ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او
در سنہ ست و خمین و الف (۱۰۵۶) اتفاق افتاد کلیم در مرثیہ او ترکیب بندے

گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع دور ازان بلبل قدسی چمن زندان شد
شیخ عبد الحمیدی گوید کہ ”قدسی بعارضہ اسہال و در دار السلطنت لاہور
در گذشت“ و غنی کشمیری در قطعہ تاریخ وفات کلیم گوید کہ

عمر یاد را و زیر زمین خاک بر سر کرد قدسی و سلیم
عاقبت از اشتیاق یکدگر گشتہ اند این ہر سہ در یک ہیتم

لے تذکرہ مرآۃ النحیال صفحہ ۱۳۷ مقتویہ کلکتہ ترجمہ حاجی محمد جان قدسی۔

ظاہر منطوق عبارت ہمین است کہ ہر سہ در یکجا ہدفون اند و این وقتے تواند شد کہ جسد قدسی را بہ کشمیر نقل کردہ باشند۔

و میر طاہر نصیر آبادی می نویسد کہ ”استخوان اور ابٹمنہ مقدس نہیں“ دیوان قدسی بنظر تصفیہ در آمد و این چند بیت اختیار افتادے

زود بہ کردم من بے صبر دماغ خویش را	اول شب می کشد مفلس چ چراغ خویش را
در جلوہ گری مثل تو کس یاد ندارد	نا در بود آن پیشہ کہ اُستاد ندارد
در مجلس کہ یاران شرب مدام کرد	نوبت با چو آمد آتش بجام کردند
ایجا غم محبت۔ آنجا جزای عصیان	آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند
در چنین فصل کہ بلبل سست گلشن پر گل است	گر ہمہ پیمانہ عمر است خالی خوشبخت
ہر چہ بازلف تومی ماند دل از من کرد	روز عمر در تمنائے شب پیدا گرفت
غم ہجوم آورد من در فکر بے سامانم	میزبان نجلت کشد ہر چند دمان آشنا
عیش ابن باغ باندا زہ یک تنگدل است	کاش گل غنچہ شود تا دل مابکشاید
گردست شام ہجران گیر و گلوئی شبی	مشکل کہ تا قیامت از صبح دم ہر اید
عشق چون قسمت ارباب معیشت میکرد	لالہ دانعے زمیان برد کہ داغ دارد
تاب ہجران شترانم نیست تا وقت صبح	بیشتر از صبح می خندد گل پیمانہ ام
نگذاشت بخواب عدم شیون بلبل	گل ریختہ بودند مگر بر سر خاکم

(۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طرشتی

از طبقہ اتراک و نکتہ سنجان بلند اوراک است۔ صاحب طبع سلیم وزیر مستقیم۔

در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بے انبار۔ ابتداء حال با میرزا عبد اللہ وزیر لاہیجان ہسری برد۔ و بزید مصاحبت امتیاز داشت۔ در آن

ایام شوی رنگینه در تعریف لاهیجان افشا کرد-

آخر الامر در عهد شاهجهانی سر بهند کشید و شوی مسطور را تغیر داده بنام کشمیر ساخت - ازان است در صعوبت راه کشمیر

چنان معلوم می گردد که این راه	رو موران بود بر خرمن ماه
ز بس رهرو در سنگین خرا آمد	ز پایش رشته پنداری برآمد
همانا کافراست این کوه خونخوار	که دارد بر کمر زین راه زئثار
مغلطان سنگ ازوتامی توانی	که باشد بد بلائی آسمانی
بسامان رفتن این راه زشت است	مجر و شو که این راه بهشت است

بعد و در چند وستان ندیم میر عبد السلام مشهور شد و در مدح او قصاید بلند پرداخت - میر عبد السلام از عمده امرا شاهجهانی است و در عهد شاهزادگی بمنصب شایسته و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت و بعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد - پس ازان ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگاله - سپس بن خطاب اسلام خان و والای وزارت مباحی گشت و چون نوبت وزارت به سعد الله خان رسید پادشاه اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود و هم در زمان حکومت دکن سنه سبع و خمسين و الف (۱۰۵۴) جهان فانی را ودارع نمود - مقبره او در سوادا و رنگ آباد معروف است عمارت و دلنشین دارد -

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بر می برد - و در ساله که اسلام خان فوت کرد یعنی سنه سبع و خمسين و الف (۱۰۵۴) او هم در کشمیر رخت سفر ازین عالم بر بست - و در دامن کوهی که مشهور به تخت سلیمان است مشرف بر تالاب دُل غلّو نشین خاک گردید -

این چند بیت از دیوان سلیم برابر باب ذوق سلیم عرض می شود

مگذار دستم که گل باغ وفا بم
 بردست تو شایسته تر از رنگ حنائم
 تا چند دیو کعبه بخوان این فسانه را
 همچون کمان حلقه کیسه کن دو خانه را
 بدست آئینه از عکس خوش گدشته را ماند
 ز شانه زلف او هندوی ترکش بسته را مانا
 ای تازه روز زخم خدنگ تو داغ ما
 از روغن کمان تو روشن چرخ ما
 و نفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا
 بهتر از سر بود سایه صیاد مرا
 مدعی گزیندن بحث سخن دلگیر است
 در جدل گوش و زبانش سپرو شنید است
 تا سحر مشرب شراب ناب می باید گرفت
 خونبائش شمع از متاب می باید گرفت
 نارسائی بهر ورهه جا همراه است
 جامه سرو ز موزونی او کوتاه است
 جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است
 چون رگ لعل زردانارگ گردن عیب است
 بهانصیب تو از من چنانکه خواهی نیست
 که استخوان مرا مغز، چو ماهی نیست
 امشب که زنجیم بسوی بزم تو راه است
 چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است
 صید ما را از خدنگش در دل جان آتش است
 ناوک او را که چون شمع بیکان آتش است
 ساقی گلفام سخن باغ را میخانه ساخت
 از طرب چون صبح صوفی سحر را پیانه ساخت
 واقف کسی نشیوه آن کجکلاه نیست
 چون صورت فرنگ نگاهش نگاه نیست
 نیم بلبل فصل گل بگلشن آشیان گیرم
 دهم صد گل که چون شمع یک برگ خزان گیرم
 چو بلبل باعث شور و گفتاری نمی دانم
 چو گل تقریب این آشفته دشتاری نمی دانم
 با وجود هنر لاف ز شعر و گلش است
 خامه در دست هنر وزیر روی ترکش است
 روزی کس را خورد که دیگر زان چوب است
 آب نتواند فرو بردن که رزق آتش است
 بهر کدام نمک لطف می کنی خوب است
 که داغهای دلم را ز هم جدا نمی نیست
 راحت مردان هم از سر بخت مردانگی است
 شیر را در وقت خفتن دست و بازو بستن است
 ذوق از دیدن معشوق بگیری نیست
 غنچه در چاک نفس نفل در زندان است

نگردد گریه مستانه ام کم که این باران شب سینه گرفت است
 نتوان نمود نقش ترا آنچنانکه هست آئینه پیش روی تو چون صبح کاذب است
 خلد بر سر و من این همه در محفل خویش جامه کوتاه اش اولی است که خد متنگار است
 تسلیم از منو حال آسمان پیدا است نشان مرکب طفلان رکاب کوتاه است
 چون ندر روی کاشیان تبدیل ساز میشود طالب بمحون تپی لیلی چو در محفل نشست
 بر زم باده موبه صحیفه غزله سفینه بطلب تا توان در آب نشست
 همان بخانه دیر چو ماند عزیز نیست کوتاهی زمانه زغر دراز ما ست
 گرسره بود کجکله و بر زده دامان منعش نتوان کرد از اینها که جوان است
 هیچ کس حال سر مارانی داند که حسیت عالمی را چشم همچون صبح بر دستار است
 شالان چرا تسلیم برورشک می برند ملک سخن چو پیش زیک گوشواره نیست
 دل درون سینه ام می قصد از حرف و تیغ او پیش از اجل می سازدم از غم خلاص
 از یار مصلحت نیست آبنگ شکوه کردن چون دف بکلفه مادیوار گوش دارد
 در مقام عشق دل را از تعلق پاک کن بانم آئینه را نتوان بدست شاه داد
 سلیم گفت که دارم بطره است سخنی بخنده گفت که هندو زبان چه می داند
 یوسف من چشم طفلان نیست تنها بر زب شوق مکتوب تو پیران را که بوتر باز کرد
 هیچ کس پرورده خود را نمی خواهد زبون آب آتش را خصوصت بر سر فاشک شد
 اعتباری دولت جمشید را پیدا نشد تاک ناز و دودمان خود با و دختر نداد
 نسبت در عاشقی ما را به مرغ بسمل است تاز ما صیاد سرنگرفت ما را سمر نداد
 نیست در ایران زمین سامان تحصیل مال تانیا هر سوی بندستان حنا زنگین نشد
 با خبر باش از زبان خود که دانیان راز از خموشی حلقه در گوش چین کرده اند

جہاں سفلہ اگر داد جرعہ آ بے ہمارے چینی آن را بروی من آورد
 از غرضیت ہرگز دلگیر وعدہ او کابل ہمیشہ خواہد ہمراہ لنگ باشد
 شانہ می آید بکار زلف از آشفتنگی آشتیایں را در ایام پریشانی پیرس
 چوتند باد حوادث مشوغبار انگیز پناہ مردم بے دست پناہ چو مژگان باش
 بسکہ دارم فوق جہنم از فضاے روزنگا در میان خانہ بچون تیر مسید ان کی کشم
 سفر اول شوق است بکویت مارا صید ماز و توان کرد کہ نو پروا زیم
 حیف باشد کہ ز بے مہر می او شکوہ کنیم ماکہ معشوق پران ہچو کہو تر بازیم
 چنان تناعت فقر است ساز کار مرا کہ چون حباب شوم فربہ از ہوا خوڑن
 عہد کردم کہ گر این بار بکوی تو رسم سرمہ دیدہ کنم سایہ دیوار ترا
 مخفی نہ اند کہ در تنوع فقیر اول کیسکہ تفہیم چسپان و مقطع غزل طح انداخت سلیم
 است - می گوید

تسلیم اشب بیا در تربت حافظ قح نوشت إِلَّا يَا أَيُّهَا السَّاقِي إِدْرِكَا سَاؤَنَا وَلَهَا
 دے گوید
 گفت حافظ و چون کلک بیام را سلیم بلبلے برگ گئے خوش رنگ در منتقار داشت
 زبان زد خلق است کہ او معانی بیگانہ را با خود آشنائی ساخت - چنانچہ ملا
 وارستہ گوید

دخلے کہ نکردی بکلام اللہ است بیتے کہ نہ رہے تو بیت اللہ است
 طرفہ اینکہ سلیم از دست دیگران می نالد و می گوید
 دیوان خود بہ دست حریفان مدہ سلیم غافل شو کہ غارت باغ تومی کند
 ونیزی گوید
 دیوان کسیت از سخنانم تھی سلیم تنہا نہ بر من این تنم از دست صاحب است

نام میرزا صائب را تصریح کرده اما بالغ نظران می دانند که میرزا صائب
خیلی صاحب قدرت سیربضاعت است - حاشا که باخند و جر پروازد - و متاع بیگانه را
دستمای خود سازد مضامینی که از سلیم و صائب همسایه یکدیگر واقع شده و بتقریب
این نارسا رسیده در اینجا ثبت می نماید - و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر
سلیم مذکور می شود -

سلیم مشاطه را جلال تو دیوانه می کند کائینه را خیال پریشان می کند
صائب دل را نگاه گرم تو دیوانه می کند آئینه را رخ تو پریشان می کند
معنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد که

هر کس که دید روی تو دیوانه می شود آئینه از رخ تو پریشان می شود
سلیم چشم تو ام زهوش تهیدست می کند یک سرمه دان شراب مرا مست می کند
صائب از چشم نیم مست تو با یکجهان شراب ماصح کرده ایم بیک سرمه دان شراب
سلیم صدا چگونه بر آید کز این سیه چشمان بسنگ سرمه شکستند شیشه ما را
صائب نماند ناله دل درد پیشه ما را بسنگ سرمه شکستند شیشه ما را

مطالعه معنی نیز این مضمون بسته است

ز بیم آنکه مباد اصد بلند شود ز سنگ سرمه شکستیم آگینه خویش
سلیم ز آشنگی طره مقصود خبر داد هر فال که از شانه شمشاد گرفتیم
صائب خوابنا دوا من لطفش بدست من این فال را از شانه شمشاد دیدیم
سلیم زینت ارباب معنی جوهر ذاتی بست لاله در کوه بدخشان گر نباشد گو مباحش
صائب شمع برخاک شیدان گر نباشد گو مباحش لاله در کوه بدخشان گر نباشد گو مباحش
سلیم اگر چشم حقیقت نظر کنی دانی که طوقی فاخه برپایه سرو خلخال است
صائب حسن بالادست را آرایش چون عشق نیست طوقی قمری سرور بهتر ز خلخال زراست

سَلِمَہ سلیم ہند جگر خوار خورد خونِ مرا چہ روز بود کہ راہم باین خرابِ قناد
صائب صائب از ہند جگر خوار بردن می آیم دشتگیر من اگر شاہ نجف خواہد شد

اما ملا نوعی جو شانی پیش از ہر دومی گوید

گداخت ہند جگر خوار می اہل پسند کہ استخوانِ ہاشمیِ غذا می زراغ شود

و ملا مشرقی نیز ہند را باین صفت یاد می کند و می گوید

دلہم در آرزو ہند خون شد کہ خون باداد لہ ہند جگر خوار

مقتضای حسن ظن آنکہ اشتراک مضامین را حل بر توارد کنند و تا کہ محلِ حسن داشتہ

باشد چہ را در پے محل دیگر روند۔

علامہ تفتازالی در مطول نقل می کند ملخص کلامش اینکہ :-

”ہم سرتہ وقتے کردہ میشود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد والا احکام سرتہ مترتب نمی توان“

”شد و از قبیل توارد خواہد بود۔ و در صورتے کہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید“

”گفت کہ فلان شاعر چنین گفتہ است و دیگرے سبقت بردہ چنین یافتہ۔ و باین حسن“

”تعبیر منعتم دانند فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علمِ نسیب و نسبت“

”نقص بنیر انتی“

و اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظہ کند کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چہ

احاطہ جمیع معلومات خاصہ حضرت علم الہی است تعالی شانہ۔ خامہ معنی نگاہ تیرے

بتاریکی می انگند چہ داند کہ صید و ارستہ است یا بال و پر بستہ ابو طالب کلیمِ خوب

گفتہ و گوہر انصاف سفتہ

منم کلیم بطورِ بلند می ہست کہ استفادہ معنی جز از خدا نکنم

بخوان فیض الہی چو دسترس دارم نظر بکاسہ در یوزہ گدا نکنم

دے علاج توار دخی تو انم کرد
 مگر زبان سخن گفتن آشنا نہ کم
 فقیر جزوے از اشعار توار و فراہم آورده - چند بیت از توار دات سخن سجان
 متاخرین برسبیل انشہاد عرض می شود
 امیر خسرو بستم دل سیران کجا گریزد از تو
 بحوال دو چشمت چشم بلا نشسته
 بنائی عتقا کہ بر لب او خط عنبرین دارد
 صفا امید جان شیرین داتم از لعل سیرایش
 میترسدم واپسین زلیخا ہمیں ترانہ تن زد
 نقی چہ نعم از فریب دشمن کہ محبت زلیخا
 سلیم شوق رویش ہمہ کس بغیر ہی دارد
 کلیم چند در خانہ اش آتش فتد از پر تو تو
 سلیم چون کشم بار گران غم دوری کہ ضعف
 کلیم ز ناتوانی خود اینقدر خبر دارم
 اسیر نیست جوہر بہ تیغ یار اسیر
 میرصدی نیست جوہر کہ بشمشیر تو تصویر شد است
 ملا غبغبی عتقا جدا نہ تو خوں چرانے ریزد
 اسیر بار ہرگز ہرنے آید
 سلیم مگر از صبح محشر روزن من روشنی باید
 واعظ چون دو بروی ستیا کہ ہم پیوست است
 حزنی مرابرسادہ لوحیکا حزنی خندہ می آید
 فطرت مرابرسادہ لوحیکا فطرت خندہ می آید
 بحوال دو چشمت چشم بلا نشسته
 چون قبلہ کرد لیلی ہمہ جا بجا نشسته
 برای کشتن من ز ہر درنگین دارد
 نہ استم کہ از خط زہر در زیر نگین دارد
 کہ بہ جذبہ محبت پیسرا ز پدہ گر فتم
 بکشا کش نہانی پسرا نہ پذیر بر آرد
 سبب این است جلائے وطن آئینہ را
 زین ستم آئینہ در فکر جلائے وطن است
 نگہ خود نہ تو انم ز رخت بردارم
 کہ از رخت نہ تو انم کہ دیدہ بردارم
 بہر قلم نوشتہ دارد
 رقم قتل جہانے است کہ تحریر شد است
 مگر دست قضا این قدر نئے آید
 از قضا این قدر نمی آید
 کہ شہاے سیاہم ابرو پیوستہ راماند
 بے توشہائے درازم ہمہ بر ہم بست است
 کہ دارد چشم لطف از دلبر نامہ زبان من
 کہ عاشق گشتہ و چشم وفا از یار ہم دارد

نامہ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است
 نامہ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است
 عمر دوبارہ سایہ سرورِ روانِ اوست
 عمر دوبارہ سایہ سرورِ بلندِ تست
 آبِ چون در رخِ افندہ میکنِ شیون چراغ
 صحبتِ ناجنس را باشد مثر آزار با
 در دستِ دیگرے است خزانِ و بہار ما
 در دستِ دیگرے است بہار و خزان ما
 شد نگینِ بانام تا افکند از خود نام را
 صاحبِ نام و نشان نمود نگین را
 کہ سیلابِ نگہ از عینکِ صاف
 چو نورِ دیدہ از عینکِ گورِ کرد
 غلافِ غنچہ گلِ شیشہٴ گلاب شود
 ز شرمِ غنچہ گلِ شیشہٴ گلاب شود
 کو آبِ کہ شیرینی جان زد دلِ مارا
 دلم می سوزد از شیرینی جان
 کہ چین بقدرِ بلندی در آستین باشد
 در خورِ طول است چینائے کہ در آستین
 پروازِ ماچورِ نگِ ببالِ شکستہ است
 پروازِ ماچورِ نگِ ببالِ شکستہ است
 چو چشمِ عکسِ دروے شخصِ پنهان

سلیم سے آنکھ پیچھے برد از ماسوی او دل است
 فطرت سے می توان از دل تمیز دین یافت احوال
 صاحب سے سرخشمہٴ حیات لب میچکانِ اوست
 فطرت سے عیشِ ابد بکامِ دل در دمنہٴ تست
 صاحب سے صحبتِ ناجنسِ آتش را بفریاد آورد
 علی سے آبِ چون در رخِ افندہ نالہٴ خیزد از جوش
 مشرقی سے برگِ خانبغیم و بامید رنگ و بو
 خالص سے مارا خبر ز شادی و غم نیست چون
 واعظ سے مدعا از دل برون کن تا بر آید مدعا
 وحید سے دور نگن نام را کہ نام نگدن
 ناظمِ معراج سے چنان بگذشت زینِ تنقہٴ شفا
 وحید سے ز چشمِ مر سوے بالا سفر کرد
 فیاض سے ببارغ بسکہ ز شرمِ رخت گل آب شود
 وحید سے بگلشنے کہ رخِ دوست بے نقاب شد
 دانش سے لب تشنهٴ تیغیم بگو قاتلِ مارا
 قاسم و پروانہ سے دم آہے ز تیغِ مستندم
 صاحب سے ہمیشہ صاحبِ طبعِ املِ نعیم باشد
 بیدل سے دشگاہت ہر قدر پیش آگفت بیشتر
 وحید سے بالِ مرآتگی پر نبستہ است
 بیدل سے مالا فہمت از مدو عجزے ز نیم
 چٹا گلشن از عدم آئینہ عالم عکسِ انسان

جهان انسان شد و انسان جهانے ازین پاکیزه تر نبود بیانی
 انسان هستی شخص عدم چو آئینه به پیش عالم بمثل عکس بے خویش و بخویش
 انسان بمثل چو چشم عکس است درو آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش
 این مضمون توضیحی میخواهد لهذا بشرح رباعی پرداخته می آید۔

شرح

هستی را که در اصطلاح صوفیه صافیه عبارت از حقیقت حق است تعالی شأنه
 تشبیه می دهد شخصی که خود را در آئینه مشاهده می کند۔ جنت جامع آنکه هر دو محتوی برکات
 از کثرت اند۔ کثرت در ذات رائی باعتبار اعضا و در ذات حق عه شأنه بحسب شیبونات
 ذاتیه چنانچه می فرماید کُنْتُ لَكُنْزًا خَفِيًّا۔ و هر دو خواهان ظهور اند آن تناسب اعضا
 می بیند این کمال اسمائی وصفاتی جلوه می دهد چنانچه می فرماید فَأَحْبَبْتُ أَنْ
 أُعْرَفَ۔

و عدم را که در اصطلاح این طائفه علیه عبارت از علم حق است جل برآینه تشبیه
 می دهد به آئینه۔ بعلاوه آنکه هر دو منشاء انکشاف اند۔

و عالم را بعکس آن شخص۔ و تشبیه آنکه خفایق عالم که نزد صوفیه صور علمیه است
 در مرتبه علم متجلی می گردد چنانچه عکوس در مرآت منطبع می شود و برابر باب بینش هویدا
 که چنانچه در آئینه عکس جمیع اعضا می افتد عکس چشم نیز می افتد۔ و در عکس چشم عکس آن
 شخص بتما نموداری گردد۔ پس حقیقت انسان را که از جمله خائف عالم مخصوص بجامیت
 و مظهریت اتم است تشبیه می دهد بعکس چشم که آن هم متناز است از عکوس سائر اعضا که
 آئینه داری آن شخص می کند و او را با و بازمی نماید بخلاف عکوس دیگر و هذا معنی
 کَلَامِ الشَّيْخِ الْأَكْبَرِ قَدَسَ سِرُّهُ وَكَانَ أَدْمُ هِيَ الْمِرَاةُ الْمُجَلُّوَّةُ۔

واشترک اسم مشبه و مشبه به یعنی انسان و انسان العین لطفه خاص دارد و تخلص شاعر که انسان است این لطف را دو بالا کرد-

پس معنی رباعی چنین باشد که هستی یعنی ذات حق که جامع جمیع شیوانات است در مرتبه علم که بمنزله آئینه است جلوه نمود و عالم بمثال عکوس و ظلال آن شخص متمثل شد- معنی بے خویش و بخویش آنست که عالم را مانند عکس و وجهت پیدا شد- آئین رو که موجود علیحدہ می نماید و بوصف غیریت بنظری آید بے خویش است یعنی هیچ زیراکه آن شخص در حقیقت خود بر خود مشهود می گردد و عکس را جز در وهم غلط نما وجودی نیست- و آئین رو که عکس در حقیقت خود اوست که بر خود متجلی است بخویش یعنی موجود فی حد ذاته-

اما حقیقت انسان از جمله حقائق عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم که ذات حق در و جلوه فرمود با جمیع مراتب که در عالم متجلی است- معنی پاک از کم و بیش آنست که ظهور حق تعالی در حقیقت انسان و ظهور او در تمام عالم با هم متضاد و متناقض نیست مگر بحسب اجمال در انسان تفصیل در عالم- چنانچه صورت آن شخص در آئینه و در چشم عکس تفاوتی ندارد الا به اعتبار کبر و مرآت و صغر و چشم عکس- و نظر همین انسان را عالم صغیر می نامند و عالم را انسان کبیر- این معنی بر طبق اصطلاح مشهور است و اگر بر مکتشف حضرت مجدد قدس سره حمل کنند نیز می تواند شد-

نزد مجدد قدس سره حقائق عالم اعدام است و صفات عالم اعدام صفات الهیه بشرط آنکه وجود حق جل شانہ و وجودات صفات در اعدام متجلی شوند بحیثیت که اعدام بمنزله مواد باشند- و وجودات بلکه عکوس آنها بمثابہ صور- و هر یک حقیقت ازین ماده و صورت ترکیب یافته واللہ اعلم-

شیخ غلام مصطفیٰ
انسان

درین مقام دو کلمه ترجمہ صاحب رباعی بقلم می آید نام انسان شیخ غلام مصطفیٰ است
واصلش از کنبو مولود و منشأ و مراد آباد از توابع شاہجہان آباد - انسان کامل
بود و در احاطہ علوم عقلی و نقلی ممتازا مثل تحصیل معقولات بیشتر از ملا قطب الدین
شہید سہالوی نمود و نمندے در خدمت شیخ غلام نقشبند لکھنوی تلمذ کرد و سلسلہ
سند حدیث بہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رسانید - و رسم ارادت در طریقہ
قادریہ بجناب شیخ جان محمد شاہجہان آبادی بجا آورد -

شیخ جان محمد

شیخ جان محمد از کلماء عصر بود و در عزلت و استقامت یگانہ وقت می زیست -
شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی می فرمود کسیکہ در بیانت صحبت اسلاف تمنا داشته باشد -
صحبت شیخ جان محمد دریابد -

شیخ غلام مصطفیٰ در فنون دیگر سواى علوم دینی نیز دستگاہ عالی داشت مثل
طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب و علم شانہ بینی و علوم ہندی بچشمی کہ
اکثر براہمہ حل غوامض از خدمت شیخ می کردند و شعر ہندی نیز خوب می گفت - صنادید
شعراء ہندی در حضور او سرفرو می آوردند - و اصلاح کبت و دودھ می گرفتند -

کتاب جمیع فنون در لوح سینہ محفوظ بود - و کراسی از کتب در ملک نہ داشت - و
استعارہ ہم نمی کرد - وقت درس سواى حل کتاب آن قدر فوائد و زوائد بقدر حوصلہ متح
ذکر می کرد کہ ہر گاہ این کس رجوع بخواشی می نمود فوائد سموعہ را از فوائد مکتوبہ زیادہ
می یافت و ہر کس از ارباب فنون بخدمت شیخ می رسید بہر فن کہ مناسب آن کس می
دید صحبت می داشت -

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گزرا نید - در عہد عالمگیر پادشاہ بہ علاقہ منصب داری
از ہند بدیار دکن فرامید - و مدتے درین دیار بسر برد آخر با ترک نوکر پیشگی کردہ
در بلدہ الیچپور پائے اقامت افشرد -

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانی تعلیق خاطر پیدا شد۔ جوان در قصبه از قصبات سکونت داشت۔ خود را بسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم قضا را جوان فوت شد و من سر به صحرای ادم و قته مولانا قطب الدین را اگر سے بران قصبه افتاد و از مردم استفسار حال بنده نمود۔ صورت واقعہ بعرض رسانیدند۔ فرمود کسی برود و او را بیارم مردم گفتند او با باوی زنهاری آید۔ حضرت ماقلم گرفته بر شقه نوشت اَطْرِقْ کَمَا اَطْرِقَ کَمَا اِنَّ النِّعَامَةَ فِي الْقُرْبَى

این کلام افسون عرب است کہ بآن جانور وحشی را صید کنند۔ استعمال این کلام درین مقام نظر محال شیخ و حضرت ملا کہ استاد بود بسیار بموقع واقع شد۔

بمجرد دیدن شقه للمعاً و طاعة بنی مت ملا شتافتم و سعادت ملازمت دریافتم شیخ پیش از انتقال بسہ سال لباس را تغیر داد و لبس قیص اختیار کرد۔ شب اول در خواب دید کہ گویندہ می گوید رَجُلٌ خَلِيلٌ كَعَمَلٍ خَيْرًا

انتقال او در سنہ ثلثین و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۲) واقع شد۔ مدفن المیچپور اکنون گلگون فلم بر جادہ مدعای اصلی می خرامد۔

بقیہ بحث توارد

گرفتیم کہ شاعرے جمیع دواوین زبانے را احاطہ کرد و دواوین زبان و دیگر را چہ علاج می تواند کرد۔ و جامع السنہ مختلفہ بودن خود بسیار نادر است مثلاً علامہ حلپی متخصص بفارغ گویدہ

جرم از طرف غیر و ملامت ہمہ بر من گوئی سرگشت ملامت زدگانم

این مضمون بعینہ در شعر ابن شرف قیروانی واقع شدہ کہ می گویدہ

عَبْرَتِي جَنِي وَاَنَا الْمُعَاذُ فَيَكُلُّهُ فَكَأَنِّي سَبَّابُهُ الْمُسْتَدَرُّ

ابن شرف این شعر خود را بر ابن شریق خواند و پرسید کہ مثل این مضمون شنیدہ۔

گفت بے شنیده ام و بیت نابغه ذبیانی بر خواند

كَفَلْتَنِي ذَنْبَ امْرِئٍ وَتَرَكَتَهُ كَذِي الْحَرِّ يَكْوَى عَيْرُهُ وَهُوَ رَاقِعٌ

عمر بنم عین محله مرضی است که در شتر میشود و شتر صبح را داغ کنند تا سیرایت نمکند۔

ابن رشیق با خواندن شعر با این شرف گفت که تو این مضمون را از اینجا گرفته و

فاسد ساخته زیرا که معاقب غیر جانی باید۔ در بیت تو هر دو یکے است و در بیت نابغه

جدا است۔

راقم الحروف گوید در شعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نه شخص با شخص

مثلاً زبان ناگفتنی گفت و این کس انگشت گزید پس می بایست که زبان را تعذیب

می کرد۔ و همچنین چشم نادیده فی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ و شاعر را این اعتبارات

کفایه می کند و ملا محمد سعید اشرف ما زنده رانی گوید

نگاه گوشه چشمی سوی می توان کردن نماز وقت بیماری با پامی توان کردن

و برهان الدین قیراطی در همزیه خود گوید

كَمْ سَلَامٍ بِالطَّرَفِ مِنْهَا عَلَيْنَا كَصَلْوَةِ الْعَلِيلِ بِالْأَلَمِ

و شوکت بخاری گوید

تا کیم مژگان چشم داغ باشد تیر او دیده زخم مرا ابرو بود شمشیر او

و ابن نباته مصری گوید

خَلَقْنَا بِأَطْرَافِ الْقَنَافِ طُهُورَهُمْ عِيُونُ الْعَاوِقِ السُّيُوفِ حَوَاجِبُ

طرف آنکه شاعر پیش از ابن نباته این مضمون را یافته۔ چنانچه علامه

تفتازالی در خاتمه فن ثالث از مطول بیان کرده۔

وسید حسین خالص گوید

خونے زدم تیغ تو ای شوخ چکید است آن خال که بر گوشه ابروے تو پیدا است

و مؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفته ۛ

لَيْسَتْ مِنَ الْمُسْكِ خِلَانٌ يُوجِبَتْهُ دَمَّ تَقَاطُرٍ مِنْ صِمَصٍ لِحَظَتِهِ

و علماء گفته اند که اگر ثنائی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون باشد مذموم - و اگر مساوی باشد فضیلت اول راست و ثنائی بعد از ذم است - بشرطیکه آثار سمرقه هویدا نباشد -

عارف جامی قدس سره در بهارستان تحت ترجمه سلمان ساوجی میفرماید که -

و کے در سلاست عبارات و دقت اشارات بے نظیر افتاده - در جواب استادان

تضائد دارد - بعضی از اصل خو تر و بعضی فرو تر و بعضی برابر - وی را معانی خاصه

بسیار است و اکثرش از معانی استادان بخصیص کمال اسمعیل در اشعار خود آورده

چون ثنائی در صورت خو تر و اسلوب مرغوب تر واقع شده محل طعن نیست ۛ

معنی نیک بود شاهر پاکیزه بدن که بهر چند در و جامه دگرگون پوشند

کسوت عار بود باز پسین خلعت او گردن خویش از پیشتر افزون پوشند

هنرست این که گمن خرقه پشیمین ز بر سرش بدر آرد و در و اطلس و اکسون پوشند

و مضمون این قطعه را محرر کلمات در بیت آورده و بر منطوق قطعه شاعر گزرا نیده -

بیت این است ۛ

شاهر معنی که باشد جامه لفظش کس نکته دانے گریه بر تازہ پوشاند خوش است

(۳۹) کلیم ابوطالب

همدانی المولد کاشانی الموطن - عارج طور معانی است و مقتبس نور سخنی -

بمیفه سخنش یدر بیضا است و خامه سحر شکنش همدست عصا - در جمیع اسالیب نظم قدمت عالی دارد و همه جاد و سخنوری می دهد و لهذا جمیع او را خلاق المعانی ثنائی گفته اند

دوبارہ سیر ہندوستان کرت اولی در عہد جاگیر سی رسید و باشاہ نواز خان بن میرزا اسحاق صفوی صحبت کوک گردید۔ بعد چندے (اورا) یا وطن دامگیر شد و در سنہ ثمان و عشرین والہ (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب" تالیف مراجعت خود یافت لیکن بیش اندو سال در آبخانہ استاد۔ و کرت ثانی شہدیز عزم جانب ہند جلوریز ساخت و بامیر حلقہ شہرستانی متخلص بر روح الامین مصاحب و مربوط گشت و تہمت برداشت۔ و در مدح او و شاہ نواز خان قصائد غرا پر داخت آخر دست بدامن دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَا اللّٰهُ بُرْهَانُكَ زِدْ دُورِ شَنَا گستران قوم سر بر خلافت رتبہ سر حلقگی ہم رساند۔ و بخطاب ملک الشعراء بلند آوازہ گشت۔ و سالہا در رکاب والا مشمول عواطف بود۔

صاحبقران وقتے کہ از سفر اول کشمیر لوای معاودت برافراخت و چتر سلطنت در قرب مستقر الخلافہ اکبر آباد سایہ وصول انداخت ساعت در آمدن شہر و جلوس بر تخت مرصع کہ حسب الامر بصر یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت۔ و در عرض ہفت سال صورت اتمام پذیرفت۔ و شعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر برداختہ اند۔ و مورخان روزگار بر رخے ازان اشعار در تاریخ نامہا ایراد ساختہ۔ باختیار انجم شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع و اربعین والہ (۱۰۲۲) مقرر شد۔ و تارسیان ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود۔ و غرہ شوال این سال نیز اعظم درز ہتکہء محل خرامید و معانقہ عبید و نوروز نشہ سرور جہان بیان داد و بالاساخت۔ پادشاہ بتاریخ مقرر داخل شہر شد۔ و بر تخت مرصع جلوس نمود۔ و تانہ روز جشن عالی انعقاد یافت۔

ابو طالب کلیم در تنہیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدہ نظم کرد و ہم پایہ سریر اعلیٰ معروض داشت مطلعش این است

نخستہ مقدم نوروز غرہ شوال نشانہ اندچ گلہائے عیش بر سر سال

قصیده درجه قبول یافت. و کلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیده شد. مبلغ پنج هزار و پانصد روپیه هم سنگ برآمد. و بان زبده موزونان انعام شد.

و در جشن نوروز سال دیگر یعنی خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) حاجی محمد جان قدسی در مقابلہ قصیده برز سنجیده شد. و همین قدر مبلغ هموزن برآمد چنانچه در ترجمه او گزارش یافت.

و در سنه ست و اربعین و الف (۱۰۴۶) باقیانامینی قصیده تهنیت نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیده شد. و مبلغ پنج هزار روپیه مساوی وزن حاصل کرد.

و بوضوح پیوست که قدسی و کلیم بپایه سریرشاهی چنانچه در میزان اکرام هم سنگ بودند در میزان انعام هم رتبه مساوات داشتند. و چنانچه این هر دو از باقیانامینی در موزون معنوی راجح اند در موزون صوری نیز رجحان داشتند.

و در جشن وزن شمس سنه ثمان و اربعین و الف (۱۰۴۸) در دار السلطنت لاهور کلیم را هزار روپیه بصیغه جائزه شعر عنایت شد.

کلیم در آخر ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساخته رخصت کشمیر حاصل کرد. و در آن خطه بهشت آیین رنگ اقامت ریخت و بتقریر سالیان از سرکار پادشاهی آسوده حال می گزرانید.

چون الویہ صاحبقران در سنه خمس و تحسین و الف (۱۰۵۵) بصوب کشمیر ارتفاع یافت. و غره زیج الاول این سال ظل ورود بر خطه کشمیر انداخت. ابوطالب کلیم قصیده در تهنیت مقدم پادشاه رسانید و بمرحمت خلعت و دولیت اشرفی طلائے احمد بهره مند گردید.

و همچنین روزی که موکب سلطانی موافق چهارم شعبان همین سال از

گلگشت کشمیر عطف عنان نمود۔ کلیم را در صلہ قصیدہ دولست مہر انعام شد۔
 فوت کلیم پانزویہم ذی الحجہ سنہ احدی و ستین و الف (۱۰۶۱) وقوع یافت
 و در نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردیدہ
 گفت تاریخ وفات او معنی طور معنی بود روشن از کلیم

این چند بیت از دیوان کلیم نقل می شود
 دل دامن مجاورت چشم تر گرفت با طفل اشک صحبت دیوانہ در گرفت
 زان چشم ندیدم کنگا ہے بمن افتد بیمار عجب نیست اگر کم سخن افتد
 نہ رحم کرد کہ خون دل خراب نخورد غور از سفال شکستہ آب نخورد
 کے تمنائے تو از خاطر نا شاد رود داغ عشق تو گلے نیست کہ بر باد رود
 دماغ برفلک و دل زہریر پائے بتان زمن چہ مے طلبی۔ دل کجا۔ دماغ کجا
 گرفتار تنگ است از بزمی صیاد نیست صید از ذوق گرفتاری بخود بالیدہ است
 دیدہ امید را کردی سفید از انتظار دوست ماران را بنود این چشم از دلداریت
 ہر آنچہ رفت ز دستم برون ز دل ہم رفت میان دست و دلم چون صد جدائی نیست
 از جہان بے بہرہ را بنود منما عمر خضر روز کوتاہ از برای روزہ داران بہتر است
 تو پادشاہ حسنی۔ مشمار بوسہ بر ما زیراکہ عیب شاہان دانستن حساب است
 ہر کہ خود بین و خود آرا۔ زہن محروم است ہمو طائوس کہ پُر زینت و کم پرواز است
 سر بر تن صدف نبود زانکہ روزگار یکجا بہیچ کس سرو سامان نمی دہد
 کباب حسن تو ام قدر حظ بگو دامن ز سایہ ذوق نگر و آنکہ آفتاب نخورد
 اغنیاء بہرہ ز اندوختہ خود نبرند کہ ہمین تشنہ لبی قسمت دریا باشد
 مژہ را داد ز کف چشم تو در آخر حسن ترک مفلس چو شود تیغ بیازار برد
 دوستان نازک مزاج و مالے نازک دماغ چون کسے اوقات صرف پاس خاطر نکند

بتان ز صحبت ہم می کنند کسب غرور ترا بآینه ہم آشنا نمی خواهم
 دشنام و بوسه هر چه عوض می دهی بده حاشا که با تو بر سر دل گفتگو کنم
 چون رشته گلدسته بگردیم خوبان گردیدیم و یک یار وفادار ندیدیم
 آثر نیسان فاخته ام شد گلو کبود ز منت ز خلق بسکه بگردن گرفته ام
 از اداسه خواجه هر کس نجات می کشم با کمال بے دماغی من و کیل عالم
 نهال مرکبش و گل بے وفا و لاله دورو درین چین بچه امید آشیان بندم
 مکشای زبان بز خودی را چو بیتی ز نهال که شمع شب مهتاب نباشی

(۲۷۰) معصوم - میر معصوم

پسر میر حمید رحمانی کاشی و برادر میر سبخر است - صاحب ذہن ثاقب - و
 ہم طح ابو طالب کلیم و میرزا اصائب بود -

میرزا اصائب غزلے می فرماید و یک رنگی ہر سہ معنی طراز با ہم بیان می نماید
 خوش آن گروہ کہ مست بیان یکدگرند ز جوش فکری ارغوان یکدگرند
 نمی زنند بسنگ شکست گوہر ہم پے رواج متاع دکان یکدگرند
 زنند بر سر ہم گل ز مصرع رنگین ز فکر تازہ گل بوستان یکدگرند
 سخن تراش چکر دند تیغ الماس اند زند چو طبع بکندی فسان یکدگرند
 بغیر صائب و معصوم نکتہ سخن و کلیم دگر کہ ز اہل سخن مہربان یکدگرند

میر معصوم مدتی با حسن خان حاکم ہرات بسر برد و در عہد شاہجہانی
 قصد ہند کرد و در نواحی بنگالہ افتاد - اعظم خان ناظم بنگالہ میرزا باغرازا و
 اجترام پیش آمد - و لوازم قدر شناسی بتقدیم رساند - اعظم خان جد ارادت خان
 واضح است - احوال او مجملہ در ترجمہ واضح سمت و ضوح می پذیرد -

میر معصوم مدتی رفاقتِ اعظم خان برگزید۔ واز موائد احسان او کامیاب گردید۔
سکہ سخن باین خوش عیاری رواج می دهد

مراکشایش خاطر از گلستان است کلید قفل دلم بڑہ بیابان است
ای کہ ہمراہ موافق ز جہان مے طلبی آن قدر باش کہ غقاز سفر باز آید
خراب ہمت نوشتم کہ صبح چون گردون گر آفتاب بدستم قناد شام نماند
نام قاصد چون برآمد قالب من شدستی مرغِ رُوح من جواب نامہ دلدار بود
بعد تحریر سرو آزاد معلوم شد کہ میر معصوم در سنہ اثنین و خمین والہ (۱۰۵۲)
در ہند وفات یافت۔ و قطعہ تاریخ فوتش در دیوان میرزا محمد علی ماہر بنظر درآمد۔ مادہ
تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر و سبغ قدم نہاد۔

(۲۷۱) شیدا

مؤلف و منشأ او فتپور از توالج اکبر آباد است۔ صاحب ذہن رساد فکر آسمان پیمای
بود و شعر را بسعرت تمام میگفت۔ و یکچشم زدن جواہر فراوان می سفت طبعش در مسلک
سخن طرازی اگرچہ راست می رفت اما از جادہ حسن خلق انحراف داشت۔

قصیدہ اعتراضاتے کہ در مقابلہ قصیدہ حاجی محمد جان قدسی بنظم آورده شہر
تمام دارد۔ و طالبائے آملی و میرالہی و دیگر مردم را ہجو کرد۔ چون شیوہ ہجا
شعار خود ساخته بود۔ خود نیز ہدف ناوک حریفان می شد۔ مناظرہ سبغ فیروز باشیدا
مشہور است۔

صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند ”عدد اشعارش بصد ہزار رسید“
در اوائل حال چنرے رفیق خانخانان بود و یا مے ملتزم آستانہ شہر یار
بن جہانگیر یا دشاہ۔ بعد از ان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاہ جہان۔

اَنَّا رَ اللّٰهُ بُرْهَانَهُ مُنْخَرِطُشَد۔ ودر زمرہ اعدیان سرکار و الادا اخل گردید۔ و چون مطلع او کہ

چیت دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے حُسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے
سمع پادشاہ رسید و غضب آمد بخت آنکہ اُم الخیثامٹ را در لباسے کہ نباید
وصف کرد۔ و حکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند۔ شدید قطعہ غدیری
املا نمود۔ و قول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ

از صراحی دوبار قتل می پیش جامی بہ از چہار قتل است
پادشاہ از سر عتاب در گزشت

الحق در عہد اکبر پادشاہ و جہانگیر پادشاہ و تہذیب دینیا د اسلام راہ یافتہ
صاحبقران ثانی از سر نو بتوسیس قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب
عالمگیر متمم۔ و این ہر دو پادشاہ غفران پناہ حق عظیمی بر اسلامیان ہند
ثابت کردہ اند۔

شدید آخر حال در خطہ کشمیر گوشہ گیر شد بمواجبہ از سرکار صاحبقرانی
موظف گشت۔

از منظومات اوست مثنوی مسمی بہ دولت بیدار در برابر مخزن اسرار
مطلعش ابن است

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	آمدہ سر حشر فیض عیم
درین چرچن گل و لالہ شبنم اندود است	کہ خندہ گل ابن باغ گریہ آلود است
بیک ل کے توان اندیشہ دنیا و دین کردن	کہ توان ہر دو دست خویش در یک آستین کردن
گفتن دعا بہ لطف تحصیل حاصل است	با خضر کس گفت کہ عمرت دراز باد
فسوگدانان خاکے کہ ازوی ہوی مار آید	شناسم ہوی زلفت را اگر در مشک تریچہ

ہوا بیت در سرے گنج کہ در زیر دم تیغست
چو شمع از جینج ہر دم سر دیگر برون آرد
شہید حسرت آغوشت ای نازک بدن گشتم
بجائے موے سر در ماتم بند قبا بکشا

(۷۲) ادہم میرزا ابراہیم بن میر رضی

از اجلہ سادات اربیان من توابع ہمدان است پدرش میر رضی نیز صاحب
سخن بود۔ دیوان مختصرے از و بنظر آور آمد۔ طور قدا دارد۔ ساقی نامہ او شیرین افتا
از ان است ۷

دماغم زے خانہ بوئے شنید حذر کن کہ دیوانہ ہوئے شنید
بگیرید زنجیرم اے دوستان کہ سپہ کندیار ہندوستان
دور از ان در اشک بیتا بمہر گلن آشتات دست با سر سبز انو۔ پایدا مان آشتاست
ادہم بیانے خوش دارد و زبانے دلکش۔ میرزا صاحب سخن اور اقصیٰ میں کندو
می گوید ۷

ابن جواب آن غزل تھا کہ ادہم گفتہ است گزشت دامن بگیرم خون من خود مرده بہ
ادہم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریگان شباب قصد گلگشت ہندوستان
کرد۔ و در عمدہ شاہجہانی درین دیار رسیدہ۔ بذریعہ حکیم داؤد خاں طبیب تقرب خان
کہ از امراء عمدہ شاہجہانی بود بار بار بہ محفل خلافت گردید۔ و نوینیان عظام نظر بہ نجابت
خاندان طرف مراعات او نگاہ می داشتند۔ لیکن از بسکہ ہرندی و بیباکی مجبول بود -
و سودائے نیز و سر داشت۔ و علانیہ ترکب مناہی می شد۔ و با اعیان شوخیہا می
کرد۔ از مرتبہ افتاد۔ و چون بالتقرب خان ہم بے ادائیہا از حد گزرا نید۔ خان مذکور
اور انجس فرستاد۔ تا در سنہ ستین والف (۱۰۶۰) در دار الخلافہ شاہجہان آباد
زندانی ہستی را پدرود نمود۔

بہاؤ بخش چنین جوش ے زندہ

رسائی بین کہ چون بر نیز داز جاذبہ رعنائش فند گیسوئے او چون سایہ شمشاد بر پایش

(۲۳) الہی - میر الہی

از سادات اسد آباد من توابع ہمدان است - کلامش لطافت و غن و بے دارد - و مذاقہارا لذتے خاص می بخشد -

در صفایان بسیار بوده - و با حکیم شفقائی و آقا رضی صحبت داشته -
آخر بہ نرہتنگدہ ہندوستان رفت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت - بسیار خوش خلق و در ویش مزاج بود - و نزد اکابر معزز و محترم می نشست -

فوتش در سنہ اربع و ستین و الف (۱۰۶۲) واقع شد - یعنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت - مصرع بُرد الہی ز جہان گوی سخن

سیف کلکش چو ہر بابا بن خوبی عرض می کند

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد ز آب دیدہ من می توان نیم کرد

رباعی

از دوریت ای تازہ گل باغ مراد چون پنچہ چیدہ خندہ ام رفتہ زیاد

گریان چو پیالہ پُر دم در کف مست نالان چو سبوی خالیم در رو باد

(۲۴) یحیی - میر یحیی کاشی

شاعر است احیاء معانی کارش - و جان در کالبد سخن دمیدن شعارش - از

ولایت خود در عصر صاحبقران ثانی شاہجہان رگراے ہند شد و در ذیل ثنا طرازان شاہی منسلک گردید -

ملا عبدالحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید -

”غزوة ذی القعدة سنة تسع وخمسين والى (۱۰۵۹) مییحی شاعر را صد مہر انعام شد انتہی“

و چون قلعة ارک دار الخلافہ شاہجہان آباد با سائر عمارات بصرف مبلغ شصت لک روپیہ در سنہ ثمان و خمسين والى (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ وصاحبقران وقت داخل شدین درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ مییحی تاریخ بر آورد کہ رع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد
دران جشن تاریخ از نظر شاہی گزشت و ہزار روپیہ صلہ مرحمت شد

انتقال او در شاہجہان آباد یازدہم محرم سنہ اربع و ستين والى (۱۰۶۴) اتفاق افتاد۔

نخل سخن باین نازکی می بندد

بہرور یا نہ نہی پاک از فقیران است قدم نہ بہنستان کہ جاک شیران است

ز روی آدمیت پند من نا صبح نمی داند کہ من با آن پری خو کردام آدم نمی خواہم

مہر دست گیر بیان گوشہ گیری را کہ مومیائی پائے شکستہ دامان است

ہرچہ یابم تا نیشخام نمی گیرم قرار و کف زال ملک پستو چون پرویز نم

نرمی بسیار خواہد باد رشتان ساختن مغر خونا خور و تا در استخوان جا کردہ آ

ہمچون غلاف گرد موافق یکے شوند باتیغ شان ز ہم نتوان ساختن مجدا

حیاتم نس بود چندان کہ کیشب با گلے شہم شود چون روز روشن عمر چو شبنم نمی خواہم

ہر آن نے کار زود در ناخن دل کرد بود آخر برائی نوش ایوان قناعت بویا کروم

نیم از ناوک صیاد آگہ۔ اینقدر دامنم کہ جلے دام اگر خواہی بجاکم متیوان کرد

دولب و دوناخن مرد است تا بہم رسند گرہ ز خاطر خود و انمی توان کردن

(۲۵) دانش میرضی بن میر ابو تراب ضوی مشہدی

شاعر عالی جناب است و معنی تازہ یاب۔ زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نہال بیانش در نہایت نازکی و دلنشینی۔

در عہد شاہجہان پادشاہ با والد خود عازم ہند گردید و در اشتیاق ہند گفت ۷

راہ دور ہند پابست و وطن دارد مرا چون خاشب در میان فتن ہندستان خوش
بعد وصول ہندوستان با ریاب محفل شاہجہانی گشت۔ و در شعبان سنہ خمس و
ستین والف (۱۰۴۵) قصیدہ در مدح پادشاہ بعرض رسانید۔ و دو ہزار روپیہ
صلہ عنایت شد۔ بیتہ از ان قصیدہ این است ۷

بخوان بلند کہ تفسیر آئیہ کرم است خطہ کہ از کف دست مبارکش سپید
و چندے خود را در ملازمان شاہزادہ دارا شکوہ در آورد و بہ الطاف
خاص فوارش یافت۔ شاہزادہ را این بیت او کہ ۷

تا کہ لاسر بزکن ای ابر نیسان در بہار فطرہ نامی میتو اند شد چہ را گو ہر شود
بسیار خوش آمد و لک روپیہ بہاے شعر مرحمت نمود۔

و ایامے در بنگالہ با شاہزادہ محمد شجاع بن شاہجہان نیز بسر برد۔
از انجا رخت سفر بہ حیدر آباد کن کشید۔ و نزد عبد اللہ قطب شاہ و ابی انجا
اعتبار تمام بہم رسانید۔

میر ابو تراب والد میرضی ہم طبع نظم داشت و فطرت تخلص می کرد۔ و
در حیدر آباد سنہ ستین والف (۱۰۶۰) بر بستر تراب خوابید۔ قبر او در دائرہ

میر محمد مومن استرآبادی دیده شد. بر لوح مزار او کنده اند که این رباعی را دم آخر
بنظم آورد. رباعی

فطرت بتوروزگار نیزنگی کرد نخواست بهر خارج آهنگی کرد
آن سینه که حالے درومی گنجید اکنون ز ترود نفس تنگی کرد
و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته، هم بر لوح مزار میر ابو تراب
تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش کن اعتماد بر عمر دراز کاید بزمان کم بسر عمر دراز
گیرم که چو عیسه بفلك بر شده آید بچه کار بے پدر عمر دراز
آخر الامر سلطان عبداللہ قطب شاہ میر رضی رانائب الزیارة خود
مقرر نموده در سنہ اثین و سبعین والف (۱۰۷۲) رخصت مشہد مقدس ساخت
که در روضہ رضویہ از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در ازاء این
خدمت دوازده تومان تبریزی سالیانہ از سرکار سلطان باومی رسید. نقل فرمان تقریر
سالیانہ در منشآت حاجی عبدالعلی طالقانی که منشی سلطان عبداللہ
بود. بنظر رسید.

انتقال میر رضی در سنہ ست و سبعین والف (۱۰۷۴) واقع شد. منتخب
دیوانش بملاحظہ درآمد و این اشعار منتخب گردیدہ

نمک شناس اسیران گرا ز نفس رستند پنجل خانہ صیبا د آشیان بستند
روی ماہ نو بروی بادۂ گلگون بہ بین آب عمر افزا بنوش و حسن روز افزون بہ بین

لے ہمیں رباعی بادی تغیر در مآثر الامر جلد دوم صفحہ ۵۸۸ مطبوعہ کلکتہ در ترجمہ علامہ فیضی مذکور است و
وفات او در سنہ یک ہزار و چہار اتفاق افتادہ میر ابو تراب در سنہ یک ہزار و شصت روادہ پس از
باید فہمید کہ حقیقت حال این رباعی چیست۔

در بزمِ کم نَم سیرِ که جائے دگر م نیست
 از حلقہ برون چون قح می سفر م نیست
 بتا ساز درین بزم نسبتے داریم
 خوش انداہل نشاط از ضعیف نالیہا
 پر ہزار آفت ہم صحبتِ دیرینہ باش
 کاش اول نبودے شیشہ با سنگ کاشا
 صفحہ دشت با مدادِ رفیقان طلی کن
 چون قلم بے دوسہ یارے بسفر نتوان
 کشادہ رویِ خوبان در آخر حُسن است
 درین چمن ہمہ جاموسم خزان باز است
 متاب رخِ نفستے تا بجائے خود باشیم
 چون عکسِ آئینہ مازندہ از نگاہ تو ایم
 شبِ عید آدمی بنیقح در دستِ نگینش
 شبستانِ خنایا مشبہ چراغِ روشنے دارد

(۴۷) مسیح حکیم رکن کاشی

مسیح و مسیحی و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسیٰ نفس۔ تشخیص مزاج
 معنی زود رس خادمِ طبیعتِ سخن۔ روح آفرین قوالِ بکن۔

میرزا صائب نام اورا بتعظیم میگیدومی گویدے
 این آن غزلِ حضرتِ رکن است کہ فرمود
 پائے مخے پیشِ سلیمان چہ نماید
 ورفن طبابت نیزید طولی داشت۔ و آثار تخلص خود بظہوری رسانید۔

سالہا از مصاحبان خاص شاہ عباس ماضی بود۔ شاہ مکر منزل اورا بہر تو
 قدم برافروخت۔ آخر مزاج شاہی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاہ مشاہدہ کردہ
 از ولایت برآمد و درین باب گویدے

گز فلک یک صبح ہم بامن گران باشد سرش
 شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش
 و خود را بدار الامن ہمہ کشید۔ و در آستانہ اکبر یا پادشاہ با سودگی می گزرا نید۔
 و در عہد جماعتگیری نیز قرین کامرانی و باریاب محفلِ سلطانی بود تا آنکہ بتقریبے جانب

الہ آباد رفت۔ وچندے دران مصر محل اقامت افگند۔

آخر بار سفر بصوب حیدر آباد دکن بریست۔ میر محمد مومن استرآبادی وکیل السلطنت محمد قلی قطب شاہ بدیدن حکیم شریف آورد حکیم برسم تواضع شیشہ گلاب را غلط کرده شیشہ شراب بر میر افشاند۔ میر آزرده گشت و حکیم غرق عرق انفعال شدہ راہ بیجا پور گرفت۔ و در انجا نیز زمانہ موافقت نکرد۔ ناگزیر بہ اردوی جہانگیری معاودت نمود۔ و با مہابت خان ملازم گشت۔

چون صاحبقران ثانی شاہ ہجہان براوزنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعہ تاریخی اطا کردہ بعض رسانید و بانعام دوازده ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است

پادشاہ زمانہ شاہ جہان خرم و شاد و کامران باشد

بہر سال جلوس او گفتم در جہان بادشاہ جہان باشد

و در سنہ احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱) بنا بر کبر سن التماس رخصت مشہد مقدس نمود۔ وقت رخصت بعنایت خلعت و پنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت و دکن رفتن توفیق زیارت حرین شریفین یافت و با ایران دیار برگشت۔ آوجی نطنزی گوید

میان ہمنفسان خواستم مسیحا را	ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکن را
سفینہ سخن از ورطہ برکنار آمد	گزر بساحل ایران فتاد دینار را
کمن شراب جوان نشہ طبیعت او	نوید عمر طبعی دہد ارجب را
زمہ مہادتہی دست ساقی کہ رساند	بیای بوس صراحی پیالہ مارا

بعد اراک زیارت روضہ رضویہ بجا ذبہ حب الوطن متوجہ کاشان گردید۔ و ایام توقف کردہ بہ ارادہ در گاہ شاہ صفی رو بصفا لان آورد و از شاہ چند انکساف یافتہ بہ شیراز آمد۔ پس از چندے باز رخت سفر بہ کاشان کشید۔

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طراز دکر :-

”حکیم رکنائے عراق مراجعت نموده بدعائے دولت ابد پیوند مشغول گشت۔ و چون در

”سلک مدحت سرایان این دودمان علیہ انتظام داشتند۔ و دارد۔ در اکثر سنوات

”اور از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند۔

وفاقتش در سنست و ستین و الف (۱۰۶۶) واقع شد۔ این مصرع تاریخ یافتہ اند

رفت بسوی فلک باز ^{۴۶} _{۱۰۶۶} سچ دُوم

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است۔ معجون سخن چنین مرتب می سازد

اگر خواہی کہ سخن زور فقر و سلطنت باہم ^{۴۶} _{۱۰۶۶} پچینیہای نفقوری بزن کشکول چوبین را

سبزہ پامال است در زیر درخت میوہ دار ^{۴۶} _{۱۰۶۶} در پناہ اہل دولت ہست خواری بیشتر

در ہجر بکید و روز صبورم کہ از فراق ^{۴۶} _{۱۰۶۶} چون شاخ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی بار کسے ^{۴۶} _{۱۰۶۶} وین دیدہ ندوخت چشم ہر تار کسے

صد شکر کہ در جہان بستم ہرگز ^{۴۶} _{۱۰۶۶} تحت الحنکی بقصد دستار کسے

(۴۷) حاذق۔ حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقف فن است و نبض شناس سخن۔ میرزا اصائب تبضین مصراع او

پرواز دومی فرماید

جواب آن غزل حاذق است این مصلحت ^{۴۷} _{۱۰۶۷} بہار دیدیم و گل دیدیم و خزان دیدیم

مولد حاذق فتحپور سیکری است ^{۴۷} _{۱۰۶۷} در غنہ نگیری بمنصبے شایستہ سرفرازی شد

و چون حکیم ہمام باتفاق میرسید صدر جہان پہانومی ^{۴۷} _{۱۰۶۷} در زبان اکبری

سفارت عبداللہ خان والی توران نامزد شدہ بود۔ صاحبقران ثانی شہا بہمان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود۔ حکیم حاذق بعد اای سفارت مراجعت نمود و از درگاہ خلافت بمنصب سہ ہزاری و خدمت عرض مکرر بعرض امتیاز درآمد۔

و پایان عمر دستقر الخلفاء اکبر آبا و گوشہ انزو گرفت و بسالیانہ پانزدہ ہزار روپیہ از سرکار پادشاہی مؤظف گردید۔ و تا سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) شالیانہ اوباضا فہمای متعدد پچمل ہزار رسید۔

حکیم در شوال سنہ سبع و شتین و الف (۱۰۵۶) در اکبر آبا و شربت فنا شد۔

ادہم خامہ را باین روش جولان می دہد

ز گردوش فلک اسرار حرمہ شد فاش بیک کلاہ دوسر شکل است پوشیدن
ما قدر جوانی چہ شناسیم کنز اول تصویر کشان قامت ما پیر کشیدند
بقول من نرسید است فعل من ہرگز خوشاکس کہ دراز است از زبان دستش
درینجا محلجہ احوال سید صدر بہمان کہ در ترجمہ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامہ
تقریب جو حوالہ می شود

سید صدر بہمان

مولد و منشأ سید بہمانی است بکسر بائے فارسی دیائے تخناتی در آخر قصبہ ایست از توابع لکھنؤ۔ سید فاضل جید بود۔ و طبع ظریف و مکتہ سخن داشت۔
ابتداء حال بواسطہ شیخ عبدالبنی صدر بہلا مت اکبر بادشاہ رسید و منصب
اقتاء ممالک محروسہ برقرار گرفت۔

در سنہ اربع و تسعین و تسعاتہ (۹۹۴) پادشاہ اورا با اتفاق حکیم ہمام نزد
عبداللہ خان والی توران با پلچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نمودہ

در خطہ کابل پادشاہ را دریافت -

و پس از چندے بطلای منصب صدارت کل بر صدر عروت نشست و رفتہ رفتہ بیایہ امارت و منصب دوبراری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ در ایام شاہزادگی چہل حدیث و رخصت سید بخواند - شاہزادہ اورا بسیار دوست می داشت - روزی سید از قرضداری خود شکایت کرد - شاہزادہ با سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد - قرض شمارا ادائی کم - یا ہر منصبی کہ خواہید میدہم - بعد جلوس سید را مختار کرد - او منصب چہار ہزاری درخواست پادشاہ بمنصب مذکور نوازش فرمود - و صدارت را نیز بحال داشت - و قنوج را در اقطاع او خواہ کرد -

سید محسن الزمان نافع الخلق بود - در صدارت عہد جہانگیری چندان مدو معاش بمستحقان مقرر نمود کہ میرزا جعفر آصف خان بقرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش آشیانی اکبر پادشاہ در عرض پنجاہ سال بخشید - سید در عرض پنج سال بمردم حوالہ کرد - صد و بیست (۱۲۰) سال عمر داشت - اصلاً و عقل و حواس او فتور سے راہ نیا انتقال او در سنہ سبع و عشرين والف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہر گاہ سید بسفارت توران رفت پادشاہ و امراء آنجا سید را در فنون بسیارے امتحان کردند مثل خوشنویسی و تیر اندازی و شطرنج و غیرہ سید در ہر باب کامل عیار برآمد و مردم آن دیار را در حیرت انداخت

اما طاقطھی رسالہ در باب الپی گری حکیم ہمام و سید صدر جہان ترتیب دادہ در ان رسالہ جمیع ہنر ہا نسبت بہ حکیم ہمام نوشتہ الا علم مجلس کہ آن را نسبت بسید نقل کردہ - و سید بر علماء آنجا غالب آمدہ -

(۲۸) فرج - ملاً فرج اللہ شوستری

تمازہ دماغ نشہ زد درسی - وانجن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی مصطفیٰ
مکی در سلاطۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطریق می نویسد
و میرزا صائب مکراد را در مقاطع یاد می کند - از انجمله است ۷

ہمین رخاک فرج کا مران نشہ صاب کہ فیض ہم بظہوری ازین جناب رسید
از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبداللہ قطب شاہ
والی حیدر آباد منزلت و ثروت تمام ہم رسانید
پری زادان سخن را چنین تسخیری کند ۷

مغان کہ دانیہ انگور آب می سازند	ستارہ می شکند آفتاب می سازند
درہوای بادہ گلرنگ بیتا بیم ما	سالہا شد کز ہوا داران این آیم ما
از رہ ببا نگ ہرزہ در ایان نئے روم	کمی دہد فریب صدائے جرس مرا
گر زیر سپہریم عجب نیست کہ دریا	در زیر حجاب آفرزون نر ز حباب است
ہمیشہ می خورم از خود شکست پذیری	کہ نیمہ ز دم شیشہ نیمہ سنگ است
و از اشعار عربی اوست ۷	

لَا غُرُورَ اِنَّ لَمْ تَفْصَحِ الْاَيَّامُ بِنِي	الدَّهْرُ ابْنُ عَطَا وَاِنِّي السَّرَّاءُ
وَبَدَا جَرَى طَبْعِ الزَّمَانِ وَاَهْلِهِ	دَفْنُ الْكَلَامِ وَاَهْلُهُ اَحْيَاءُ

اشارہ است بہ واصل ابن عطا معتزلی کہ الشغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی
توانست کرد - و نوعی سخن ادائی نمود کہ حرف راء در کلام ادائی آمد و عیب لشغ بر سامعین
منکشف نمی شد تا محمدی کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند ۷

۷ سلاطۃ العصر نسخہ قلمی در بق ۳۸۸ فهرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - ۷ ابن خلکان بنبراء ۷ حرف الواو
مطبوعہ یورپ و کامل میرد صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -

ابو محمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیر سه
 نَعَمْ تَحَبَّبَ الْيَوْمَ الْعَطَاءَ كَمَا تَحَبَّبَ ابْنُ عَطَاءٍ لُتُغَةَ السَّاءِ
 و دیگرے گوید سه
 وَجَعَلْتَ وَصِيَّ الرَّأْيِ لَمْ تَنْطَلِقْ بِهِ وَتَطَعْتَنِي حَتَّى كَانَتْكَ وَاصِلُ

(۲۹) احسن - ظفر خان

میرزا احسن اللہ نام احسن تخلص بن خواجہ ابوالحسن تربتی - خواجہ
 در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادہ وانیال و دیوانی دکن
 اختصاص یافت۔ چون جہانگیر بادشاہ سریر آرا شد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول
 بخدمت میزبخشگیری نواخت و آخر بتقویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج ہزاری ممتاز ساخت
 و در سنہ ثلث و ثلثین و الف (۱۰۳۳) حکومت دار الملک کابل ضمیمہ وزارت مقرر
 گشت و ظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید۔

و چون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید - خواجہ
 را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود۔

و در سنہ اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲) صوبہ کشمیر مرحمت شد۔ و نظر براق
 ستالی و دولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا نمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر رخصت
 کشمیر فرمود۔

و چون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲) در سن ہفتا
 سالگی و دلیعت حیات سپرد۔ صوبہ کشمیر اصالتہ بہ ظفر خان تقویض یافت و منصب سہ
 ہزاری و علم و نقارہ مرحمت گردید۔

ظفر خان مدتی بہ حکومت کشمیر پرداخت۔ و ملک تربت را مفتوح ساخت۔ و
پایان عمر در دار السلطنت لاہور فرود کش کرد و در سنہ ثلث و سبعین والہ (۱۰۷۳)
محل بصرہ اے فنا کشید

ظفر خان صاحب جوہر و جوہر شناس بود۔ و سرے بصحبت و تربیت ارباب
کمال داشت۔ افتخارش ہمین بس کہ مثل میرزا اصائب مادح آستان اوست۔
ظفر خان چند جادو در مقام غول میرزا را یاد می کند از انجمله است
طرز یاران پیش احسن بعد ازین مقبول نیست تازه گوئیہای او از فیض طبع صائب است
ہشت عدد قصیدہ میرزا در حق ظفر خان بنظر در آمد۔ میرزا تعریف سخندانہ او
بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجای آورد۔

دیوان منقرے از ظفر خان مطالعہ افتاد۔ از انجاست
دلم بکوی تو اُمید واری آید نگاہ دار کہ روزے بکارے آید
در گوشہ میخانہ ہمین گفت و شنید است یاران برسانید دما شے شب عید است
در بتان ہند چون او دلبر خود کام نیست رام رام گر چہ می گوید و لیکن رام نیست
شام بدل شکستگی خود کہ پیش من قدر دل شکستہ چو زلف شکستہ است
گوشہ چینی اگر ساقی بہا دارد بجاست عمر با در گوشہ میخانہ خدمت کردہ ام

(۵۰) آشنا۔ عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام آشنا تخلص بن ظفر خان مذکور۔ در عهد شاہ جہانی
منصب ہزار و پانصدی داشت۔ و احوال سنّی سالہ شاہ جہان را منحص بقید
قلم آورد۔

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویہ عزالت گردید و در سنہ احدی و ثمانین و الف
(۱۰۸۱) رخت بہ نہا نخانہ عدم کشید

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات، مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر درآمد مثنویہاے قصیر
متعدد اردو از انجملہ است ساقی نامہ۔ این بیت از ان است ۵

حکیمانہ ساقی بہ مجلس نشست چرا نبض مینا نگیرد بہ دست
این چند بیت از غزلیات او فرا گرفته شد ۵

الفت میبانہ دوستمگر نمی شود دندان مار قبضہ خنجر نمی شود

بسکہ در راہ فنا با خاک یکسان شدتم میتوان همچون غبار افشانہ از پیراہنم

از حوادث گوہر مردانگی کمتر نشد تیغ اگر آب آتش رفت بے جوہر نشد

ہر دم نوید لطف و گرے دہد مرا دل مے بروز دست و جگر می دہد مرا

گر پوستم چنانہ کشد آسمان بجاست موشد سفید و تیرگی دل ہمان بجاست

کشتہ بہت آورد وقت کشتہ متاب است معالے میخواران سیر عالم آب است

کدام چیز عزیزان زبیکد گیر گیرند بغیر این کہ ز احوال ہم خبر گیرند

بیاد روی تو شبہا کنم نظارہ ماہ ز ر سفید بود از برائے روز سیاہ

خلقی خوشتر مرا بہ فنا خوانی آورد گل عند لیب را بسخندانے آورد

دولت بوقت تیرگی بخت نکبت است چاروب وقت شام پریشانی آورد

تیرہ طبعان بسینہ صاف بدانند ذوق آئینہ نیست بہ رُو را

ما بزندان نعمت خوبا شستن کردہ ایم گاہ گاہ نالہ بر خیزد از زنجیر ما

لقمہ چرب خوشامد نکند رام مرا دل من از سگ کوی تو وفادار تراست

مرد اتان آسانی باعث فنا گردد زود بگسلد از ہم رشتہ کہ بتیاباست

از بسکہ دست من ز قلع بریدہ است رنگ گرفته را بہ چنابازی دہد

گل بیشزد و پچکنی شاخ را قلم	سامان دل ز قطع تعلق شود زیاد
دایه پر میز کند طفل چو بیمار شود	عقل ناچار کشد ز حمیت آلایش نفس
عیب پوشی به از مند پوشی است	طرز آئینه خوش نه کرد دلم
که ز دورستن موازی تراش بود	ز دور ساختن ابرام سفلہ گردد بیش
هرگز می نتوانست که بیخود سازد	هر کجا بود مرانند صفت با خود داشت
چون پراشوب بود شهر دکان نگشایند	تا درون پر بود از تفرقه دل وانشود
پیوسته به عکس خود دم در کین خویش	چشم بسان آئند و عیب خلق نیست
دید و نگرسند از تاب سیمای چراغ	نیست نازک طینت لای طاقیت سیمای خوش
نتوان کرد سر رشته ز تقدیر بردن	چند چون رشته تسبیح شوی سرگردان

(۵۱) صائب - میرزا محمد علی تبریزی اصفهانی

امام غزل طرازان و علامه سخن پردازان است - ازان صبحی که آفتاب سخن در عالم
شہود پر تو افشاندہ - معنی آفرینی باین اقتدار سپرد و ابرہم نرساندہ - چنانچہ خود گوے
دعوی در میدان می اندازد و می طراز دہ

ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید یکے چو صائب شوریدہ حال برنجید
حامل لواے فصاحت - منشأ علماء کلمہ بلاغت - نور بجاہت از ناصیئہ کلامش پیدا و لمعہ
شرافت از سیمائے بیانش ہویدا - فوج فوج مضامین بر جہتہ متقاد جنابش خیل خیل
معانی بیگانہ بندہ حاضر جالبش - ذوق سلیم در حدیقہ اشعارش بنو بر کردن مسرور و ذہن
صمیم در خزینہ افکارش بدولت تازہ اند و ختن مغرور - فکر نہ نگش موجد عبارات رنگین
جمل بسیطش منزع تراکب و دلنشین - زلال تقریرش در کمال روانی - لالی تعبیرش در نہایت
غلطانی پاسے وقت خیال باور و کمال رسانیدہ - معہذا اصلا اثر تکلف گرد و کلامش نگریدہ -

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت -

قصیده و مثنوی، هم دارد اما مشاطه فکرش به تزیین عروس غزل بیشتر پرداخته - و این غزل رعنا را بطرز تازه و انداز خاص جلوه افروز ساخته - چنانچه خود می فرماید

غزل گوئی به صفا ختم شد از نکته پردازان رباعی گرسلم شد ز موزونان سحابی را

و نیز می فرماید

غزل نبود باین رتبه هیچگاه صائب نوا عی عشق در ایام من کمال گرفت

و از جمله شرافت اوصاف میرزا است که با وصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین هر که را در اشعار خود یاد کرده بخوبی یاد کرده و تیغ زبان را باز نهم هیچکس آشنای ساخته و خود می فرماید

به مور وقت سخن دست طرح ده صائب گرت هواست سلیمان این جهان باشی

پدرش از کد خدا باین معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان است میرزا در دار السلطنت اصفهان نشو و نما یافت - و به کثر فرصت درشش جمت عالم کوس سخندانی زد - و در عین شباب آخر عهد جهانگیری متوجه هندوستان گردید - چون وارد دارالملک کابل گشت - ظفر خان که به نیابت پدر خود خواجه ابوالحسن نرگسی ناظم کابل بود میبزاز را به کند حسن خلق صید کرد - و لوازم قدر شناسی نوعی که باید به تقدیم رسانید - چنانچه شمه ازین ابیات میرزا مستفاد می شود

کلاه گوشه بخورشید و ماه می شکم	باین غرور که مدحت گر ظفر خانم
زنو بهار سخایش چو قطره ریز شوم	قسم خورد بسیر کلک ابر نیسانم
بلند بخت نهالا بهار تر بیت	که از نسیم هواداریت گلستانم
حقوق تر بنیت را که در ترقی باد	زبان کجاست که در حضرت فرو خوانم

تو پای تخت سخن را بدست من دادی تو تاج مدح نہادی بفرق دیوانم
 ز روی کرم تو جو شید خونِ معنی من کشید جذب تو این لعل از رگ کانم
 تو جان زد خل بجا مصرع مراد ادی تو در فصاحت و ادی خطاب سبحانم
 ز وقت تو معنی شدم چنان باریک کہ میتوان بدلِ مور کرد پنهانم
 چو زلف سنبلِ ابیات من پریشان بود نہاشت طرہ شیرازہ روئے دیوانم
 تو غنچہ ساختی اوراقِ باد بر دہ من و گرنہ خارِ نئے ماند از کلماتم
 تو مشت مشت گہ چون فصدِ من دادی چو گلِ تو ز بسپرِ ریختی بدامانم
 چون حکومتِ کابل در او اہلِ جلوس صاحبقرانِ ثانی شاہِ جہان بہ لشکرِ خا
 تفویض یافت۔ و ظفر خان بہادر اک عتبہ خلافت شتافت میرزا نیز بہ رفاقت
 ظفر خان بہ سیر ہند خرامید

چون رایات صاحبقران در سند تسع و ثلثین و الف (۱۰۳۹) جانب دکن
 باہتر از درآمد۔ میرزا با ظفر خان در رکاب موکبِ سلطانی سرے بدیار دکن کشید۔
 از آنجا کہ شہرِ برہان پور گرد بسیار دارد میرزا در حق این شہرے فرمایدے
 تو تیا سازد غبار اگرہ دلاہور را چشم من تا خاکمالِ گردِ برہان پور خورد
 و چون سید لشکرِ محمد عارف از شاہیرا ولیدین شہر آسودہ اند توجیہ گردان
 خاطر فقیر چنین برخاستے

فتاد بسکہ گزر لشکرِ محمد را غبار خیز بود کہ چہائے برہان پور
 و در ایام اقامتِ برہان پور پدر میرزا خود را از ابران بہ دیار ہندوستان
 رسانید تا اورا بوطن مالوف برد۔ چون خبر قدم پدر بمیزا رسید۔ قصیدہ در مدح
 خواجہ ابوالحسن انشا کرد و زخصت و ظن التماس نمود و در آنجائی گویدے
 شش سال پیش رفت کہ از اصفہان بہند افتادہ است تو سن عزم مرا گزار

هفتاد ساله والد پیر است بنده را کنز تربیت بود بمنش حق بشمار
 آورده است جذب گستاخ شوق من از اصفهان به اگره و لاهور اشکبار
 زان پیشتر کنز اگره بمعموره دکن آید عنان گسسته نراز سبیل بے قرار
 این راه دور را ز سر شوق طے کند باقامت خمیده و با پیگیر نزار
 دارم امید رخصتی از آستان تو ای آستان کعبه امید روزگار
 مقصود چون ز آمدنش بردن من است لب را بحرف رخصت من کن گزینار
 با جبهه کشاده نراز آفتاب صبح دست دعا بدرقه راه من برار

اتفاقاً مکتب صاحبقران غفریب در سنه احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱) از
 دکن به اکبر آباد عطف عنان نمود. نزد هم محرم سنه اثنین و اربعین و الف
 (۱۰۴۲) ظفر خان را حکومت کشمیر به نیابت خواجه ابو الحسن مفوض گردید.
 میرزا محل سفر با ظفر خان بر بست و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازم ایران
 دیار گشت و تا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویه مکرم و بمجل زلیست - و در بد اخ
 ایشان قصائد غرا پرداخت -

وفاتش در سنه ثمانین و الف (۱۰۸۰) اتفاق افتاد و در اصفهان مدفون
 گردید و غزل میرزا که مطلعش این است -
 در تیج پرده نیست نباشد نوای تو عالم پُر است از تو و خالیست جائے تو
 بر طبق وصیت بر سنگ مزار او که یک قطعه سنگ مرمر است کنده شد
 راقم الحروف گوید -

عندلیب نغمه پرداز فصاحت صابا رفت ازین عالم بسوی روضه دار السلام
 خاتم آزادانشا کرد سال رحلتش بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام
 دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده و میرزا سی و سه

غول متفرق بخط خاص بر حواشی آن نسخه قلمی فرموده اشعارش عالمگیر است مستغنی
از تحریر - چند بیت بنا بر التزام پیرایه این مقام می شود

زبان لاف رسوامی کند ناقص کمالان را	که رو بر خاک مال پر فشانی بسته بالان را
نه از روی بصیرت سایه بالی جهما افتد	سیمت است دولت تا کجا نیز دگر کجا افتد
از تماشا می پریشان جهان دگر باش	واله یک نقش چون آئینه تصویر باش
بیچ همدردی نمی یابم سزائے خویشتن	می نهم چون بید مجنون سر سپای خویشتن
زنگین ترا ز خاست بهار و خزان ما	بر دست خویش بوسه زند باغبان ما
جلوه برق است در میخانه هشیاری مرا	از پی تغییر بالین است بیداری مرا
می خورد باد دیگران مستانه بر ما بگذرد	در فرنگ این ظلم و این بیداد حاشا بگذرد
ای که فکر چاره بیماری دل می کنی	نسبت خود را بجشم یار باطل می کنی
عشق سازد ز بهوس پاک دل آدم را	در چون شهنشه شود امن کند عالم را
سخت می خواهم که در آغوش تنگ آرم ترا	هر قدر انشده دل را بنفشه آرام ترا
از جوانی داغها در سینه مانده است	نقش پای چند زین طائوس بر جامانده است
ز پیری حرص دنیا نفس طامع را دو بالانده	گدا را کاسه دیو زده از کوزهی مثنی شده
پای از گلیم خویش نباید دراز کرد	تیغ ستم به بین چه بزل فایا ز کرد
که حال درد مندان پیش چشم یاری گوید	که حرف مرگ بر بالین این بیماری گوید
اهل کمال را لب اظهار خاموشی است	رمزت پذیر ماه تمام از هلال نیست
ای خوبی امید باین دستگاه حسن	این یک دو بوسه گز نه شماری چه می شود
رمزی ست ز پاس ادب عشق که مرغان	شب نوبت پرواز به پروانه گزارند
نقش پای زلفگان هموار سازد راه را	مرگ را داغ عزیزان بر من آسان کرده است
مکن اعانت ظالم ز ساده لوحیها	که تیغ سنگ فشان را سیاه می سازد

در طلب ما بے زبانان اُمتِ پروانه ایم سوختن از غرضِ مطلب نزد ما آسان تر است
 عقل کامل می شود از گرم و سرد روزگار آب و آتش بی کند صاحب برش شمشیر را
 ز صدق و کذب سخن سنج را گزیری نیست چو صبح تیغ جهانگیر ما دو دم دارد
 با خبر باش که دل از خم زلفت نبرد دُرِ گوش تو مینوی است که در عالم نیست
 مصرع رنگین مطلع می رساند خویش را هر که کسب آدمیت کرد آدم می شود
 ما حجاب آلودگان را جراتِ پرواز نیست گر در سرگردیدن ما گردِ دل گردیدن است
 صفای سینه مراد در حرم کند قندیل چه شد برون ز فرنگ آمد است شیشه ما
 نیزنگ چرخِ گل رعنا درین چمن خونِ دل از پیاله زرمی دهد مرا
 صائب ز ملائک مطلب رتبه آسان آئینه بے پشت چه دیدار نماید

(۵۲) غنی - ملا محمد طاهر اشعوی کشمیری

اشعی قبیلہ ایست از قبائل معتبر کشمیر - از بدو شعور در حلقه درس ملا محسن قانی
 کشمیری تلذذ نمود - چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیت شایسته بهم رسانید - آخر
 بنوا صی بحر سخن افتاد و جواہر سے کہ بنقد جان توان خرید بیرون آورد - میرزا صائب
 کلام اور انضمین می کند و می فرماید -

این جواب آن غزل صائب کی گوید یعنی یاد ایامی کہ دیگ شوق ما سرپوش داشت
 معنی بغناء طبعی مجبول بود و با وصف بے دستگاہی بفسور خاطر بسر می برد - اینجای
 کہ غنی تخلص میکند

مدّة العمر در شهر خود گزرانید - و در سنہ تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) دامن

از عالم سفلی برجید

دیوانش سائر و داغر است - چند بیت ینا برضا بطه ثبت افتاد -

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت عالمی را اضطرابِ نبضِ این بیمار کشت
تو نگرانه ز بید لب بخوابش آشنا کردن چون نبود دست خالی بد نما باشد دعا کردن
سیلی نخوری تا ز کفِ اهلِ زمانه چون مهره شطرنج مرو خانه بخانه
تا توانی عاشقِ معشوقِ هر جایی مشو می کند خورشیدِ سرگردان گل خورشید را
سایه گر سایه کوه است سبک می باشد کسب تمکین نکند سفد زار باب و قار
با تو نزد یکم دلم ز فیضِ عام تو موم در زیر نگین خالی ست از نقشِ نگین
از کشته شدنِ چهره عاشق نشود زرد این داغ به پیشانی سیاه بنادند
در دم صبح غمی پیر فلک می گوید که قضا نان دهد آن وقت که دندان گیرد
نیست چون مهره نردم هوسِ قصر بلند خانه ام ساخته از ریختنِ رنگ بود
خاطر او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست هر دم آن زلف پریشان شانه بینی می کند
رفتیم سوی یار و ندیدیم روی یار مانند هر دوی که رود سوئے آفتاب
گر تیغ بر سرم رود از جانم روم لیکن چو کوه ناله ز زخمِ زبان کنم
غنی چو سایه مرغ پریده در ره شوق اگر بخاک بیفتم نیفتم از پرواز
چشمِ کرم مدار ز شاها ن که جز مند آئینه خلعت ز سکندر نیافت است
از نزاکت او فتنه مضمون من گر مضمون کس پهلوی زند
چراغ مجلسم نبودم اتابِ جدل با کس اگر در پیش من دم میزنی خاموش می گردم
ز مضمون بردن یاران نمی باشد غمی مارا چنان بستیم معنی را که نتواند کس بُردن
سعی بهر راحتِ همسایه ها کردن خوش است بشنود گوش از برای خواب چشم افسانه را
راقم الحروف را هم مضمون مناسبت مضمونِ غمی بهم رسیده که
محنتِ همسایه ها بر خود گرفتن خوش نماست از برای چشم بینی زیر بار عینک است
تحقیق نمائند که چنانچه گوش از استماع افسانه افاده خواب چشم می کند حظ خود هم

که سمیع قول مرغوب باشد مستوفی می گیرد - بخلاف بینی که عینک را حسبۀ نند برمی دارد - و
برای نفع همسایه دیده و دانسته خود را در شکنجه می کشد -

(۵۳) ناظم هروی

عمده ناظران جواهر معانی - وزیده گدازندگان عرائس سخنرانی است - در خدمت
عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت - و همت بقبض رسانی
مردم می گذاشت

بر مان استعدادش مشهور می یوسف زلیخا "ست که یوسف سخن را از چاه وزند
و ارماند و بمصر بلند پایگی برده بر تخت نشاند - تمام این کتاب در سنه اثنین و سبعین
والف (۱۰۴۲) شده است سنبل شعرش کا کلمه می افشاند

خواهیم که خوش بدعل زهد پے کنم	تسبیح تازیانه گلگون مے کنم
ز سیر باغ وزندان بر نیاید کام سودایم	نه شاخ سنبله بر سر نه زنجیری است در پایم
کئی تا چند خواب امی مست غفلت ناله سر کن	سر منیای دل بکشاد ماغ دیده ترک کن
پیاله می ازین شبیه آبرو دارد	بدستگیری افتادگان ز پا منشین
قطره آبی کف خونی شد و بر خاک ریخت	آدم خاکی چه طرف از عالم ایجا دلبست
بیتقراری عضو عضوم را بکام دل رساند	زخم تیغ بزرگم چون ماه نو سیاره شد
بسکه از بے اعتباریهای خود شرمند ام	آینحان سوی تومی آیم که گویا مے روم

(۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نواده ملا فتح الله واعظ قزوینی است - پایۀ تعریفش از ان رفیع نزر که بسلم قلم

له این مشهور از بسکه نادار الوجود است و در کتب خانۀ آصفیه حیدرآباد دکن موجود -

توان رسید۔ و شرفہ توصیفش ازان بلند تر کہ ببال اوراق توان پریدہ لالی منظومانش
در کمال خوش جلائی۔ وجوہر منشور آتش در نہایت بیش بہائی۔

حجت کمالش کتاب ابواب الجنان است کہ قماش سخن را در نہایت نازکی
بافتہ۔ و باتفاق جمہور کتابے باین خوش بیانی در باب مواعظ ترتیب نیافتہ۔ اما عمرش
باتمام این کتاب وفا نکرد۔ فرزندش میرزا محمد شفیع کہ تلمیذ والد خود است بجلد ثانی
بہ انجام رسانید۔ این بجلد در بیان فضائل اعمال است لیکن بہ آن رنگینی و غوش
انشائی نیست

مطالعہ دیوان واعظ طبع را در اہتراز آورد۔ این چند غزل از خن او بخرامش
مے آید

از زبان کلک نقاشان شنیدم بار بار	بے زبان نرم کے صورت پذیرد کار بار
این قدر طول اہل رہمیدہی در دل چرا	مصحف خود را باین خط می کنی باطل چرا
آزادہ بہر اہی کس بند نگرود	خاصیت سرو است کہ پیوند نگرود
بریدن از جہان سرمایہ از زندگی باشد	کہ افروں قیمت شمشیر از بزرگی باشد
حرفے اگر بجا شق بے تاب مے زند	نشرش طباہی بر گل سیراب مے زند
سر برون آورد کس از روزن آئینہ گفت	فیض صحبت می تواند سنگ را آدم کند
نیک خوانان در جہان مکروہ طبع مردم اند	جز ترش روئی نہ بیند شربت از بیمار بار
روزگار آخر شکر را شمش مے کند	شیشہ می سازد مکافات شکستن سنگ را
اگر خورشید خسار تو در پیش نظر باشد	چو مارہ نوزیری می روم سوی جو انہما
دست برداشتن وقت دعا ایمانیست	کہ شفاعتگر ما پیش خدا دست تہی است
زبانای جنس خود بخند رہا باش ز انکد آب	با آن سرشت پاک بائینہ دشمن است
فروتنی بخدا زود تر کند نزدیک	کہ زود قطع شود راہ چون سرازیر است

فیض پروانگی محفلِ ما چون شکند که چرخِ اغش ز صفائی قدم یاران است
غم گوارا تر بود آزادگان را از سرور آب تلخی بیدار باشد به از آب نبات
سختوری نتوان بے سخن شنو کردن سخن بگوش بود بیش از زبان محتاج
شود از عزل - طبع ظالم معزول ظالم تر کمان رازہ گرفتن بیشتر پر زور می سازد
آزاد نیستند بدولت رسیدگان گردید پاسبان بندگان تا سوار شد
گرتی دستی نه و اعظمای دیوانگی است چسبیت باعث کز درختان بید مجنون میشود
گشت داغ دلنشین تر در هواے نو بہار زاکہ بہتر مہر گردد صفحہ چون نم مے شود
باشد از بے خانانان برگِ عیشِ افینا زندگانی شہر از پہلوی صحرا مے کند
یادگیر از بید مجنون شیوہ افتادگی گر گزاردند آرزو ہر فرق تو سر بالا کن
ظالم چو افتد از کار استاد ظالمان است سر حلقہ کما نہاست چون شد کباہ
صد حیف کہ ما پیر جہان دیدہ نبودیم روزیکہ رسیدیم بہ ایام جوانی
ظاہر آرائی نباشد شیوہ روشن دلان میرد آتش از برائی جامع خاکستری
نیست جو خجالت از احباب تہی دستان را بیدار جز عرق بید نباشد مژگے

(۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعر رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود۔ اصلش از قزوین است۔ بہت
باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہذا بہ مشہدی شہرت گرفت
بعد از آن کہ منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایہ فنون بہم رساند۔ نزدند محمد خا
والی بلخ رفت۔ و بمنصب انشا امتیاز یافت۔

آخر عازم ہند شد و چہار دہم رجب سنہ اربع و خمیسین و الف (۱۰۵۲) بہات
بوس صاحبقران ثانی شاہ جہان دولت تازہ اندوخت و در ملازمت اول خلعت

و انعام سه هزار روپيه کامياب گشت- و در سلک بندگان درگاه درآمد- و در جشن وزن شمسى بميت و چهارم ربیع الاول سنه ست و ستين والف (۱۰۶۶) مثنوى تهنيت جشن بعرض رسانيد- و مبلغ هزار روپيه بر سبيل جائزه مرحمت شد- و در عهد عالمگيرى بخدمت ديوانى و بيوتاتى کشمير مامور گرديد- انجام کار بعد از کبر سن از نوکرى استعفا نمود و از سرکار پادشاهى وظيفه تقرر يافت- و در دار الخلافه شاه جهان آباد وظيفه حياتش منقطع گرديد-

عندليب تلم زمره اومى سرايد

آنها که خواب راحت بر خود حرام كنند	چون شمع كار خود را يك شب تمام كنند
سهل باشد لذت خارى كه ديراين است	داغم از ماهيه كه او را خايل جزوق است
دل منه بر الفت دشمن كه تا گرم است	گر چي جوشد آتش ليك او دشمن است
خارا آتش توان زد تا نگيرد دامن	من بيايم علاج خار و امنگير حليست
نيم سبل شده فرعى بكف آرم كه مرا	در خود حالت خود نامه برك در كار است
بدام زلف تو عالم تمام در بند است	كسى كه باز بود ديده تماشاى است
قفى آينه را به زروى آينه دان	كه رو برو نشود با كسى كه خود بين است

(۵۶) ناصح ميرزا عرب تبريزى

مكته طراز ممتاز است و مصداق ترانه عندليب شيراز كه مصرع

”هر آنچه ناصح شفق بگويدت بنديد“

يعنى كلام او شنيدنى است- و جرعه جام او چشيدنى-

ميرزا اصائب مكر شعرا و را تضمين مى كند و قطعى مى فرمايد

اين جواب آن غزل صفا كه ناصح گفته است طالب ساغر بخون من گواهى مى دهد

فی الجملہ تحصیل کردہ درعباس آباد متوطن بود۔ و بشیوہ تجارت اشتغال داشت۔
 اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیده۔ سواد کلامش سرمرہ در چشم ورق می کشد
 به سرمرہ رام نگوید چشم جادویش که از دو میل سیاهی رمید آهوش
 در زندگی بمرگ کشید است کار ما خواب گران ماشده سنگ مزار ما
 در حقیقت دل بیرحم ندارد مغزے پستہ را که نباشد لب خندان بویچ است

رباعی

نادان غلطش ز مستی رے خود است بے قدریش از پستی کالای خود است
 بر مرکب چوبین چو شود طفل سوار خوش راہی و بد راہیش از پای خود است

(۵۷) سالک محمد ابراہیم فروزینی

سالک مسالک خویش بیانی۔ و مختصر عجائب و غرائب معانی است مدتے در
 صفا ہا ان اقامت داشت۔ و با صاحب کمالان آنجا سرگرم صحبت بود۔
 آخر عازم ہندوستان گردید و بواسطہ ربط قدسی و کلیم سرمایہ جمعیتے
 اندوخت و بوطن مانوس مراجعت کرد۔ خویشان او آنچه داشت ہمہ را وا کشیدند۔
 ناگزیر کرت ثانی خود را بہ ہندوستان رسانید و مدتے اقامت گزید و باز
 بہاذبہ وطن بہ فروزین برگشت۔ و ہما بخادر گزشت۔

عزیز کلامش چنین بوی دہدے

مہر کین شوخی چشمان ترا آئین است این دو بلوام یکے تلخ و گز شیرین است
 چہ ذوق چاشنی در دو عافیت جو را کہ شیر ہم شکر آب است طفل بد خورا
 عرق سعی محال است بجائے نزد ابر را آبلہ دست گہ می گردد
 فرصت بہ پیشہ سستی قاتل نداده ایم گلگون دواندہ بر دم شمشیر خون ما

استخوان من و مجنون بہ تفاوت بردار اے ہما چاشنی درد فراموش مکن
بے برگی من فکر سرانجام ندارد چون شمع تمام است بیک ترک کلاہم

(۵۸) سالک یزدی

رہ نور و قلم و خوش مقالی است و تیز رو جادۂ باریک خیالی۔
آغاز حال در شیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان برآمد
سرے بہ صفایان کشید۔ و چندے رحل افکند۔
از انجا بولایت و کن افتاد و در خدمت قطب شاہ والی حیدر آباد می گزشت
چون طائفہ مغلیہ را از انجا بر آوردند بدار الخلافہ شاہ جہان آباد آمد۔ ملاً
شفیعائی یزدی سپاس ہم وطنی رعایت بسیار نمود۔ و در سنہ ست و ستین و
الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہ جہان رسانید۔ و در سلک محبت
گزاران منتظم ساخت۔

ملاً شفیعائی یزدی مخاطب بہ وانشمند خان در عہد شاہ جہانی بمنصب
سہ ہزاری فائز بود۔ و در زمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری و والامرتبہ میر
بخشیگری متصاعد گشت و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) در گزشت۔

سہیل طبعش عقیق سخن را چنین رنگ می دہد ے

در ہوائے عشق پرورم دل دیوانہ را چون سپند از بہر آتش سبز کرم دادہ
آشنائی کند چون گردید بے لذت بود کوزہ نوکید و روزے سرد سازد آبل
نوائے نالہ نے می رسد بغارت ہوش تو برق تازی این نے سوار دریا
دور خریچ بود و خل زد دیوان قضا نرود تا نفسے کے نفسے می آید

زبان هرزه در ايان توان نبر میست که پنبه سرعه خاموشی جرس باشد

(۵۹) صیدی-میر صیدی طهرانی

صید بند و حشیان خیال است و دام نه فراوان غزال - فرع شجره سیادت
است و صاحب انواع حیثیت -

از صفایان به هند فرامید و پنجم ربيع الاول سنه خمس و شتین و الف (۱۰۶۵)
به ملازمت صاحبقران ثانی شاه جهان مباحی گشت و قصیده که بمدح شاهي پخت
بود بعرض رسانید - هزار روپیه صلۀ قصیده مرحمت شد مطلعش این است
ز چه جهان خدارا سپهر عدل و کرم بنزیر سایه قدر تو نیز اعظم
سر خوش گوید: - روزی جهان آرا بیگم بنت شاه جهان بسیر باغ
صاحب آبادی رفت - میر صیدی از بام سوراخ بیابانک بلند مطلع خود بر خواند
برقع برخ افکنده بردن از نباش تا نکلت گل بخت آید به دماغش
بیگم شنیده مسرور گردید - و پنجاه هزار روپیه صلۀ عنایت فرمود -

دیوان صیدی بمطالعہ درآمد - قصاید در مدح صاحبقران شاه جهان
دارد و مشنوی در تعریف کشمیر موزون ساخته در صعوبت راه کشمیر گوید
ز بیم جان در و صد جا زیاده شود از یاد بوی گل پیاده
توان به تمت مردان دو صد سپاه شکست بزور خود نتوان گوشه کلاه شکست
دعشق هر که هست مهیا جنگ ماست بر روی ما کسیکه نه استاد رنگ ماست
ما که باشیم که در بزم تو داخل باشیم دولت ماست که حسرت کش محفل باشیم
هر که خواهد نظر بد به جمال تو کند آن قدر عسر نیابد که خیال تو کند

چون رنگ گل شد است شرابم بجام بند	تنها گشته بے تو ز بانم بکام بند
آن گل که منع بوی خود از بادی کند	مارا به برگ سبز کجا یاد می کند
مرعی که پیش گشته شد آزاد می کند	صیاد ما بنای ستم تازه کرده است
سایه محبت خویش پریشان دارد	غم ز بے مری او نیست که بچیند نهال
می کند از خود نهالی را که پیونزش کنند	کتر از برگی نباید بود در تسخیر دل
تغافل نگه آمیز صد ادا دارد	میان آشتی و جنگ هم مقام خوش است
با آنکه اضطراب مرا غدر خواهد شد	خود را بچشم آینه دیدی و سختیم
هر کس را جامه هستی برنگه داده اند	صورت دیواریم در عالم خود زنده است
کوزه بیدسته چوبینی بدو دستش بردار	مرد بے برگ و نوار اسبک از جائے میگیر
ز گلر خان بتو دارد نظر بهار امروز	چون غنچه که بگلشن شگفته باشد فرد
نسبت هر چه به گلزار رسد گل باشد	نقص عشق است که از خار بنالده بلبل
سان در زمین آینه بیند سپاه را	چشمش هنوز از صف مرثگان بقتل عام
که مرا تنیدی خویش تو معنائی کرد	هر چه می گویم از آن نام تو مطلب باشد

(۶۰) ماهر میرزا محمد علی اکبر آبادی

شاعریست ممتاز در نظم و نثر سحر طراز - نقد عمر تادم آخرد در خریداری متاع
گرا نمایی سخن صرف کرد - و با کلیم و قدسی و صاحب طبعانے که بعد ازین دکان
تازه گوئی چیده اند صحبت داشت -

بدایت حال ملازم شاهزاده دارا شکوه بود و مرید خان خطاب داشت
و چندے در رفاقت و انشمنه خان شفیعا شاه جهانی بسر برد -

آخر کار همه را دست زده بر پوست تخت درویشی نشست - و قلم و قناعت و

آزادی تسخیر نمود-

سمرخوش در تذکره خود گوید که :-

”روزے فقیر گفتم - نواب دانشمند خان میر بخشی و همت خان تن بخشی هر دو بر حال شاه
”مهربان اند چرا منصب شایسته نمی گیرید - خنده کرد و گفت به ترک دنیا مشهور شده ام - دوم
”از فقری می زنم - اگر الحال باز رغبت بدینا نمایم بآن زن هندوی ماند که باشوهر مرده برآ
”سوفتن رفته باشد - آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد - کناسان پوچه با سرش را شکسته
”بسوزانند - فقر با استقلال داشت و نازنده بود به جمعیت و فراغت بود -

راقم الحروف آزاد گوید که فقیر را با نواب نظام الدوله ناصر جنگ شهید
خلف الصدق نواب آصف جاه طباطبائی ثراء ربط عجبی اتفاق افتاده بود و دانفتند
که بالا تر از آن متصور نباشد دست بهم داد - چون نواب نظام الدوله بعد رحلت
پدر بر سرند ایالت دکن نشست بعضی یاران دلالت کردند که حالا هر رتبه که خواهید
میراست اختیار باید کرد و وقت را عینیت باید شمرد - گفتم آزاد شده ام - بنده مخلوق
نمی توانم شد - دنیا بنهر طالوت می ماند غرغه ازان حلال است زیاده حرام - و
این شعر فرو خوانده شد :-

درین دیار که شاه می بهر گدا بخشند غنیمت است که ما را بهین بها بخشند
وفات ماهر در سنه تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹) واقع شد صاحب دیوان فخیم و
مثنوی های متعدد است - و مثنوی مختصر در مدح جهان آرا بیگم دختر صاحبقران
ثانی شاه جهان گفته بتوسط عنایت خان آشنا تخلص نزد بیگم فرستاد دست
بذات اوصاف کردگار است که خود پنهان و فیض آشکار است
بیگم را خوش آمد - و پانصد روپیه صلّه فرستاد -

اما در کلیات نعمت خان عالی شنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت بیت النبایم
دختر خلد مکان بنظر رسیده- در آن شنوی بیت مذکور هم هست- توارد افتاده باشد

ماهر در شنوی گوید در نعمت سرور کائنات صلی الله علیه وسلم-
گرچه آورد پیش ازین عیسه مرده را دوباره در دنیا
از ره معجز آن جهان کرم عیسه آرد دوباره در عالم
چشم چگونه دیدن رویت هوس کند نظاره بر چراغ تو کار نفس کند
حاسد اهل سخن داغ ز حسن سخن است انتقام پدر از خصم سپری گیرد

(۶۱) فیاض - ملا عبد الرزاق

لاهی الاصل فی الوطن - مصنف کتاب "گوهر مراد" تلمذ بنی مت حکیم صدر
شیرازی نموده و در عقلیات و نقلیات دستگاه عالی بهم رسانده و جلواندیشه را
بسمت سخن طرازی نیز عطف می ساخت -

دیوانش محتوی برقصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامه و دیگر نوع شعر بنظر
رسیده - قصائد طولانی فراوان در مدح ائمه اهل بیت رضوان الله علیهم و استاد خود
حکیم صدرای شیرازی - و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استرآبادی - و در
مدح شاه صفی صفوی و امراء عصر دارد و در حق بنده گوید

حبذا هند کعبه حاجات خاصه یاران عافیت جو را
هر که شد مستطیع فضل و هنر رفیق هند واجب است او را
سوی زلفش می کشد آشفته سامانی مرا می کند تکلیف هندستان پریشانی مرا
که ادا مانع که از کوی یار برخیزد نشسته ایم که از ماغبار برخیزد
اثر ندیده دل از حرف مهربانی تو چو شمع تابگی این گرمی زبانی تو

ز شیرین بو خوشرو خشنود فرما دزان خوشتر کہ داد دلبران خوش باشد و بیداد زان خوشتر
 سنگ بالین کن و آنکہ مزہ خواب بہ بین تا بدانی کہ چه دزدیر سر مردان است
 ہزار حج کند ار باغبان باین نرسد کہ وقف مشہد گلیل کند گلستان را
 قسمت مازین چین بارے تعلق بود و بس سرور انازم کہ آزاد آمد و آزاد رفت
 دریاب این اشارہ کہ شاہان نابجو نام بلند خود بہ نگینی سپردہ اند
 ہر کس کہ زخم کاری مارا نظر کرد تا حشر دست و بازوی او را دعا کند
 بیک زخم و گر جان مراد را اضطراب انگذد نمی دایم چہ سان معذور دارم قاتل خود را

(۶۲) تجلی ملا علی رضا اردکانی

از کہ احد از ادگان اردکان من اعمال فارس است - بعد از ان کہ قدم
 در مرحلہ سق شعور گزاشت بہ ارادہ تحصیل علم بہ اصفہان رفت - و نزد آقا
 حسین خوانساری کہ از مشاہیر بخاریہ است تلمذ نمود و تحصیل را با پیائے تکمیل رشتہ
 آنگاہ عازم کشور ہند گردید - علی مردان خان ولد کنج علی خاں کہ در
 سال یازدہم جلوس شاہ جہانی از قندھار بہند آمد و بمنصب ہفت ہزاری و خطاب
 امیر الامرائی سرمایہ مبالغت اندوخت - مقدم اورا گرامی داشت و تعلیم فرزند خود
 ابراہیم خان مقرر نمود - و رعایت فراوان بعمل آورد - و پچہین سائر امراء ایران
 با او مہربانی و گرمجوشی بتقدیم می رسانیدند -

بعد چندی ہوا می وطن اصلی در حرکت آمد - و ازین دیار بہ صفایان معاش
 نمود - شاہ عباس ثانی مشہول رافت ساخت - و در شہور سہ آنتین و سبعین
 والف (۱۰۷۲) قریہ از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود -
 و در سہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) شاہ سلیمان صفوی اورا بہ درگاہ

طلب کرد- و بحضور مجلس خود اختصاص بخشید- از آن وقت در صفایان مقیم بود- و بر
جاده ذکر علم و تالیف فنون منقسم- تا آنکه بمنزل خاموشان شتافت -

شاعر خوش خیال معنی یاب و بطالع شهرت کامیاب است- دیوان غزل و قصاید
دارد- و شنوی معراج الحیال او مشهور است منتخب دیوانش بنظر در آمد و این
چند بیت به تحریر رسید-

خیالش چون شود خمیازه فرای برو دوشم	لبالب می شود چون هاله از مهتاب آغوشم
در ره محل نشینان وفا واپس مباحش	تا توانی بوی گل گردید خار و خس مباحش
خواهم چو بهله با تو دمی همسر همی کنم	و سستی بران میان زده قالب تهی کنم
بیا که بنیو به چشم نظاره زندانی است	نگه بدیده چو زنا در سلیمانی است
هر چه آید در نظر آئینه دار ناز او ست	کفو ایمان چون دوشم از یک در گردش است
نفس بدر اگر رسد فیض نصیب دیگر است	آنچه باز نبوری ماند همین نیش است و بس

(۶۳) اشرف ملام محمد سعید

پسر ملام محمد صالح مازندرانی است و صبیبه زاده ملام محمد نقی مجلسی فاضل
صاحب جودت بود- و شاعر و الا قدرت- طبع چالاکش معانی تازه بهم می رساند- و
عجائب گلهاء و رجب و دامن سامعه می افشاند-

در آغاز جلوس خلد مکان به هند رسید- و به ملازمت سلطانی استعداد
یافت- و بتعلیم زیب النساء بیگم دختر پادشاه مقرر گردید- مدتی باین عنوان
بسر برد- و آخر حُب الوطن مستولی گشت- و قصیده در مدح زیب النساء بیگم مشتمل بر
درخواست رخصت بنظم آورد- در انجامی گوید-

یکبار از وطن نتوان برگرفت دل در غم اگر چه فزون است اعتبار

پیش تو قرب و بعد تفاوت نمی کند گو خدمت حضور نباشد مرا شعار
نسبت چو باطنی است چو دہلی چہ اصفہان دل پیش تست تن چہ بہ کابل چہ قندھار
و در سنہ ثلث و ثمانین و الف (۱۰۸۳) بہ اصفہان معاودت نمود۔ و
کرت دیگر قائد روزگار زمام اورا جانب ہند کشید و در عظیم آباد پتنہ باشنہ
عظیم الشان بن شاہ عالم بن خلد مکان کہ در آخر عہد جد خود نظم آن
صوبہ می پرداخت۔ بسری بُرد۔ شہزادہ خیل طرف مراعات اد نگاہ مے داشت۔
و بنا بر کہرسن در مجلس خود حکم شستن کردہ بود۔

ملا در پایان عمر ارادہ بیت اللہ کرد و خواست کہ از راہ بنگالہ در جہاز نشستہ
عازم مقصود شود۔ اما در شہر مونگیر از توابع پتنہ سزاوول اجل در رسید۔ و اورا
بعالم دیگر رسانید۔ قبر ملا در آنجا مشہور است۔

میرزا محمد علی دانا

اولاد او در بنگالہ می باشند۔ میرزا محمد علی دانا تخلص سپر ملا محمد سعید مرد
فاضل و شاعر بود۔ و در مرشد آباد فوت کرد۔ چند ورق اشعار بخط خودش بنظر
در آمدہ از انجا فر گرفته شدہ

تاسیئہ مانیت رسانا و کِ نازت کوتہ نظری حیف ز مژگانِ درازت
دل ز من رم کردہ در ابرو جاناں ماندہ آ یاد من کے می کند در طاق نسیان ماندہ آ
زان دل از کشمکش ہند پریشان ماندہ آ کہ ز ہر رو پیہ دہ ماشہ ہما خواہا نداشت
نہت چو بدر شود با دلم چہ خواہد کرد ہلال یک شبیہ ابروت کتا نم سوخت
دیوان ملا محمد سعید اشرف بطالعہ در آمد۔ انواع شعر قصیدہ و غزل وثنوی
قطعہ و غیرہ دارد۔ و ہمہ جا حرف بقدرت می زند

وقتے زیب النساء بیگم پرستارے را برائے ملا فرستاد کہ در خدمت خود
نگاہ دارد۔ ملا ناخطوطا شد و قطعہ طویلیہ در خدمت پرستار نظم کردہ بزبانی بیگم

ارسال داشت - اولش این است -

قدر دانشورش ناسا نور چشم علما ای که هرگز قدرت هم چشمت حورا نداشت
درین قطعه آیه کریمه قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْنِیْ رَاجَاۤتُہٗ اُورِدَہٗ کُنْمِیْ تَوَانُ بِرِ
زبان قلم گزاند - خداوند در جزای این بنی ادبی بجه عقوبت گرفتار نخواهد گشت - اینجا
ست که حق تعالی می فرماید الشُّعْرَاءُ یُتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ اَلَمْ تَرَ اَلْکَھَمٰی فِی
کُلِّ وَاْدٍ یَّهْمُوْنَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود -

اشک که راز عشق بگوید فشانندی است	طنف که خوش محاوره افتد نمانندی است
سجده گردانی به هنگام پریشانی کند	عامل از بیماگی دو لایب گردانی کند
از غم افلاس اوقاتم به بیهوشی گزشت	چون چراغ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت
در ایران نیست جز پند آرزو بے روزگارانی	تمام روز باشد حسرت شب روزه دارانی
حیات از صحبت افسردگان نابود می گردد	که چون فصل زمستان شد نفسها دود می گردد
هر خود را از توای بے مهر که خواهی بید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مُرید
بند نی چون در آید آدمی به بخت می گردد	هو چون در میان مشک آب بخت می گردد
بشان پلّه میزان نگر که از نمکین	بلند ساخته پا در برابر خود را
کنی اگر ره باریک آدمیت سر	منه ز کف چو رسن باز لنگر خود را
ساقیا ساغر بگردش آرمکین و اگذار	کشتی دریا کشان را لنگر در کار نیست
گر نگین نیست نگین دایم طلا را عشق است	حسن لیموی آن آبله رو هم بد نیست
گشت تغنی ز وصل اشرف بیا و عار نش	بچون آن حافظ که مصحف را تمام از بر تو
کا بلدان راجز لکد کوپ حوادث چاره نیست	می کند مالیدگی حسنه اعضا را علاج
غافلان را چرخ دنیا نیست زینت در لباس	جامه تصویر از روغن مصفا تر شود

در جوانی روشنی حالت پیری دارم	چون گل زرد بهارم بخندان می ماند
همچو درویشی که شیرینی بر منعم برد	عاشقان پیش تو اول جان سپاری میکنند
جا بلان اهل جهان را تیر روی ترکش آ	فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود
رفته رفته آبرو را بر طرف ساز و غضب	آب را چند آنکه جوشانند کمتر می شود
جمال نازنین نو خطم ماند مرقع را	که خطش در کمال خوبی و تصویر هم دارد
نقره چون انگشتری گردید می پیچد بلبل	می شود در وقت پیری حرص دنیا بیشتر
مرد را خلق نکو کم ز پنجابت نبود	موم خوشبو چه شود هست چه عبرت متناز
کار خود کن راست چون فواره ببلبل دادیم	خود نهال خویش خود آب روان خویش داشت
طفل صاحب سخن را در خانه بودن بهتر است	اشک نیکم نمایان گر نباشد رگو مباش
چو برگ لاله نشینند گز و هم عشاق	محققه کردن دایع تو در میان خویش
چو نور چشم ضعیف از نظاره عینک	شود ز ساغر می خاطر پریشان جمع
در دسر بیمار را بسیار دادن خوب نیست	از نگاه ناتوان او بچشمک ساختم
همچو چشمی در دنا که کز فروغ آید بهم	کلبه ام تاریک گردد از چراغ دیگران
کام شیرین نمکنم از قی ز بنور عسل	سر بزرگی نتوان گرد ز شان دگر
بوقت عرض مطلب قفل خاموشی باب دارم	چو آن شخصی که در خمیازه گیر در دکان دست

(۴۳) راقم میرزا سعد الدین محمد مشهدی

راقم نقوش غریبه و ناظم جواهر عجیبه است - میرزا صائب سخن اورا تضمین می کند و می گوید :

این جواب آن غول است که راقم گفته است تیغ دائم آب درجو دارد و خون می خورد
پدرش خواجہ غیاثا بہ ہندوستان تجارت می کرد - میرزا سعد الدین محمد

در خدمت اسلام خان مشہدی شاہ جانی معزز و محترم بسر می برد۔
آخر بہدار السلطنت صفایان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعد ازان وزیر
مجموع ممالک خراسان۔

شوکت بخاری مادرِ اوست و مدتی با او بسر برد
دیوان را قلم پیش ازین بنظر رسیده بود۔ در وقت تخریر بدست نیامد۔ عرائس
انکارش بر منصفہ ورق جلوہ می نماید۔

ہمیشہ بست و کشاد من از ہنر باشد کلید و قفل صدف ہر دواز گہر باشد
گرہ ز ناخن تدبیر کی کشادہ شود کہ از کلید غلط بستگی زیادہ شود
بس بود در سفر کعبہ مقصد مارا توشہ رہ قدمی چند کہ برداشتنہ ایم

(۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحق)

معنی یاب دقت آفرین۔ و گلدستہ بند خیالات رنگین است۔ از عفتوان شعور
زلف سخن را شانہ کشید۔ و چہرہ عرائس معانی را خانہ تازہ مالید۔

در اصل صرف پسرے است از بخارا۔ ہما بخانشو و نمایافت۔ و بنقادی نظر
خداداد طلای جہد در بازار نکتہ سخن را گنج ساخت

وقتے اوزیکے اور اربخانیہ۔ دکان را برہم زدہ ترک وطن گفت و رخت ہجر
بہ مشہد مقدس کشید و ناصیہ سعادت باستان سائی روضہ رضویہ منور ساخت
و صحبت او با میرزا اسعد الدین وزیر ممالک خراسان برآمد و سالہا با او بسر
برد۔ و قصائد غرادر مدح او پرداخت۔ دریکے از قصائد می گوید۔

ستارہ فلک اقتدار سعد الدین کہ سعد اکبر ازو کرد استفا دہ نور

بیاض شعرو سوادِ خطِ ترا نازم کہ بز شام ہرات است و صبحِ نیشاپور
 روزے مرزا سعد الدین کسی را در طلبِ شوکت فرستاد۔ شوکت دران وقت
 بید مانع بود۔ جواب داد۔ میرزا آزرہ شد۔ و با حُضارِ گفت یاران بہ بینید۔ من با
 شوکت چہ بد کردم۔ این حرف بہ شوکت رسید۔ متاثر شد و این بیت فرو خواند
 منّتِ اکسیر مارا زندہ زیرِ خاک کرد از طلا گشتنِ پشیمانیم مارا مس کنید
 ہمان ساعت ہمہ را پشتِ پا زد و نہ درویشی در بر کرد۔ و سرے بصوب
 اصفہان کشید و بقیہ عمر در دارالامان آنروا بسر آورد۔

چاشنی درد و مذاقِ شکستگی بمرتبہ اتم داشت۔ میر عبد الباقی صفائی نقل
 کرد کہ من در اصفہان بودم کہ شوکت بخاری تشریف باصفہان آورد۔ اکثر خدمت
 اومی رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد کہ اورا بے گریہ دیدہ باشم۔ و اعزہ کہ با
 او مدتہایا رہودند می گفتند کہ تا اورا دیدہ ایم چنین دیدہ ایم۔
 شوکت اکثر مضامینِ ادّعائی می بندد۔ و معافی و قوعی کم دارد چنانکہ بزناقران
 عیار سخن مہربن است۔

گلگشت دیوانش اتفاق افتاد و این چند بیت در سلاک تحریر در آمدہ
 در از بگیانگی شوخی بروی آشنا بندد کہ از وحشت بشام دیدہ آہو حنا بندد
 در شامِ غم خویش مرا صبح اُمید است گر نقشِ نگینِ تیرہ بود نام سفید است
 از برایِ سرخروی سعی بیش از پیش کن چون گلِ رعنا خزان را زیرِ دستِ خویش کن
 نفس از بدن رہے سوی آن آستانہ یافت بو کر و خاک را سگ را ہے بخانہ یافت
 خونِ من صد بار می ریز می بندد چنا نیست دگیری دے از کشتن و بستن ترا
 نباشد آسمان را آفتے از لامکانِ سیران خطر از رنگِ می بیرون زد نہا نیست مینار

لہ دیوان شوکت بخاری تعلی نایاب در کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است۔

یکشت استخوان شدم از بس گرفته است	چون کعبتین داغ تو از شش جبهت مرا
دقت آن شد که سبک و جیم از دست برد	چون حنای سرناخن شده ام پای بر کلا
دید و وادید بود مایه سرگردانی	گردش عید مرا سنگ فلاخن کرد است
ما تم و شور جهان دست بهم داده اند	خنده مینا عئے گریه مستانه است
هیچ مرگ نبود سخت تر از خود بینی	پیش صاحب نظران آینه خشک لحی است
می توان دادن از ان کنج دهن کام مرا	آز ویم گر چه بسیار است از کم بیش نیست
غیبت است جوانی که موسفید شدن	بقدر فرصت یک شیر گرم کردن نیست
عشق معشوق چو شد حسن کند تسخیرش	شیشه سرو پری زاد ز قمری دارد
هستی جاوید باشد ما تم خود داشتن	خضر پیراهن برگ خویش آبی می کند
خود آراشوخ زاهد مشربی افکنده از پایم	که دستش سجده از تخم گل رنگ حنا دارد
بو کو چک دله سرمایه عزت بزرگان را	اگر در یک کند گرد آوری خود را اگر باشد
قیمت گوهرم افزون رنگ می گردد	گردش چشم خریدار کند غلط نم
سخن را قطع کن تا قطع راه دل توانی کرد	که من از قرص مهر خامشی زاد سفر دارم
طبع در مذہب آزاد مردان کفری باشد	چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتی دارم
بمردن هم نیفتد از بلندی رتبه نامم	برنگ مرده فیروزه تابوت از نیکن دارم

رباعی

درد هر کسی که از جندی دارد عیش مکن ارچه خود پسندی دارد
از بس گردوی فتاده ایجا در بین هر کس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم - قاسم دیوانه مشهوری

در عنفوان سن تمیز به اصفهان رفت و تحصیل علم اشتغال و وزیر و وزیر

شباب رو به بهمن وستان آورد- و مدتی درین دیار بسر برد و در دار الخلافت
شاهجهان آباد رخت بوا دی خاموشان کشید

دیوانش بملاحظه درآمد- و این چند بیت پیرایه تحریر پوشید

می طپد دل در برم از شوخی سیاره چشم داغ می پردمی آید آتش پاره
لب نموش و شکوه در دل چاره ماکردنی است ماند در منزل کلید و قفل در واکردنی است
می شود هر چند نیکو یار بدخومی شود ناز چون بر خویش باله چین ابروی شود

رقعی از خط مشکین تو تحریر نشد دو جهان زیر و زبر شد ز بروز یزید نشد
خامه بوقلمون در کف اندیشه گذاخت رنگ آخ شد و نیرنگ تو تصویر یزید نشد

قاتل دو کادر حق ماکرد روز قتل دستم گرفت و خون مرا پایمال کرد
رسد لاف بجزد قاصد صحرا نور دے را که مانند نگاه از خانه خود فرد بر خیزد

چون نسخه دقیق به نزدیک کم خرد از دیدن تو آینه را خواب می برد
فسرده دل همه شب داغهای من شمرد چون مغصه که زرد دیگران حساب کند

باین طراوت اگر بگذری بکوچه نقاش براخی ماهی تصویر فکر دام نماند
کار مزگان تو از گوشه ابرو آید بر کمان تو چرا منت ترکش باشد

بے مشقت نبود قطع تعلق قاسم رشته هر چند ضعیف است گسستن دارد
اگر از حق پرستانی- کتاب از علق روی دل که شکل آدمی بت را خدای آدمی سازد

بسکه بے روی تو دشوار نظر باز کنم مژه موگے ست که از داغ جدای می گردد
طفل بے پروا آینه اش نمی داند که چیست می کند کم خانه آئینه تماشا نش همنوز

خدا داند که سر از دیده یا از دل برون آرد ز مرگان شوخ تر خاری که من در پیکر خود دادم
درین چمن ثمر نخلها پیوندم فتاده است به شلخ دیگر رسیدن من

باش هموار که آسیب درشتی نه کشی صفای آینه بیکار کند سوهان را

مرتبہ حرفِ سخنور ز سخنِ پیس خبر از قیمتِ گوہر نبود دریا را
رازِ دل نتوان بزور از مردِ بینا واکشید آب کے بیرون ترازو از فشارِ آئینہ را

(۶۷) طغرا - ملا طغرای مشہدی

طغرای منشور استعداد است و فروغِ پیشانی قابلیتِ خدا داد - طرحِ نشر
بطورِ نوانداختہ و لآلی عبارات را بجلائی تازہ نظر فریب جوہرِ یان ساختہ
از ولایتِ خود بسوادِ اعظم ہند خرامید - و یکچند در ظلِ عنایتِ شاہنہرادہ
مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ ہمارا دل کامیاب گردید -
و در رکابِ شاہنہرادہ بسیرِ مالکِ دکن پرداخت - آخر در کشمیرِ جنتِ نظیرِ گوشہ
راز و اگر فت و ہما بجا بمقرِ اصلی شتافت - و در نزد یک قبرا بوطالبِ کلیم مدغون گردید
طغرای کلامش بہ این خوش نقشے صورت می بندد -

دلاچو شمعِ رگ گردنے ملائم کن	ز بہر دادنِ سر پائے خویش قائم کن
کج نیابد کامِ دل بے اتفاقِ راستان	تا باقریانت شود یا تیرے سازد کمان
کلاہ فقر ز ترکِ گل و گیاه مکن	بغیر ترکِ ہوا صرفِ این کلاہ مکن
اگر چہ آئینہ سر تا قدم شوی ہمہ چشم	بسوی دوست نگر سوی خود نگاہ مکن
گدایِ عشق گرت جانِ نشینِ خویش کند	نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن
عروسان را بسویِ جملہ نتوان برد بے ساز	بہ آوازِ دف و نئے دختر ز را ہمینا کن
باید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت	نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن
مویِ سیب کا فتد ز سر ہر گز نمی گرد و سفید	از عیشِ غربت کی کند پیریِ تصرف و جوان
سایہ می افتاد از طغرا در ایامِ شباب	پیر چون شد می خور و از سایہ طغرا برین
مینا بپایِ سانغ چون سر نہد بہ سجدہ	چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

درسہ فصل عمر باید سرنجیب غم کشید تا توانی همچو گل یک فصل خندان بستن
شاید بر بیند آنچه بیا کرد آسمان از دور آہ سرمہ پنجم ستارہ کن

(۶۸) مخلص (میرزا محمد کاشانی)

از عالی تلاشان خطہ کاشان است۔ قیاس صحیح منج مضامین تازہ و کلام
ملیحت مفید حلاوت بے اندازہ۔

دیوان غزلش بنظر رسید۔ سیر تماشا از تنگی فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت
عجالتہ الوقت فرا گرفته شد۔

کردی بجا دلم از طرہ جانان جدا	دست مشاطہ الہی شود از شان جدا
نظر بنامہ این خاکسار نیست ترا	دماغ خواندن خط غبار نیست ترا
چہ لازم در مقام بحث با دشمن میان بستن	نمی باشد سلاخی بہتر از تیغ زبان بستن
چگونہ خواجہ با سیم سخا علم گردد	کہ چون سوال کنی حاتم اصم گردد
ما چون قلم سخن بزبان دگر کنیم	چون کار ما بحرف رسد گریہ سر کنیم
این خوارے کہ بر سر کوی تومی کشیم	ہرگز نشد کہ نقل بجای دگر کنیم
قدت بجا نشد مشہور در عالم بہ رعنائی	تخلص بیشتر شہرت کند از نام موزون
زعصفیان لب گزیدن در جوانیما نمک دار	ازین نعمت چہ لذت میبری چون ریخت دہن
چون گرفتہ بیت شاعر در عطا مستی مکن	تا کہ مضمطر نہ باشد کہ فروشد خانہ را
بدرست غیر وادی ساعدی چون فقرہ خامت	بقربان سرت گردم مکن این خام دستیما
ہست تا محشر بی پای بیگناہی یک قدم	امن بودن می کند نزدیک راہ دورا
حد ہر آنکہ بدستور نیست در قانون عقل	چوب از مضرب می باید خرطنبور را
نمود نام نگوی تو عالمے تسخیر	اگر چہ غیر نگین نیست یک سوار ترا

می شود دور ز نقاش چو شد نقش تمام هر قدر کار تو صورت نپذیرد خوب است
 بیگانه واری گذری از سواد چشم ای نور دیده حب وطن در دل تو نیست
 حالتم باد آنه تسبیح در ذکرش یکی است هر که نامش بر زبان آرد برد از جا مرا

(۹۹) موسوی - موسوی خان میرزا معزالدین محمد

از اجله سادات قم - و چراغ دودمان امام هفتم است - وصیه زاده میر
 محمد زمان مشهدی که سرآمد علمای مشهد مقدس بود

موسوی خان از عنفوان شعور دامن سعی اکتساب علوم برزد - و اوائل
 کتب در وطن خود تحصیل کرد - و در ریجان شباب با پدر خود میرزا فخر ابرهم
 زده - بدار السلطنت صفایان شتانت و ده سال در حلقه درس آقا حسین
 خوانساری تلمذ نمود - و جاده عقلیات و نقلیات نور دیده خود را با قضا حدو
 کمال رسانید -

و در سنه اثنتین و ثمانین و الف (۱۰۸۲) تشریف به هندوستان آورد
 و غلام مکان بواسطه جوهر ذاتی و نسبتی مورد الطاف ساخت - و بتزویج صبیحه
 شاه نواز خان صفوی و سلف ساختن با خود فرقی عزتش بر افراخت -
 اول پدیوانی صوبه عظیم آباد - پتنه مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ
 امید خان ناظم پتنه پسر امیرالامرا شایسته خان بر نیامد - چه بزرگ
 امید خان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میر از رشته
 سیفیت پادشاه و علاوه فضل و کمال سر به تبعیت ناظم فرو دینی آورد - آخر
 ناچاقی صحبت ایشان سمیع پادشاه رسید - میر حضور طلب شد -

و در سنه تسع و تسعين و الف (۱۰۹۹) بخطاب موسی خان ددیوان تن
سرافرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک و کن کامیابی شد
سال تولد میر سنه خمسين و الف (۱۰۵۰) است و سال انتقال که در تولا
و کن اتفاق افتاد - سنه احدی و مائه و الف (۱۱۰۱)
اول فطرت تخلص می کرد - آخر موسوی قرار داد - و خطاب خانی
همبرین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند رشته از ان سحاب می چکده
جز یاد تو فکر دل ناشاد ندارد این شیشه می نیر پری زاد ندارد
نباشد آشنائی در جهان غیر از می نابم اگر در خانه خود نیستم در عالم آرم
نو توبه ای کم کند شراب بے بجام کن ساقی عیار ناقص مارا تمام کن
بدل افکند آتش باز زلف عنبرین شو چراغی نذر این بتخانه آورد است هفت
چه خوش باشد که بکشایم بر پیش چشم گریانی کشم در رشته نظاره مروارید غلطانی
نظر بر گریه مستانه ام گردوش می کردی شراب جلوئه در ساغر آغوش می کردی
تیره روزم بستی اقبال معار من است چون نگین روی زمین سرکوب دیوان است
شراب با گل مهتاب نشئه میخس دهد لبش ز خنده دندان نما ربود مرا
با بیچ مسلمان نظر رحم ندارد شمشیر نگاه تو مگر کار فرنگ است
اینکه از بے سخنی گشت مرا چیزی نیست زنده ام گرد بیک حرف قیامت این است
در قتل ما نکرد کمی انتظار تو کوتاهی که بود ز عمر دراز بود
نمی باشد نگین قیمتی را نقش در طالع هنر هر کس که دارد در جهان گنایم میگردد
ندارد با بزرگان چهره گشتن صرفه فطرت که کسار از جواب هیچ کس ملزم نمی گردد
مژده زخم نوی گر به شهیدان ندهند بچه امیر سراز خواب عدم بردارند

دران صحرای بودم آگه از دوقی گرفتاری غزالان را سراغ خانه صیّا و می دادم
 همت ماضی تقویم را یکسر نوشت گرسبیه روزیم وقت عالمی از ما خوش است
 در فکر آن دها نم و در یاد آن کمر چون من بروزگار دیگر هیچکار نیست

(۷۰) راسخ - میر محمد زمان سهرندی

سهرند شهرسیت مشهور در وسط راه وهلی دلاهور - نام قدیش سهرند
 است چون سلاطین غزنویه از غزنی تا سهرند متصرف بودند - سهرند زبان زد
 خلاق شد و چون صاحبقران ثانی شاه جهان کابل را تا قرا باغ غزنی
 در تصرف داشت - حکم شد که سهرند را بنام قدیم که سهرند است - می نوشته
 باشند -

راسخ سید و الانژاد بود و راسخ القدم جاده استعداد - معانی تازه
 می یابد و خوبان خیال را در لباس رنگین جلوه می دهد -
 از عمده ملازمان و مصاحبان شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود و
 بمنصب هفتصدی سرافرازی داشت -

وفاتش در سهرند سنه سبع و مائه و الف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ برده"
 تاریخ است -

طوطی ناطقه آهنگ کلاش سر می کند

گر نبودے تاج بسم اللہ بآء بوترا ب کجکلا ہیہا نکر دے بر سر اُم الکتاب
 یاد از شام غم بزم خموشان کردیم مشتے از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم
 جامه صبر ببالائے جنون تنگ آمد آنچه از دست برآمد به گریبان کردیم

لے یک شوی راسخ سهرندی به حیدر آباد کن در مطبع اختر کن بقالب طبع در آمده است -

(۷۱) علی (شیخ ناصر علی سهرندی)

شیرنیتان سخنوری است و مرد میدان معنی گستری - ذوالفقار گلکش تبخیر فلرد
بیان پرداخته - و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته - سرخوش گوید

در ملک سخن بود جهانگیر علی در مشرب دل ولی علی - بپیر علی
باشعری نمی رسد شعر کس ز انسان که خط کس بخط میر علی
گل و استگی بر سر داشت و جام استغفار در دست - چاشنی گیر مشرب بلند بود - و
منسک سلسله علیه نقشبند - استفاده از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد
قدس الله اسرار را نموده - و در مثنوی زبان به مدح حضرت شیخ کشوده که

چراغ هفت کشور خواجه معصوم منور از فروغش هستند تا روم
ردا از ما هتایب شرع بردوش چو صبح از یابی باطن قصب پوش
مولد ناصر علی و موطن و منشأ سهرند است - ابتداء حال با میرزا فقیر الله
مخاطب به سیف خان بخشی چون جوهر شمشیر ملازم بود - چون سیف خان
را حکومت اله آباد از پیشگاه خلافت مفوض گشت - در یافت او بگلگشت
اله آباد خرامید - و چندے بسیر مجمع البحرین دماغ را تازه کرد -

سیف خان پسر نرویت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاه جهان
و داماد اسلام خان خوشی - سفیدونی متخلص به والا است و در عهد خلایک
سنة تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) به صوبه داری کشمیر ریاض آمالش نصارت
یافت - بعد چندے بعلت گوشه رانز و اگر فت و در سنه ست و ثمانین و الف
(۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب و خلعت خاصه و شمشیر از تنگنای عزلت
برآمد - و پس از آن بنظم صوبه اله آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیرفت - و

بیت و پنجم رمضان سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانہ حیالتش بسر نیز گردید۔
سیف آبا و یک منزل از سہرند آباد کردہ سیف خان است کہ خلد مکان
اور رابطہ آں طمعا عنایت نمود۔ سیف خان جو ہر قابل و قابل دوست بود۔
”راگ در پہن“ در فن موسیقی و رقص ہندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔

بعد از گذشتن سیف خان۔ ناصر علی در سنہ ہزار و صدم (۱۱۰۰) از سہرند
بہ بیجا پور رفت۔ و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان
موافقت دست بہم داد۔ بدی علی بود ذوالفقار سے بدست آورد و در مدح او
غزلے پرداخت کہ مطلعش این است ۵

ای شان حیدری ز جبین تو آشکار نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار
ذوالفقار خان یک زنجیر نیل و مبلغہ خیر صدہ داد۔ ناصر علی همان ساعت ہمہ
را بر مردم پاشید۔ و تہی دست بمنزل خود برگشت۔

و چون ذوالفقار خان در سنہ ثلث و مائت و الف (۱۱۰۳) بہ تسخیر ملک
کرناتک اقصای ملک و کن متوجہ گردید۔ با او بہ کرناتک رفت و ایامے
معدود دران نواحی بسر برد۔ و با شاہ حمید اعتقاد تمام بہم رسانید و در مدح
اومی پردازد ۵

اینک اینک ساقی شیرین رسید	نوبت جام حمید الدین رسید
حلقہ درگاہ بیچون جام او	از زمین تا آسمان در دام او
جام او خورشید ربانی بود	انجن افروز سبحانی بود
گر جمال او براندازد نقاب	روزن ہر خانہ گردد آفتاب

و رجلاش برکشید تیغ از نیام غیر او باقی نماند و السلام
 و این شاه حمید مجزوبے بود در چنچی - بعد فوت او علی دوست خان
 از رؤساء نوایت ارکات بر مرقد او قبۃ عالیشان بنا کرد -

و از محمد جان ناصر علی شاه عادل پسر خواجہ شاه مخاطب بہ شریف خان
 است - شریف خان از سرافراز کردہای خلد مکان بود و چندے بمنصب
 صدارت کل امتیاز داشت - گویند شاه عادل ترک دنیا کردہ بود - و دامن دست
 فقر بست آورده - ناصر علی در مدح او قصیدۂ دارد کہ مطلعش این است -

منم آن طفل نظر کردہ استاد قدیم کہ بود نقطۂ سہو القلم فکر حکیم
 و با غضنفر خان ربط کلی داشت - و این غضنفر خان از رقفا ذوالفقار
 خان بود و بحکومت کچھی می پرداخت - کچھی شہریت مشہور بر مسافت دوازده
 کردہ از ارکات و یکے از معابد سبعة ہنود است - در مدح غضنفر خان گوید
 ہچو پیل بے جگر بگریزد از میدان ما بشنود گر کوہ آواز غضنفر خان ما
 آخر الامر از دکن بہ ہندوستان عطف عنان نمود - و در شاہجہان آباد
 بے نیاز ماندانہ می گزرانید - و ہمین جا بیستم رمضان سنہ ثمان و مائت و الف
 (۱۱۰۸) بحجۃ الماوی خرامید - عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقد
 سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہ -

سید جعفر روحی رنبیر پوری نقل می کرد کہ روزے با جمعیہ از یاران بزیارت
 خاک شیخ ناصر علی رفتیم و با ہم صحبت داشتیم - یارے رو بقبر شیخ ناصر علی آرد
 گفت - بارے آن قول شما چہ شد کہ

خاک گردیدیم و می رقصہ ہنوز افغان ما خم شکست اما نمی ریزد می جوشان ما
 گفتیم بر زبان شما این افغان ناصر علی است کہ برقص در آمدہ - یاران گنہین کردند -

صبر کلکش در گنبد خضر ا پیچیده - این چند بیت بنا بر قانون کتاب بحریر رسیده
 یکشهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست
 بس بود یک جنبش ابرو می تیغ قاتلم می توان از سایه شمشیر کردن بسلم
 گوار نیست عشقت طبع نابیر همیز گاران را چه لذت از نشاط عید باشد روزه خواران را
 دوش یک لحظه خواب آئینه یار شدم لپش دل چشتم کرد که بیدار شدم
 خوی نازک بدل من چه ستمها که نه کرد شیشه بر شیشه زدن کار چه خار که نه کرد
 قد آرا خلعت در عالم امرکان نمی باشد دل تنگی نیاز آورده ام این جامه بیان را
 خود نمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست در تنه پیرهن از خویش چو تصویر بر آ
 درین دریایان کدم لب بحر فی آشنا هرگز چو ماهی شد ز بانم آب از شرم شکایتا
 ما تو ای پرورش در کیش هم تمامیم گر از تو بهتری نیست از ما بتر نباشد
 آشیان گم کرده چون من گرفتارش مباد سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند
 انتقام داد خواهان قیامت شد تمام می نشانند چشم قاتل سرمه بر سوزم هنوز
 زمعینهای بغش سیر نتوان ساختن دل را بود گرد صد پری در شیشه باشد همچنان خالی
 چشم بر بند اگر می طلبی رزق حلال مرنع بسمل خویش باز نظر دوخته است
 بود دنیا و دین پشت و رخ آئینه هستی بزرگ آید وجود خویش من در چشم شاهان را
 نشاط این جهان هر چند کتر سیر حاصل تر بطفان عید روز جمعه آهسته بود و افسوسه
 ختم اهل کرم از لطف بخیلان بهتر تشنه را آتش با قوت به از آب بقاست
 کلاه سلطنت خروان شکست نداشت نمی زدند اگر پشت پا نقیرانش
 سرمه آه از درای کاروان وحشت است نایقه مابسته از چشم غزالان زنگها

(۷۲) وحید میرزا محمد طاهر فرز وینی

یگانة عصر بود - و در فنون علوم و نظم و نشر گرد از هم عصران می برد -

الحق در ایجاد مضامین تازه و ابداع مدعا مثل بے نظیر افتاده و آن قدم و شیرگان
معانی که از صلب طبعش زاده - دیگر حرف آفرینان را کم دست بهم داده - میر صیدی
طهرانی گوید ۵

صیدی امروز نور چشم کمال میرزا طاہر وحید من است
ونیزی گوید ۵

صیدی امروز سخن سنج وحید است وحید فرصتش باد که سرخیل ہنر کو شان است
ابتداء حال بخیر دفترے از دفاتر توجیہ نویسی شاہ عباس ثانی صفوی کہ
در سنہ اثنین و خمین و الف (۱۰۵۲) بر تخت فرمانروائی برآمد - مامور بود - و بنا بر
فطریقیہ اعتماد الدولہ ساروقی کہ وزیر اعظم شاہ بود بہ پیشدستی خود نواخت -
و چون اعتماد الدولہ بقتل رسید و منصب وزارت بر رسید علاء الدین مشہور
بہ خلیفہ سلطان قرار یافت - میرزا طاہر را عمدہ پیشدستی بحال ماند - و رفتہ رفتہ
بمجلس نویسی شاہ کہ عبارت از وقائع نگاری کل باشد سر بلند گردید -

و در عہد شاہ سلیمان کہ در سنہ سبع و سبعین و الف (۱۰۶۴) بر مسند
دارائی نشست نیز چند گاہ در ان کار مستقل بود و بکمال تقرب اختصاص داشت آخر الامر
بوالا پایہ وزارت متصاعد گشت -

و در آغاز عہد سلطان حسین میرزا کہ در سنہ خمس و مائت و الف (۱۱۰۵) جلوس
نمود مورد عتاب گردید - تا آنکہ از کرد و رستہ بی و درست و رخت سفر ازین عبرت نگذارد
بعالم دیگر برست -

دوشنوی دارد - یکے مقابل و مخزن اسرار مطلعش این است ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہست نہالے زیر یاض قدیم

و دیگر ناز و نیاز مطلعش این است ۵

خدا یا سینہ بے سوز دارم دلے همچون چرخِ روز دارم

و درین شنوی گوید در مدح شاه عباس ثانی

چنان آباد شد از وے زمانه که چون شانِ غسل پر شد ز خانه
دیوان غول قریب نسی هزار بیت از و بنظر درآمد تا کجا کسے بنظر تامل ملاحظه کند
بمطالعہ سرسری چند بیت برچیدہ شد

نورِ معشوق ازل در دلم از یار افتاد عکسِ خورشید ز آئینہ بدیوار افتاد

مرا صحبتِ جاہل چه پاک مے باشد که در دہانِ نجس حرفِ پاک مے باشد

چومی بنیم بدی از خصم خود در مہرمی کو ششم ز آب سرد دایم چون سفال گرم می جو ششم

می کشد ہر کس بدامن پا بجائے می رسد جمع سازد مزج در پرواز پای خوشی را

ناقصان را جومی باشد گوارا تر ز لطف آتش سوزان بہ از آب است خشتِ خام را

زد وقتِ ساعت آخر خود بخود رسوا شود یا تم از نالہ در زلفش دلِ دزدیدہ را

سیم وز رُ دنیا پرستان را منافق می کند پشت و رو باشد یکے آئینہ بے سیم را

دل اگر میگویم از طفلی بنی دانی کہ چیست آنچه روز اول از ما بردہ آن را بدہ

چارہ نبود شکستِ توبہ را جز انفعال از گداز خویش باشد مومیائی شیشہ را

اگر کسے از ناخوشی زادہ خود نیست از تلخی گفتار خبر نیست ز بان را

بر میوہ رسیدہ زدن سنگ اہلبی است ز نہار از سوال مرغبان کریم را

دایم بر بہنہ ہجو قلم راہ مے رود باشد اگر چه کفشِ طلا تیرہ بخت را

چون کاغذِ مشقی ز جمالِ تو نگاہم ہر چند کہ شوید عرقِ شرم تو خواناست

در اثر پیش است سالک گر بظاہر ز دست نقش پای اسپ ہواست بیش از جادت

مرا نہ ز بختِ خونِ خود مضائقہ نیست کسے اگر بتو گوید چرا چہ خواہی گفت

چون غیرم یاری گویند عاشق می کشد من نہ تنہا عاشقم بہ دوست خود ہم عاشق است

بود خاصیت آب بقا خوسه ملا بهم را که از دندان زبان را زندگانی بیشتر باشد
 بشالان می رسد از زیر دستان مخفی پنهانی بنای خانه را از خشت زیرین محکمی باشد
 اگر خواهی ز عمر خود خلاص تن بسختی ده ثمر را وقت شیرینی چو آید استخوان گیرد
 چو دولت یافتی خوبی بدت فرمان روا گرد که در وقت سواری دست چپ صاعنا باشد
 بزرپاشی بود مشهور خورشید جهان آما زیر پاشیده را پیوسته در دامان خود دارد
 تواند نفس ظالم از گداز خویش عادل شد که چون بشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد
 عیب خود نسبت بعاجز می دهد فرمان روا بار چون افتد مکاری چوب برا سترزند
 گر کند اقبال ما را کامیاب انتقام از تغافل همتم خون در دل فرصت کند
 در وصل دلم وانشود بسکه ضعیفم از رشتۀ باریک گره دیر کشاید
 توان کردن بزمی کارهای سخت گیران که از فضل آنچه می آید ز مهر موم می آید
 بدرویشان چو آمیزی پسند حق توانی شد که چون بار بسمان آویخت ابرشیم نمازشی
 با اعتبار جنگ ندارد تلاش فقر ز ربقت باش و پاره ولی فقیه باش
 غلط مکن چو سرت گشت گرم فکر بلند که باز گشت نباشد قتاده را از بام
 نیایم در شمار اما بسان رشتۀ گوهر در شان را بزمی آشنای یکدگر سازم
 شاعران جان از برای شعر فغان می کنند دختر هر کس وجیه افتاد مفت شوهر است
 درین شعر طرفه مضمون واقع شده - امثال این مضمون هر چند بلند و نازک
 باشد بسن و در زبان حرف گیران افتادن چرا -

مثل عمق بخاری که خود را بک تشبیه می دهد و می گوید

بخون من شد مژگان او و ره چنان که شیعیان حسین علی بخون یزید

دشمن سعدی شیرازی که خود را در چه محل فرو می آرده

بزیربار تو سعدی چو خربل در ماند دولت نسوخت که بیچاره زیر بار من است

و عرفی شیرازی که دہان خود را بچہ می آلایدہ
 شاہ عصمت - تلاش صحبت من کے کند خون حیض و خنجر ز جوشد از بہائے من
 و ملا ملک قمی کہ خود را بچہ حوالہ می کندہ
 تا چند بو الفضول زند لاف دوستی داد ادب دہید و ملک را کنگ زبید
 و نعمت خان عالی کہ از چہ مقام حرف می زندہ
 بیا کہ شیشہ می در خود جام شدہ است ببین کہ خانہ ماسی الحرام شد است

(۷۳) عالی - میرزا محمد شیرازی

حاوی فنون و افر بود جامع علوم متکاثر - اسلاف او در شیراز بشیوہ
 طبابت مشہور بودہ اند -

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است کہ در ہندوستان با
 شاہ عالم در وقت شاہزادگی مصاحبت بہم رسانید - و پدرش حکیم حاذق خان
 در سال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عہد محمد شاہ بنصب
 پنجزاری و خطاب حکیم الملوک و کمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین
 نیز بہ ہند آمدہ

گویند میرزا محمد در ہند متولد شد - و در صغر سن ہمراہ پدر بشیراز رفت
 و کسب کمال نمودہ برگشت - و در خدمت ملا شفیعای یزدی مخاطب بہ دانشمند
 خان نیز تلمذ نمود -

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت و چون شہر حیدرآباد فتح شد
 تاریخ فتح از نظر شاہی گزرا نید - و بمرحمت خلعت سرافراز گردید - تاریخ این آہ

از نصرت پادشاه غازی گردید دل جهانیان شاد

آمد بقلم حساب تاریخ شد فتح بچنگ حیدر آباد

در سنه اربع و مائه و الف (۱۱۰۴) بخطاب نعمت خان و داروگی باور چغانه
نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمت واجب واجب" تاریخ یافت
در را و اخر عمد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروگی جواهر خانه نگین
دولت بدست آورد

و چون محمد اعظم شاه بعد از انتقال خلد مکان به اراده مقابلت شاه عالم
از دکن نهضت هندی نمود - میرزا محمد عالی ملازم رکاب بود - و چون محمد اعظم شاه
در وقت قرب فتنین بنگاه را در گوالیار گذاشت - میرزا محمد برائے محافطت
جواهر خانه در گوالیار ماند

و بعد گشته شدن محمد اعظم شاه و ظفر یافتن شاه عالم - میرزا محمد نعمت
ملازم شاه عالم دریافت و بخطاب و انشمنده خان سرمایہ مباحثات اندوخت
و بتحریر شاه نامه مامور گردید - لیکن اجل فرصت نداد که آن نسخه را با تمام رساند
و قلم قضا پیشدستی نموده در سنه احدی و عشرین و مائه و الف (۱۱۲۱) نسخه حیاتش
با تمام رسانید

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد و خصوص در وادی نثر طلسم حیرت
مے بندد

دیوان محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمی به "سخن عالی" و منشآت
او بنظر در آمده

له در دائره میرمون واقع حیدر آباد دکن مدفون شد - (گلزار آصفیه صفحہ ۴۱۲ مطبوعہ علی بی ۱۳۱۶)
له کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب خوشخط بکتابخانه آصفیه حیدر آباد دکن موجود است -

در دیباچه دیوان خود می نگارد که :-

” در بدایت حال به مناسبت شغل طبابت که سمت موروثی بود حکیم مخلص می نمودم - آخر تصحیف بچشم احتیاط تخلص حکیم را مانع شد و بفرموده اُستادے ”
 ” نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم ”

این چند بیت از دیوانش ملقط گردیده

نخواهد که در ترک بت پرستیها دل زارم	که چون سنگ سلیمانی ست مادر زارم
موج آبی چو رسد دانه شرساز شود	ناخن اینجا شکند تا اگر ہے باز شود
می کند باز این دل شوریده آزار خودش	من چرا منعیش کنم او داند و کار خودش
نگذارد بحرف گریه مرا	کاغذ آب دیده را مانم
رشته حیاتم را همچو رشته تسبیح	صد گره بکار افتاد تا بیار پیوستم
نقش پائی او بهر گامی کند جان در تنم	خاک راه دوست گشتن آب حیوان من است
یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود	کے رود از یاد کس چیز کی از بر می کنند
گفتی اگر قرار بگیرم رسی بکام	باری ازین قرار به بیم چه می شود
دین و دله که داشتم از دست مر کشید	در من نماند جز نفس آن هم کشیدنی ست
در یاد لی کن و ز کدو پوچتر مباشش	نخواهد همیشه مرتبه آشنا بلند
سیر باغی که بود میتو کم از ماتم نیست	می کند سایه هر نخل سیه پوشش مرا
کشت امید مرا نشو و نما معکوس شد	رو بپایین می کشد قد همچو باران دانه ام
به بزم وصل او کاش اینقدر هم می شد محرم	که چون آئینه حرفی از لیس دیواری غفتم
کو کب سوخته میکرد گر اندک مددے	همچو آتش به دل سنگ تو جامی گروم
بجای نامه شمع روشنی دادیم قاصد را	که طومار است شرح سوز و پیغام زبانی هم
از عصای خویش طفلی را جنبیت می گشتم	از رکابش دور وقت نیسواری نیستم

کاملان را هرگز گشتگی از دست خود است حاجت گردش پرکار نشد مانی را
خود ناتوان و لے هنر آموز مردم اند پیران قد خمیده کمان کباده اند
حرف بجای کس نشنیدم نه اهل بند غیر از کسے که گفت بمطرب بجا بجا

(۷۲) خالص - سید حسین

مخاطب به امتیاز خان صفائی خلف میرزا باقر و وزیر قورچی - حاجی
الحرمین الشریفین بود -

بعد ورود هندوستان در دکن - خدمت مکان را ملازمت کرد و در سلاک
ملازمان سلطانی منتظم گردید - و بدیوانی صوبه عظیم آباد پتنه و خطاب امتیاز خان
امتیاز یافت - و ثروت عظیمی بهم رسانید -

و در عهد شاه عالم عازم دیار ایران شد - و در بلده بھکر رسیده با علامه
مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد و صحبتها داشت

امتیاز خان اموال لکوک از نقد و جواهر و اتمش با خود می برد - ^{لے} خدایار خان
مرزبان سندھ چشم طمع بر اموال او دوخت - علامه مرحوم برین معنی اطلاع یافته
هر چند مبالغه کرد که پیشتر نباید رفت - و از همین جا عطف عنان باید نمود - گوش نکرد
و سرکف بجوآنگاه قاتل روان شد - چون بسیدوستان رسید میر محمد اشرف
خویش علامه مرحوم نائب خدمات سیدوستان استقبال کرد و در حویلی خود فرود
آورد - خدایار خان میر محمد اشرف را بتقریب در خدا باد طلبید - و کسان
خود را فرستاد تا شب کار امتیاز خان تمام کردند - و این حادثه در سنه اثنین
و عشرین و مائت و الف (۱۱۲۲) واقع شد - علامه مرحوم "آه آه امتیاز خان"
۱۱۲۲ھ

لے مآثر الامراء جلد ۲۵ ص ۸۲۵ تذکره خدایار خان -

تاریخ یافتہ اند۔

دیوانش مطالعہ افتاد۔ صاف گوشت۔ تلاشہا ہم دارد این چند بیت بزبان

قلم وودعیت می شود

ما وطن دائم بخاک کربلا می خواستیم رشتہ تسبیح زدگوئے کہ مامے خواستیم

بسائل آنچہ برآید ترازد دست بدہ نگاہد از زبان را دہرچہ ہست بدہ

رسید فصل بہار و زمانہ گلچین است سپند آتش می شوچہ وقت نمکین است

تیرہ روزی مانع عرض کمالات دل است روزچون شب می شود آئینہ فردا دل است

نیست تقصیر کسے گر ما بہ بند افتادہ ایم از جنون دوری خود در کند افتادہ ایم

حق القدم گرفت گہر ہاے نیمرو پای کسے کہ آبلہ زد در سراغ ما

تو تا از دیدہ رفتی مانمی بینیم خود را ہم جدائی از تو چون آئینہ تنہا می کند ما را

تا بخوانند مشوسبز بھر انجمنے کہ نباشد بہ چمن قدر گل خود رو را

یکویش قاصدی میفت بیدردان ز نادانی ہمہ مکتوب می دادند من دادم دل خود را

دلبر من سکہ دارد پشت چشم نازکے دیدہ گر بر ہم گذارد باز مے بیند مرا

ای کاش ہجو رشتہ تسبیح ہنار عمر در کر بلا گستہ شود گر گستی است

با خشتی کہ لازم از باب دولت است دشنام می دہند بسائل غنیمت است

نیست بے لطفی جواب نامہ گزنوشت دوست از زبان خامہ ما را یاد نتوانست کرد

دیوانہ براہے رود و طفل براہے یاران مگر این شہر شما سنگ ندارد

ہمت ہر کس بقدر وسعت احوال است آب چندین چشمہ از یک چشمہ پل می رود

لطف حق را کرد بر ما ظلمت عصیان غضب آب دریا را شب تاریک آتش مے کند

نمی خواہم بغیر از من کسے از وی نشان یابد چو بر گردد الہی قاصد من بے خبر باشد

ساقی بیا کہ فصل خزان ز رود مے رسد ای می تو ہم برس کہ سفر مے کند بہار

جُناغی را که با غیار من دلخواه می بندی اگر منظور دل بُردن بود من هم دلی دارم
کار نظاره بعینک چو فتد چشم بیوش سر پیرت که دیگر شیشه بخود بند مکن

(۷۵) باذل رفیع خان مشهدی

نسبش بنحاجه شمس الدین صاحب دیوان می پیوندد - و عمش میرزا محمد طاهر
وزیر خان - در عهد صاحبقران ثانی شاه جهان از مشهد مقدس - به هند رسیده
نوکری شاهزاده اورنگ زیب عالمگیر برگزیده - بعد جلوس عالمگیری بصوبه
داری برهان پور و اکبر آباد و مالوا بنوبت سر بلند گردید - و در حکومت مالوا
سنة ثلث و ثمانین و الف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود -

و عم دیگرش میرزا جعفر سرو قد در مشهد مقدس مدرسه عالی دارد -
نور الدین محمد خان و فخر الدین محمد خان و کفایت خان پسران میرزا
جعفر سرو قد به هند آمدند و خطابات و خدمات پادشاهی ممتاز بودند -

اولین دیوان برهان پور شد و در اورنگ آباد سنة ست و عشرين
و مائة و الف (۱۱۲۶) بساط هستی در نور دید - از اشعار اوست ۷

شد صرغ ماتا تو شکستی دل مارا هر پاره این آینه عکس ز تو دارد
دومین خاندان شاهزاده محمد معز الدین بن شاه عالم بود - آخر داروغه
بیرونا کشمیر شد و بهمانجا در سنة تسع و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۹) درگزشت -
میرزا محمود پسر رفیع خان باذل نیز به هند آمد محمود پوره واقع
اورنگ آباد و محمود پوره واقع برهان پور بنام اوست - و قبرش در
محمود پوره برهان پور است -

مولد رفیع خان باذل دار الخلافہ شاہجہان آباد۔ از معقمان دامن دولت
 عالمگیری بود و حکومت سرکار بانس بر مہلی سرفراز سے داشت -
 وفاتش در سنہ ثلث و عشرين و مائتہ و الف (۱۱۲۳) اتفاق افتاد -
 خیلے قوت بیانے دارد۔ وہ اقتضاء تخلص خود فراوان ہوا ہر زواہر بدل و اثاثا
 می نماید۔ حملہ حیدر می او قریب نو ہزار بیت مشہور عالم است -
 نقشے از کلاش در نگین صفحہ می نشیند -

نگرد و طور جای نقش پامعراج احمد را ید بیضا بیزک داری کند نور محمد را
 کرد کار امت تنگ بستن اینچنین باید بہ بن در نام او نجیدین میم مشدد را
 امشب چو شمع رخت ز ہر تار موسے ما ہر گریہ کہ بود گرہ در گلوے ما
 ماست جام غبغب و میناے گردنیم بردوش مے کشند نکویاں سبوی ما

(۷۶) اثر شفیعای شیرازی

سخن ساز افسون طراز است - پدرش از مردم پر شگفت بود کہ موضعیت
 از اعمال شیراز -

مولد و منشأ شفیعای شیراز است - در خورد سالی چشمش از آبلہ بے نور گردید
 اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت - اکثر شیراز بسری برد - و باصفہان ہم
 رفتہ - بامستعدان آنجا صحبت داشت -

کسانیکہ اورا دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریم نظر بود اما ہر گاہ در طبق مے آمد
 مجلسیان را شیفتہ حسن کلام می ساخت

فوتش بعد عشرين و مائتہ و الف (۱۱۲۰) واقع شد این چند بیت از دیوانش
 بعجلت تمام التقاط یافت -

رشته طول امل تار و جهان طنبور است	چه قدر بر سر این کاسه خالی شور است
ز آب گلستان آموخت شو قم جانفشانی را	بیای تو نهالان صرف کردم زندگانی را
نقط کرد نظائر آن دهن غنچه رنگ را	در کار بود حاشیه این متن تنگ را
ز خلوت خانه خود گوشه درویش محزون را	چنان باشد که گیر دیا دشا ہی ربع مسکون را
بد عمل را دادم از نقصان مردم راحت است	سنگ کم دزد تر از و را انگین دولت است
چون آن شعرے که از نذ کج طبعان تقطیعش	ز موزونی جدائی بود وصل عضو عضوم را
دوستان را کسوت تجریدے پوشد خدا	شاه می بخشد بجا صان خلعت پوشیده را
نسا زد حق شناسان را مقید ز بور دنیا	ز انگشت شهادت دست کوتاه است خاتم را
آثر آخر بلف پرفین او نقد جان دادم	امانت دار خود کردم ز نادانی پریشان را

(۷۷) سرخوش - محمد فضل

از مردم سرکار عبد اللہ خان زخمی شاہجہانی بود۔ می فروش مصطفیٰ معانی
 است و قدح گردان انجمن سخن دانی۔ عمر با در کوچه شاعری شتافت۔ و صحبت جمعی
 از صاحب طبعان عصر خود دریافت۔ چنانچہ از "کلمات الشعراء" کہ تالیف است
 سمت وضوح می یابد۔

شاگرد محمد علی ماسر و موسوی خان فطرت است و از یاران شیخ
 ناصر علی و در مدح او می گوید
 با شعر علی نمے رسد شعر کسے زان سان کہ خط کس بخط میر علی

لے نسخ متعدّدہ از کلمات الشعراء در کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است و یکے از انها
 نسخہ کتب خانہ سراج الدین علی خان آرزو است کہ بسیار خوشخط است و اشاعت کنندہ این
 کتاب (محمد عبد اللہ خان) عوم بالجزم دارد کہ این نسخہ گرانمایہ را بطبع رسانیدہ اشاعت دہد
 ایزد کار ساز تو بیتی رفیق گرداناد۔

شخصی در مجلس گفت که تعدیه رسد بکلمه با مسموع نیست - فقیر شاهدی از کلام میرزا محمد قلی سلیم طهرانی گذارش نمود -

بالطف ساعت ید بیضا نمی رسد پیش بخت سخن به مسیحان می رسد
 و آخر عمر در دار الخلافه شاه جهان آباد پادرو گشته قناعت شکست و به تزوج و
 تناهل پرداخت -

ولادت او در سنه خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شد - عمری در ازیافت
 و در عشره ثالث بعد ماته و الف (۱۱۰۰) بخلوت کده نحو شان شتافت

چام کلامش بگردشی آید

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد سرت چون گردد از مستی جهان گرد سرت گردد

نظر بر گل شبنم زده افتاد مرا آما از خم نمک سود جگر یاد مرا

کار چون بانقش افتد دست بردار از کمال هم زبان لال را ناچار باید گشت لال

تعریم بقدر بزرگی مقرر است از اسپ تا زیانه انسان کلان تراست

ز دست و پا زدن بسمل تو دانستم که بعد گشته شدن هم تلاشها باقی است

در عدم هم ز عشق شور می هست گل گریبان در دیده می آید

از خوشه انگور عیان شد که درین باغ شیرازه جمعیت دلهارگ تاک است

هموار ز کس نه بیند آزار نتوان کف دست خود گزیدن

(۷۸) طاہر - التفات خان نقد صفا ہانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلہ میرزا یان دفتر سلاطین صفویہ
 بود - مشار الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد خلد مکان از صفا ہان

لے دیوان سرخوش در کلکتہ بقالب طبع رد آمدہ -

به دکن رسیدند- و با مخلص خان بطبی عجم رسانیده بتوجه او ملازمت پادشاه حاصل کردند- و منصب کامیاب گشتند

نخستین بخطاب التفات خان و دومین بخطاب ملتفت خان مورد انتقاد گردید التفات خان در عصر حلد مرکان فوجدار میر از مضافات اورنگ آباد بود- و در عهد شاه عالم فوجدار کوردرا از توابع گجرات احمد آباد شد و در زمان محمد فرخ میر به فوجداری ماند و در مندر سور از ملحقات صوبه مالوای پرداخت -

چون امیرالامرا سید حسین علی خان بدکن رسید- خود را بخدمت امیرالاهرا رسانید- و مشمول الطاف گردید-

آخر صحبت برهم برخورد ناگزیر متوجه دار الخلافه شاهجهان آباد گشت و در نوآ کمر کون رسیده در سنه تسع و عشرين و مائه و الف (۱۱۲۹) بر دست قطع الطریق رسته حیاتش انقطاع یافت -

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانه می نوشت- و به ثناء قدرت داشت که سه کاتب در حضور او با اسباب کتابت می نشستند- هر سه را عبارت خود می فرمود- و فقره لاحق برای هر کدام بجا تامل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد- و با وصف آن خود هم در آن حالت مشغول کتابت می بود-

از التفات خان است -

مکن گویا بعرض مدعا یارب ز بانم را به بندازموی چینی تار قانونِ فغانم را
شهید یکسم پوشیده ام بعد از فنا می خود برنگ مرده فیروزه نیلی در عراک خود
شهرت حسن تو شد از گذشته دیدار تو از نسیم بال بلبل بشگفت گلزار تو

(۷۹) عجمار- میرزا ابوتراب

پسر التفات خان- خوش ذهن بود- و شعر خوب می گفت -

جعفر عاشق تخلص در ہجو غبارِ قصیدہ پیرداخت - غبارِ باین رباعی جواب ادا کردہ
گویند کہ ہجو کرد مارا جعفر شیرین و لطیف ہجو شیر و شکر
صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار امروز برای دیگرے گشتہ ہنر

(۸۰) واضح میرزا مبارک اللہ مخاطب ارادت خان

از دو دمان امارت است - جدش میر محمد باقر از نجباء بلدہ ساوہ و دامادی او
بمیرزا جعفر آصف خان علاوہ بود - در عہدِ جہانگیری بمنصب میرنخستگیری دم مہابات
می زد - و در زمانِ جلوسِ شاہ جہان بوالایا بیہ وزارت منترقی گشت و بفرصت قلیل بہ
ایالت وکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت - و بتفریق بہ صوبہ داری گجرات
و بنگالہ و کشمیر والہ آباد مامور گردید - و بیچ وقت بیکار نہ ماند - آخر پادشاہ اورا مجاز کرد
کہ حکومت ہر صوبہ کہ خواہد برای خود اختیار کند - او فوجداری دارالخجور جنوبی برگزید
و در ایام حکومت آنجا موافق سہ ثمان و خمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلہ آخرت پیہود
و دختر او با شاہ شجاع منسوب بود -

و سلطان زین الدین بن شاہ شجاع از بطن آن عقیقہ متولد شد - پسر
خوردش میر اسحق ارادت خان دعوہ خلد مکان بعد از فتح وارا شکوہ بکومت
صوبہ او و دھ مامور گشت و در جہان سال ازین دارِ مالال درگزشت
پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاہ خلدکان بخطاب موروئی ارادت خان
مامور گردید - و در سنہ ماتہ و الف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنہ و در سنہ ثمان و ماتہ
و الف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعہ داری گلبرگہ
منسوب گشت -

و در عصر شاه عالم به منصب چهار هزار سی امتیاز یافت - و در عهد محمد فتح سیر
سنة ثمان و عشرين و مائة و الف (۱۱۲۸) و ذیعت حیات سپرد -

دیوان واضح بنظر درآمد - چند غزل بخط واضح برپهوا مش این نسخه ثبت
بود - قصائد و غزلیات و رباعیات و مثنوی متعدد دارد -

این چند گل از ان چین چیده شده

عارف از و پُر است ولی او نمی شود	آئینه رونما شود و رو نمی شود
ز مقرض فنا نور است شمع زندگانی را	بود آب درم شمشیر صندل سرگرانی را
چه آفت است بزلّف تو بقراران را	بلی سیاه پسند است سوگواران را
موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا	در طپیدن رفت از کف دامن قاتل مرا
در عالم دل با حقین خویش رواج است	عمر نیست که دیر اندام وقف خراج است
بجیب صبح ز خورشید گلفشانیهاست	بجام پیری ما باده جوانیهاست
برادر او چه در بازیم نی دینے نه دنیاے	دلے دایم و اندو ہے سری دایم و سوداے
واضح به پیچ راه دلم و آن نمی شود	این فصل زنگ بست شکستن کلید اوست
بر مراد دل خود بال زدن نقصان است	وقت آن خوش که مراد نفس انداخته است
دست فرسودنگه طلعت خورشید نشد	حسن بے ساخته از فیض نگهبان دارد
گرچه از آدم ولی جانم فداے دیگر نیست	گرد سرگردانده صیادے مرا سر داده است
ریشک فرمائے دلم نیست بجز عیش حباب	یافت یک پیر بهن هستی و آن هم کفن است
بینود شبدم آفت بیناے ادب بود	ساقی کرم افزود که در نشه کمی کرد
رفتنیهاے جهان قابل دل بستن نیست	این قدر بس که دمی خاطر خود شاد کنند
گلے صاف به از عفو غبار آلود است	هست دوزخ گندی که بمدارا ن بخشند
بهار وقف صبا - گل بکام گلچین باد	که ما به کنج قفس طرح آشیان کردیم

بکاغذ اٹکری پیچیدہ ام یعنی دل خود را مبادا اگر یہ بر عالم کنی اسی نامہ بر جسے

رباعی

در گنجفہ دہر شہان عالم در صنف رعیت اندنے بیش و نہ کم
حکے دارند زان جہاندار شدند چون حکم نہاند گشت بازی برہم

(۸۱) بیدل میرزا عبدالقادر عظیم آبادی

عمدہ سخن طرازان۔ و شہرہ سحر پردازان است۔ در اقسام نظم پایہ بلند و در
اسالیب نشر رتبہ ارجمند دارد۔ طبع و ذکاوتش چہ قدر معانی تازہ بہم رسانندہ۔ و چہ شکر کا
نورس کہ از نہال قلم افشانندہ۔ خلاصہ کلاش شراب میخانہ ہوشیاران۔ و طلاے
دستایہ کامل عیاران است از آغاز شعور تا دم آخر چشم برسیما می معنی دوختہ۔ و چراغ
عجیبی بر مزار خود افروختہ۔

از نژاد قوم ہر لاس است۔ در بلدہ عظیم آباد نپینہ از نہانخانہ عدم بشہستان
وجود خرامید و در ہندوستان نشو و نما یافت

در مبداء حال نوکر شاہزادہ محمد اعظم بن خلد مکان بود۔ و بمنصب امتیاز نشست
یکے از مقربان تعریف میرزا بسبع شاہزادہ رسانید۔ شاہزادہ فرمود۔ قصیدہ در
مدح ما انشا کنند تا رتبہ استعدادش دریافتہ باضافہ منصب و تقرب سرفراز فرمائیم
این خیر میرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برواشت۔ ہر چند یاران مقید شدند
کہ قصیدہ در مدح شاہزادہ توان گفت۔ سرانکار باز زد و نوکری را ترک دادہ در
دار الخلافہ شاہ جہان آباد گوشہ انزو گرفت و بقیہ زندگانی بعنوان فقرو توکل بسر
آورد۔

حق تعالیٰ اورا اعتبار و اشتہار ارزانی فرمود۔ امرا و ارکان سلطنت ہمہ

آرزوی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجامی آوردند سیما نواب شکر اللہ خان کہ خود با جمیع اہل بیت محو اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خانہ است۔

نواب شکر اللہ خان از سادات خواف است و داماد عاقل خان رازی و از پیشگاہ خلد مکان بکومت سہرزد و سہارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مائتہ و الف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستغنی گشت میر لطف اللہ شکر اللہ خان پسر اوست کہ بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت اللہ شا کہ خان۔ و دیگرے میر کرم اللہ عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ در شعر خود را شا گرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیچ خان است عبارت از نواب آصف جاہ باشد کہ خطاب قدیم اوست۔ ہر گاہ میرزا بدولت خانہ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر سہند خود می نشاند۔

و میرزا را با امیر الامرا سید حسین علی خان نیز ربط تام بود در ایامی کہ امیر الامرا بنظم ممالک و کن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیر الامرا نوشت۔

ای نشہ پیانہ قدرت بچہ کاری ہستی اثری یا پیئے تاراج خماری
می در قدحی گل بسری جام بدستی رنگ چینی موج کلی جوش بہاری
لیکن بعد بر ہم زدن محمد فرخ سیر تارخ طبع زاد میرزا کہ ع

”سادات بوی نمک حرامی کردند“

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شدہ از وہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبدالصمد خان ناظم لاہور تعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شالیستہ تقدیم رسانید۔

و چون دولت سادات عنقریب برہم خورد۔ میرزا در ہمان ایام بہ شاہجہان آباد
معاودت نمود۔ و سیوم ماہ صفر سنہ ثلث و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۳) رخت بعالم
باقی کشید۔ و در محن خانہ خود مدفون گردید۔

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطور خود دارد و بطور جمہور نیز فراوان
جواہر سخن در رشتہ نطق کشید۔ اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعہ لطیف مقبول حاصل
می شود و خط نسخ بر نسخہ سحر سامری می کشد۔ چنانچہ درین عدالت گاہ شہود عدل
حاضر است۔

و از بس قوت طبع گاہ بہ باد پای فکر تند می تازد و بطور ملاحظہ موری ترشیزی
در یک زمین مکرر طرح غزل می اندازد۔

و میرزا را بحر کامل مرغوب افتادہ و درین بحر شنائی کردہ میر عطاء اللہ
صاحب رسالہ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل شمن شعر گفتہ اند۔ خالی
از عذوبتی نیست چنانچہ خواجہ کمال اللہ دین سلمان ساوچی فرماید ہ

بصنوبر قد کشش اگر ای صبا گدے کنی بہوای جان حزین من دل خستہ راخمے کنی
و از مطلع میرزا بیدل است ہ

تو کہیم مطلق من گدا۔ چکنی جز این کہ نخوانیم درے دیگر مہنا کہ من بکجا روم چو برانیم
دیوان غزل میرزا بنظر در آمد۔ این چند گوہر از ان محیط بر آوردہ شد ہ

مست عرفان را شراب دیگرے در کازیت جز طواف خولیش دور ساغرے در کازیت
ادب چہ چارہ کند شوق چون فضول افتد بجای عذر دل آوردہ ام قبول افتد
دیدہ انتظار را دام امید کردہ ام ای قدمت بچشم من خانہ سفید کردہ ام

آخر ز فتنہ بر سر دُنیا زدیم پا خلقی بجای تکیہ زد و ما زدیم پا
کافر مگر مغل و سنجابی باید مرا سایہ بیدی گفیل خواب مے باید مرا

بی نقش چین نه محسن فرنگ آفریدن است بهزادی تو دست زد دنیا کشیدن است
 تنم ز بند لباس تکلف آزاد است بر بهنگی برم خلعت خدا داد است
 اُلفت تن باعث فکر پریشان دل است دانه صاحب ریشه از آمیزش آب گل است
 کس از التفات چشم خوابان کام بر دارد که بر هر استخوان صد زخم چون بادام بر دارد
 من نمی گویم زیان کن یا بفکر سود پاش ای ز دوست بخیز در هر چه باشی زود باش
 شکوه فقر ملک بے نیازی کرد سلیم با تقبالی که دل برخاست از دنیا به تعظیم
 باز بیتا بانه ایجاد نوا سے سے کم مطلب دیگر نئے دائم دُعا سے سے کم
 من درین بحر نه کشتی نه کدو سے آرم چون حباب از بر خود جامه فرو سے آرم
 درین حدیقه نه قدر دان حیرانی بشوخی مژده ترسم ورق به گردانی
 جمع گشتن دل مارا به تسلی نرساند از گهر کسیت برد شیوه غلطانی را
 چه وجود چه عدم بست و کشاد مژده است چون شرر بر ده جهان را رنگا هے دریاب
 سرگرانی لازم هستی بود بیدل صبح تا نفس باقی است صندل بجبین مالید است
 گز تا مل قفس بیض طاء سس شود در شبستان عدم نیز چراغانی هست
 دل سخت گره شد زنجیر ابرو سے نازش در طاق تغافل همه نقاشی چین است
 صاف معنی کرد ستغنی ز درد صورت چون بطمی باطن من عالم آب من است
 بهستی تو اُمید است نیستی مارا که گفته اند اگر هیچ نیست اللہ است
 بهر طرف گزری سیر نرگستان کن بقدر نقش قدم چشم دوستان باز است
 تا نفس باقی ست ظالم نیست بی فکر فساد گوشه گیر فتنه می باشد کمان را تا دم است
 قلندرانه حدیث است ز ابد مغرور تو غره به بهشتی که جائے ریدن نیست
 کینه در طبع ملائم کند نشو و نما فارغ از جوش غبار است زمینی که کم است
 حسن بے مشق تا مل نگذشت از دل ما صفحہ حیرت آئینه عجب خوش قلم است

مشق ستم ز طینت ظالم نخی رود / زور کمان و سه که نماند کباده است
 کس نرفتن بعدم هستی اگر جامی داشت / خلقی از تنگی این خانه بصحرای زده است
 کاش هجران دامن میداد و گروصلی نبود / شمع تصویریم که از من سوختن بهم ننگ داشت
 گریه آمد از صدف گوهر اسیر رفته است / خانه غربت دل آگاه را دام بلا است
 بی خمیدن از زمین نتوان گریه برداشتن / آنچه بر دارد دولت زین خاکدان قدر دوست
 نه دام دامن و نه دانه این قدر دامن / کردل بهر چه کشد التفات صیاد است
 در نیام هر نفس تنگی و دودم خوابید است / چون سحر در قطع هستی خنجره در کار نیست
 آن قدر سعی به آبادی ما لازم نیست / خانه چشم به امداد نگاه می برپاست
 گویند بهشت است و همه راحت جاوید / جائیکه بد آنی نه طپد دل چه مقام است
 چون سایه باش یک قلم آئینه نیاز / آن را که سجد و جزو بدن نیست بنده نیست
 تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است / رشته را که گره جمع نسازد و سر است
 مرده هم فکر قیامت دارد / آرمیدن چه قدر دشوار است
 بگذر از اندیشه یوسف که در کفان ما / یا نسیم پیرهن یا جلوه پیراهن است
 هیچ کس از معنی مکتوب شوق آگاه نیست / ورنه جائی نامه پیش یار ما را خواندن است
 هر که رفت از خود بدایع تازه ام ممتاز کرد / آتش این کاروانها جمله بر جان من است
 پیشکاران عجز و هر کس غالب اند / آنکه از مردان بمردی باج سیگیزان است
 آبرو باعرض مطلب جمع نتوان ساختن / دست حاجت تا بلند می کرد استغنائشت
 بیدل نتوان بردنم از خط جبینم / نقاش عرق ریز حیا نقش مرا لبست
 خواری دیوان و هر عورت ما پیش کرد / فرد چه باطل شود سحر ورق دفتر است
 قماش فهم نداریم ورنه خوبان را / اتوی پیرهن ناز چین پیشانی است
 زین ندامت خانه بیرون رفتن دشوار است / هر قدر دستی کمی سائی بهم پامی شود

بزرگ آب سیر برگ برگ این چمن کردم گل داغ است بیدل آنکه بوئے از وفادار دارد
 داغم که چرا پیکر من سایه نه گردید تا در قدم سرو و خرامان تو باشد
 چو عمر گر نشوی هم عنان خود داری قدم بهر چه گذاری رکاب می گردد
 بر که نالم بیدل از بیداد چرخ خواب من آواز این دو لایب بُرد
 در مجلسه که عزت موقوف خود فروشی است دیگر کس چه باشد گر میرزا نباشد
 چو برگردد مزاج از احتیاط خود مشغول سلامت سخت می لرزد بران سنگه که میشد
 بدماغ دعوی عشق سرو الهوس بلند است مگر از دکان قصاب جگرے خریده باشد
 ز دل حقیقت رد و قبول پرسیدم بخنده گفت برو یا بیا که می پرسد
 اگر مردی در تخفیف اسباب تعلق زن که انگشت دگر انگشت نریک بند کم دارد
 کج ادایانه به ارباب مطالب سر کن راستی بردل این قوم سنان می باشد
 دهر لبریز مکافات است اما کو تمیز کم کسے اینجا بحال خود نرحم می کند
 برقی ز دور دارد هنگامه تجلی ای بخودان به بینید دل جلوه گر نباشد
 هر چند کار فردا است امروز مفت خود گیر شاید دماغ طاقت وقت دگر نباشد
 چشمت بغلط سوی من انداخت نگاه می تیری که ازین شست خطاشد چه بجاشد
 نموده اند ز دست نوازش فلکم دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند
 سایه از جلوه خورشید چه اظهار کند رنم از خویش ندانم بچه آئین آمد
 ای ساغر بتخاله ازین تشنه سلامی خوش خیمه بران چشمه کوثر زده باز
 وضع فقیری مانا ساز میچکس نیست ویرانه ایم آما بسیار خوش هوا ایم
 چندانکه ز خود می روم آن جلوه به پیش است رنگه نشکستم که برنگه نرسیدم
 نشئه تحقیق مارا شعله جواله کرد گرد خود گشتم چندان که خود را سوختیم
 کم ظرفیم از غفلت خویش است و گر نه دریاست می ریخته از جام محبام

در وصل ز محرومی دیدار می رسید آئینه نغمه‌ای که من با که دو چارم
 طپیدم ناله کردم - آب گشتم خاک گردیدم تکلف بیش ازین توان بعرض مدعا کردن
 چه پردازم بعرض مطلب خود سخت حیرانم تو هم آخر ز بان حیرت آئینه می دانی

رباعی

هر صبح که در هائے فلک باز کنند مردم قانون جستجو ساز کنند
 قوال فلک بدست گیرد و دف مهر دنیا طلبان پازدن آغاز کنند
 مخفی نماند که تاریخی که میرزا بیدل برای سادات گفته و در ترجمه او بر زبان
 قلم گرفته - محرک شد که درین محل شمه از احوال دو امیر کبیر از سادات بار همه و
 اسبابی که باعث عول پادشاه شد بعرض بیان در آید - و این جمله معترضه نقاب
 از صورت حال و انماید - و اسم نواب آصف جاہ هم در ترجمه میرزا ذکر یافت
 به این تقریب حالات نواب آصف جاہ و نواب نظام الدولہ شہید خلف الصدق
 افیزی طرازم - و او هم کلک را مطلق العنان می سازم -

(۸۲) سید عبداللہ خان

مخاطب به قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاه بود و برادرکش
 سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مبالغات با سمان می سود -
 اینها از اعظم سادات بار همه اند و اکا بر شرفاء ہند و نسب سادات بار همه بہ
 سید ابو الفرح واسطی راجع می شود کہ سلسلہ نسبش در دفتر اول تحت ترجمہ سید
 محمد صغری بلگرامی **نَوْمَ اللّٰہُ ضَرِ حَیْکَ نَکَاشِ یَافَت -**
 ہر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپہر امارت بودند تھلی با کثر شہائل

سنیہ وخصائل رضیہ خصوص سخاوت و شجاعت کہ ازین دو صفت والا آثار و غرا بطور
 رسانند۔ و نقشہائی کہ طراز صفیہ دولت باشد بر لوح روزگار نشانند۔ و از مبادی
 ایام عروج تا منتہی بخوبی و نیکنامی بسر بردند۔ و از آبیاری عدل و احسان عرصہ ہند
 را از شک فردوس برین ساختند۔ لیکن در او آخر دولت راہ غلط پیوژند و تا روز قیامت
 داغ بدنامی بر خود برزدند۔ اما نزد ارباب انصاف منشاعرل پادشاہ محض پاس
 آبرو و حفظ جان عزیز بود کہ اینہامادۃ العمر جانفشانیہا نمودند۔ و لوازم دولت خواہیا
 بتقدیم رسانیدند۔ پادشاہ چشم از حقوق پوشیدہ در صد قلع و قمع افتادہ و تا زندہ بود
 ہمین خیال در سر داشت۔ آخر این را می سقیم باعث زوال سلطنت شد و دولت
 پادشاہ و سادات ہر دو برہم خورد۔

قاضی شہاب الدین ملک العلما قدس سرہ در مناقب السادات میفرماید کہ:-

”امارت صحت سیادت خلق محمدی است و سخاوت ہاشمی و شجاعت حیدری باید“

”کہ سید صحیح النسب ازین ملکات بہرہ وافی داشتہ باشد۔ و احیاناً بحکم نفس امامہ“

”اگر مرکب عصیانے شود۔ آخر کار سبب رومی دہ کہ باعث نجات آخری می گردد۔“

مصدق این کلام درین ہر دو برابر مشاہدہ افتاد کہ مظلوم ازین عالم رفتند و غارۃ
 شہادت بر رو مالیدن نام اصلی قطب الملک حسن علی است و نام اصلی امیر الامرا
 حسین علی۔ شہادت اول بہرہ واقع شد۔ و شہادت ثانی بخنجر۔

حسن علی خان برادر کلان در عمدہ محلہ مکان بخطاب خانی و فوجدار می نذر بار
 و سلطان پور از توابع بگلانہ سلفرازی یافت و بعد از ان بھراست اورنگ آباد
 سر بلند گردید۔

و چون شہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم از پیشگاہ محلہ مکان بصوبہ داری
 ملتان مامور شد حسن علی خان ہمراہی رکاب شہزادہ دستوری یافت۔ صحبت

او با شاهزاده کوک نشد. و آزرده خاطر به لاهور برگشت. در آن وقت میر عبد الجلیل
بلگرامی بخد مت بھکر و سیوستان قیام داشت. چون حسن علی خان از نواحی بھکر
تقصه لاهور کرد. میر سلوک ماسے پسندیده بعل آورد. ابتدا ی ربط با سادات این است
و قتی که خلد مکان علم بحدک جاودانی زد. و رایات شاه عالم از پشاور به
لاهور فرامید. حسن علی خان را بمنصب شش هزار ی و عطای تقاره و بخشگیری فوج
جدید سرافراز ساخت.

و در جنگ محمد اعظم شاه بهراولی فوج محمد معز الدین که بهراول مجموع عساکر شاهی
عالمی بود مقرر گردید. و قتی که جنگ ترازو شد. حسن علی خاں و حسین علی خاں و
نور الدین علی خاں برادر سیوم برسم تهور پیشگان مهند خود را از قبل انداختند و
با جمعیت سادات بار مہر پای جلادت افشردہ بجنگ کوتہ یراق پیوستند نور الدین
علی خاں نقد زندگانی در باخت و دیگر برادران زخمهای نمایان برداشتند و سرخ
روئی فتح و ظفر حاصل کردند حسن علی خاں بمنصب چهار هزار ی و صوبہ داری آبی
مسابی گشت. و بعد از آن بصوبہ داری الہ آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت بہ محمد معز الدین رسید. حکومت الہ آباد از عزل او بنام
راجی خاں مقرر شد و سید عبدالغفار از احاد سید صدر جہاں صدر الصد و
پہانوی بہ نیابت راجی خاں متوجہ الہ آباد شد. سید حسن علی خاں فوجی بتقابل
بر آورد و در سواد الہ آباد جنگ افتاد. سید عبدالغفار بعد غالب شدن مغلوب
گردید. عنان عطف ساخت. محمد معز الدین با تقضای غفلت و عیاشی دست از تدارک
برداشتہ در استمالت سید حسن علی خاں افتاد و بہ ارسال فرمان بحالی الہ آباد و
اضافہ منصب سرافراز نمود

اما برادرش سید حسین علی خاں ناظم عظیم آباد پٹنہ کہ بمزید شجاعت و وفار و متانت

نامور روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت - چنانچه در ترجمه اذنگارش می رود - و به حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود حسن علی خان بجا پلوی محمد معز الدین که از وقت صوبه داری ملتان کم التفاتی اومی دانست اعتبار نه کرده از تبه دل به محمد فرخ سیر گردید و درخواست قدم اله آباد نمود -

محمد فرخ سیر در چنین هنگام اتفاق این دو برادر بهادر صاحب فوج از اما را اقبال خود دانسته از بلده پلته به اله آباد رسید و با حسن علی خان مشافهت تجوید عهد پرداخته امیدوار مزید عنایات ساخت و به هراولی فوج مقرر فرمود - و عازم پیش گشت -

عز الدین پسر کلان محمد معز الدین به اتالیقی خواجه حسین مخاطب به خان دوران از دار الخلافه شاهجهان آباد بتقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید - و در حوالی کجوه از توابع اله آباد رسیده انتظار حریف می کشید - بحد تقارب فوج محمد فرخ سیر عز الدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی را گریز گرفت -

فوج محمد فرخ سیر که در کمال عسرت و بے سامانی بود از غارت بنگاه عز الدین تقویته کمال بهم رسانید و روانه پیشتر شده در نواحی اکبر آباد غرامش نمود -

محمد معز الدین نیز از دار الخلافه کوچ کرده به اکبر آباد آمد - و در فکر عبور دریا جمن (جون) بود که حسن علی خان پیش قدمی نموده از متصل سرای روز بهانی چهار کردهی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دلا گزشت - اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو به پراگندگی آورده بودند و بعد از همراه رکاب رسیدند - سیزدهم ذی الحجه سنه ثلث و عشرين و مائت و الف (۱۱۲۳) تلافی فریقین دست داد - نسیم فیروزی برالویه محمد فرخ سیر وزید - و محمد معز الدین بغیر وضع راه دہلی گرفت -

درین کار از اراده و برادر ترددات نمایان بظهور رسید. سید حسین علی خان
برادر خور و زخمهای کاری برداشته در میدان افتاد. بعد جلوه افروزی شاهد فتح
حسن علی خان برادر کلان بر جناح استعجال روانه دار الخلافه گشت. و پادشاه نیز
به تفاوت یک هفته سایه وصول بر ساحت دہلی انداخت. حسن علی خان بمنصب هفت
هزاری هفت هزار سوار و خطاب سید عبداللہ خان قطب الملک بہادر یار وفادار نظر
و تفویض وزارت اعلیٰ بلند پایہ گشت.

چون عروج رتبه این ہر دو برادر از حد گذشت. ناتوان بینان در صدد شکست
افتادند. و بتسویلات و اہی مزاج پادشاه را شورانیدند. نوبت بجائے رسید کہ
ہر دو برادر خانہ نشین گشتند. و بہ ترتیب مورچال و استعداد اسباب پر خاش پرتاب
والدہ پادشاه کہ با ہر دو برادر اظہار دوستی می نمود و از قدیم واسطہ اصلاح بود. بخانہ
قطب الملک آمدہ مجدد اہم و پیمان استوار ساخت. ہر دو برادر بملازمت رسیدہ
شکوہای محبت آمیز در میان آمد. و چند روز زمانہ بہ آرامش گرائیید.

غرض گویان مزاج پادشاه را برہم زدند. ہر روز صحبت بے مزہ ترمی گشت. و مانع
نفاق کہ خانہ برانداز کہنہ دولتہاست می افزود. تا آنکہ امیرالامرا بصوبہ داری کن
مرخص گشت. و قطب الملک بمیش و عشرت مشغول گشتہ عثمان وزارت بدست
راجہ رتن چند سپرد. اعتقاد خان کشمیری ہماز و دمساز پادشاه گردید و کنگاش
قلعہ و قمع سادات اعلان گرفت. قطب الملک بہ امیرالامرا نوشت کہ کار از دست
رفتہ است پیش از آنکہ چشم زخمی بہ آبرو و جان برسد. خود را باید رسانید. امیرالامرا
با کمال تسلط و جبروت از دکن روانہ شدہ سواد دہلی را محسکہ ساخت و پادشاہ
را پیغام کرد کہ تا کہ بند و بست قلعہ بہ اختیار نہان باشد در ملازمت و سوا اس دارم.
پادشاہ خدمات قلعہ را بہ متوسلان امیرالامرا سپرد. بعد استحکام قلعہ امیرالامرا

بملازمت پادشاه رسید-

و هشتم ربیع الآخر به اراده ملاقات ثانی فوجها آراسته داخل شهر شد و در حیولی شایسته خان فرود آمد- قطب الملک و مهاراجه اجیت سنگه در قلعه رفته بدستور روز اول به بند و بست قلعه پرداختند و کلید دروازه بدست آوردند- آن روز شب بهمین منوال گذشت- مردم شهر و آتف نشدند که شب در قلعه چه واقع شد چون صبح دمید- قتل قطب الملک شهرت داده افواج پادشاهی از هر جانب مرتب شده بر سر امیر الامر خواستند هجوم آرند امیر الامر اب قطب الملک گفته فرستاد که چه جائی توقف است ندو از میان باید برداشت-

لا علاج قطب الملک نهم ربیع الآخر سنه احدى و ثلثین و مائت و الف (۱۱۳۱)
پادشاه را مقید ساخت و ربیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاه عالم را از حبس برآورده بر تخت نشاند و صدای نقاره جلوس او آشنوی را که در شهر برپا شده بود فرو نشاند-

رفیع الدرجات در حالت حبس بمرض تبّیّ دق مبتلا بود- چون سلطنت میسر شد لوازم احتیاط مزاج از دست داد و بعد سه ماه و چند روز روزگار او سپری گشت و مطابق وصیت او برادر کلانش رفیع الدوله را بر سریر سلطنت جادادند- و به شاه جهان ثانی ملقب ساختند- بعد ایام نیکو سیر در قلعه آگره خروج کرد- امیر الامر ابا بادشاه بسرعت خود را رسانده قلعه را مفتوح ساخت- ناگاه قنّه دیگر گل کرد- حئی سنگه سوائی طبل مخالفت کوفت- قطب الملک در رکاب شاه جهان ثانی برای دفع حئی سنگه به فتح پور سیکری شتافت و با حئی سنگه صورت مصالحه در میان آمد شاه جهان ثانی نیز بعد سه ماه و چند روز بمرض اسهال درگذشت- ناگزیر روشن اختر بن جهان شاه بن شاه عالم را از دارالخلافه طلبیده

پانزدهم ذی القعدة سنه احدى وثلثين و مائة و الف (۱۱۳۱) بر اورنگ فرمانروائی اجلاس دادند۔ و به محمد شاه ملقب ساختند۔

سبحان الله هر چند سادات خود دعوی سلطنت نه کردند و اولاد تیموریه را تحت نشانند اما حرکتی که با محمد فرخ سیر کردند مبارک نیامد۔ می به آسایش نگذرانیدند و نفسی به طمانیت نه کشیدند۔ دریا با غیفتنه از هر چهار طرف بتلاطم درآمد و استیلا زوال دولت آماده گشت۔

خبر رسید که غره رجب سنه اثنین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) نواب نظام الملک ناظم مالوا از دریای نرید اگدشته قلعه آسیر و شهر هرمان پور را متصرف گشت۔ امیرالامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب نظام الملک فرستاد۔ دلاور خان بعد محاربه بقتل رسید۔ سید عالم علی خان نائب صوبه داری دکن که نوجوان تهووش بود کارزار نموده مردانه نقد هستی باخت۔ امیرالامرا با پادشاه قصد دکن کرد و قطب الملک با چندے از امرانوزدهم ذی القعدة از چهار گروهی اکبر آباد فچپور رویه رخصت دارا الخلافه دہلی شد و بهنود نرسیده بود که هفتم ذی الحجه خبر کشته شدن امیرالامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را که بحراست دہلی قیام داشت نوشت که یکے از شاهزادہا را بر آورده بر تخت نشاند۔ یازدهم ذی الحجه سنه اثنین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) سلطان ابراهیم بن رفیع الشان بن شاه عالم را بر تخت دہلی اجلاس دادند۔ به تفاوت دوروز قطب الملک نیز رسید و به استمالت امراء قدیم و جدید پرداخت۔ و فوج علی العموم نگاه داشت و آنچه در ایام وزارت اندوخته بود از نقد و جنس که احصاء آن جز علم الہی مقدور کسے نیست ہمسرا صرف سپاہ و یاران و دوستان کرد و گفت اگر زنده ایم باز ہم

می رسانیم و اگر خواهش حق بنوعی دیگر است چرا در دست غیر افتد۔

ہفدہم ماہ مذکور بعزم مقابلہ از دار الخلافہ برآمد۔ سیزدہم محرم سنہ ثلث و ثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۳) بموضع حسن پور رسید۔ چار دہم جنگ واقع شد۔ توپخانہ محمد شاہی با ہتھام حیدر قلی خان میر آتش پیہم درکار بود و مردم بارہمہ سینہ را سپر ساختہ در مقابل توپخانہ مکرر حملہ نمودند از برگشتگی ایام فائدہ نہ بخشید۔ چون شب شد از بارش گولہای توپ و زنبورک و شتر نال کہ آنہ فرست نمی داد فوج قطب الملک پراگندہ گشت و تا دمیدن صبح معدودے ہمراہ قطب الملک ماندند۔

ہمین کہ آفتاب از در پیچہ مشرق سر بر آورد۔ فوج محمد شاہی یورش کرد و جنگی صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات بسیل شدند۔ و سید نجم الدین علی خان زنجہا کاری برداشت۔ قطب الملک خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ حیدر قلی خان۔ با جمعی بر سر وقت قطب الملک رسیدہ اورا بر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاہ آورد۔ پادشاہ جان بخشی نمودہ حوالہ حیدر قلی خان فرمود۔ قطب الملک در قید پادشاہی روزی بشب و شبہ بروز سیاہ می آورد آخر سہموش کردند۔ اول مرتبہ خدمتکار اوز ہر مہرہ را سائیدہ خوراند۔ باستفراغ بیا سمیت دفع شد۔ روز دوم باز خواجہ سرای پادشاہی حبز ہر ہلاہل آورد۔ قطب الملک تجدید وضو کردہ مستقبل قبلہ نشست و گفت الہی تو میدانی کہ این شیء حرام را با اختیار خود نمی خورم۔ ہمین کہ از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجمان آفرین سپرد۔ و این واقعہ سلخ ذی الحجہ سنہ خمس و ثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۵) واقع شد قبرش در شاہ بجمان آباد و زیارت گاہ خلایق است۔

از آثار اوست نہر پیت پر گنج واقع شاہ بجمان آباد کہ از بی آبی حکم کر بلا داشت قطب الملک در سنہ سبع و عشرین و مائتہ والف (۱۱۲۷) نہرے از اصل نہر

شاهجهانی بریده آورده و آن خط را بوفور آب احیا نمود- علامه مرحوم میر عبد الجلیل
بلگرامی گوید

بحر جود فیض قطب الملک عبد الله خان نهر خیری کرد جاری آن وزیر مختشم
بهر آن عبد الجلیل واسطی تاریخ گفت نهر قطب الملک مد بحر احسان و کرم
و نیز علامه مرحوم در مثنوی بمدرج اومی پردازده

ارسطو فطرته آصف نشان است یمین الدوله عبد الله خان است
بدیوان چون نشیند نو بهار است بمیدان چون در اید ذوالفقار است

(۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان

برادر خرد قطب الملک است اما در سخاوت و شجاعت و علوهت و تکوین
و وقار از برادر کلان فائق بود- و در عهد خلد مکان به حکومت رتختنبور و آخرها
به فوجداری همدول بیان می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاهور مشمول عواطف شاه عالم
گردید- سید حسین علی خان با فوجی شایسته در حوالی و هلی دولت ملازمت دریافت-
و در جنگ محمد اعظم شاه مصدر جلاعل ترددات گشته نوعی که گزشت به منصب
سه هزار و عنایت نقاره سر بلند گردید- و بواسطت شاهزاده عظیم الشان به
نیابت صوبه داری عظیم آباد پتیه رخصت یافت

در اواخر عهد خلد مکان صوبه داری بنگاله به سپه دار خان مخاطب به
اعزالدوله خان جهان بهادر از تغیر شاهزاده عظیم الشان مقرر گشت- محمد فرخ میر
خلف عظیم الشان که به نیابت پدر در بنگاله بود طلب حضور شده به پتنه

رسید چون مدتها بخود سری گزرانیده و نسبت به برادران دیگر نزد جد و پدر مرتبه نداشت
رفتن حضور شاق و ناگوار پنداشته بعد از عسرت اخراجات اوقات پرستی میکرد تا
آنکه شاه عالم شتقارشده محمد فرخ سیر خطبه و سکه بنام پدر نموده در فراهم آوردن مردم
همت گماشت - درین اثنا خبر گشته شدن عظیم الشان رسید - در ربیع الاول
سنه ثلث و عشرين و مائه و الف (۱۱۲۳) خود سر بر آرای سلطنت گشت -

وسید حسین علی خان ناظم پتنه را به وعده عنایات مستمال ساخته رفیق
گردانید و ازین جهت سید حسن علی خان ناظم آباد نیز طریق رفاقت سپرد - و
کمزرمانی افواج کثیره مجتمع گشت اما بنا بر قلت خزانه تا رسیدن اکبر آباد دوازه
هنر اسوار پیش نماند -

سید حسین علی خان روز جنگ به اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب
صوبه داری اولیسه و زین الدین خان پسر بهادر خان رهیله میقبل
ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر که توپ و ضرب زن بسیار پیش رو چیده
ایستاده بود اسپان ناخته در زنجیره توپخانه درآمد - چون عرصه و غابر خود تنگ دید
بآیین دلاوران کشور هندی پیاده گشته زخمهای کاری برداشته بر زمین افتاد - و آن
دوسر در بار فقاء بسیار مردانه نقد زندگانی نثار نمودند -

بعد فتح سید حسین علی خان بخطاب امیرالامرا بهادر فیروز جنگ و منصب
هفت هنراری هفت هنر اسوار و خدمت والا س می بخشیدگی کوس بلند رنگی نواخت
و در سال دوم جلوس به افواج سنگین به تنبیه اجیت سنگه مرزبان سرزمین
ماروار که لوای ترمذ افراخته بود - مامور گردیده و تا میسر همه جا تعلقه او بود لکه کوب
تاراج ساخت - راجه از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بر زد و در مکانهای
استوار خزید -

درین یساق آنچه از اجرای حکم امیرالامرا نقل می کنند این است که :-
 "چون دیهات اجیت سنگه و جی سنگه سوائی باهم مخلوط اند و رعایای قلعه اولین از
 "هراس رو بفراری آوردند- و بنابر اجیان حکم بود که موضع خالی را یغما کرده آتش زنند
 "و مکانهای آباد را مزاحمت نرسانند- رعایای اجیت سنگه این را دیدن بواسطت
 "رعایای جی سنگه امان خواسته می آمدند- همان وقت سزا و لان تعیین می شدند که بتبار اجیان
 "گویند که آتش فرو نشانند و آنچه گرفته اند ستر و سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد -
 "بعضی ثقات از مردم دیه استفسار کردند با تفاق می گفتند که غیر از سوختن نقصانی
 "بمانرسید-

وضبط و فتق امیرالامرا همیشه برین منوال بود-
 افواج و اوز راه باریکه مابین و وزراعت می گزشت کسی را قدرت نبود که از
 جاده تفاوت کند- دست بزراعت رسانیدن معلوم-
 القعه اجیت سنگه چون خرابی خود و ملک مشاهد کرد و کلاء معتبر فرستاده بقیم
 پیشکش و ارسال پسرکلان خویش ابی سنگه نام و ترو تچ دختر خود به پادشاه که در
 عرف این دیار دوله گویند مستدعی عفو جرائم گردید- امیرالامرا بمصالحه پرداخت و
 ابی سنگه و همراه گرفته خود را بحضور رسانید و فوجی برای دوله گزاشت و بعد
 رسیدن دوله طوی پادشاه متعقد گشت-

گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاهان پیشین کم جلوه ظهور نمود- علامه مرحوم
 میر عبدالحلیل بلگرامی ثنوی رنگینه درین طوی بنظم آورده و داد سخنوری داده -
 بعد ازین پادشاه امیرالامرا را به صوبه داری دکن مقرر فرمود- چون میر
 جمله سمرقندی هر روز مزاج پادشاه را از سادات منحرف می ساخت- قرار یافت
 که اول میر جمله بصوبه داری پتینه را بفرستد و بعد از آن امیرالامرا رخصت دکن

شود- میرجمله روانه پتنه شد و امیرالامرا در سنه سبع و عشرين و مائت و الف (۱۱۲۴) متوجه دکن گردید-

وقت رخصت مواجته عرض کرد که اگر در غیبت من میرجمله محصور رسید- یا به قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد در عرض بیست روز مرا رسیده دانند پادشاه از قباحات نافهی بوساطت خان دوران مخفی به داؤد خان ناظم برهان پو تحریض مخالفت نمود-

داؤد خان با آنکه سادات در ابتداء سلطنت محمد فرخ سیر واسطه جان بخشی او شدند و بتازگی امیرالامرا نیابت صوبه داری برهان پور از پادشاه بنام او گرفت- و او از گجرات احمد آباد به برهان پور آمدن بحکومت آنجای پرداخت چشم از حقوق سادات پوشین اراده مخالفت مصمم ساخت-

چون امیرالامرا نریدار عبور کرد ظاهراً شد که داؤد خان سر رشته موافقت گسته خیال ملاقات هم در سر ندارد- امیرالامرا در فکر اصلاح اُفتاد و پیغام کرد که در صورت توافق ملازمت لازم و در شکل تخالف روانه دار الخلافه باید شد از ما مزاحمت نیست-

داؤد خان پائی جهالت افشرد که کار به پر خاش رسانید ناگزیر یازدهم رمضان سنه سبع و عشرين و مائت و الف (۱۱۲۴) عرصه مبارزت دیو اد برهان پو آراسته گشت و جنگ عظیم رونمود- داؤد خان بزخم تفنگ نقد هستی باخت- بعد طلوع نیز فتح امیرالامرا به اورنگ آباد رسید و بر سندیاست تمکن ورزید- و عنقریب کند و دیهاریه سینا پتی راجه سا هو در صوبه خاند لیس سر به فساد برداشت امیرالامرا ذو الفقار بیگ بخشی خود را به تنبیه او تعیین فرمود- و در برگنه بهمانیر دو چار گشته بجنگ در پیوست- ذو الفقار بیگ جرئه شهادت چشید-

و باقی فوج بیخادر آمد. سیف الدین علی خان برادر اصغر امیر الامرا و راجه محکم سنگه
 بهارش غنیمت مامور شدند و تابندرسورت عنان باز نه کشیدند. و محکم سنگه تا قلعه ستاره
 مسکن راجه سا هو دقیقه از نهب و تالان فرونگذاشت.

چون پادشاه به اغوای دولت براندازان. و سرداران دکن خصوص راجه
 سا هو در باب مخالفت امیر الامرا. بایما و صراحت کوتاهی نمی کرد و در دہلی با
 قطب الملک هر روز صحبت تازه و نزاع نو بر می انگیزت و صدای بگیه و کیش
 هر وقت بگوشه می رسید. قطب الملک همیشه امیر الامرا را به آمدن دہلی
 ترغیب می کرد

لا علاج امیر الامرا از دشمن خانه دشمن بیگانه ساخته در سنه تسع و عشرين و
 مائت و الف (۱۱۲۹) بار راجه سا هو بتوسط سنگراجی ملهارد و محمد انور خان
 برهان پوری که تا حین تحریر در قید حیات است و فقیر را با او صحبت های مستونی آقا
 افتاد. صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق و شوارع. و نگاه
 داشتن پانزده هزار سوار در رکاب ناظم دکن. اسناد چوخته و سردیسکی شمش صوبه
 دکن بهر خود با تنخواه کوکن و غیره ملکه که راج قدیش می نامند حواله نمود.

مخفی نماند که در او اخر عهد خلد مکان قرار یافته که با غنیمت صلح در میان آید.
 باین شرط که سرصد از محصول ملکی نه روپیہ بصیغه سردیسکی حصه غنیمت مقرر شود پادشاه
 میر ملنگ را با اسناد سردیسکی نزد غنیمت فرستاد که عهد و پیمان محکم سازد و سرداران
 غنیمت را بملازمت پادشاهی بیارد. آخر رای پادشاه برگشت و میر ملنگ را که
 هنوز اسناد حواله غنیمت نه کرده بود بحضور طلبید. و در عهد شاه عالم سرصد ده روپیہ
 سردیسکی به غنیمت مقرر شد و سند پادشاهی حواله گردید. و در ایام حکومت داؤد خان
 چوخته یعنی چهارم حصه از حاصل ملک سوای سردیسکی به غنیمت قرار یافت و جاری و ساری

گشت اما سربعل نیامده بود۔ امیر الامرا بطورے کہ گذشت سند چوتھ حوالہ نمود۔
آخر نخست این تزییع سخت سرایت کرد و رفته رفته عنیم شریک غالب شد و قوت
عجبه بهم رساند

امیر الامرا بعد مصالحه عازم دار الخلافه شد و غره محرم سنہ احدی و ثلثین و
مائت و الف (۱۱۳۱) بانوج و کن بشوکت و صولت تمام از خجسته بنیاد کوچ کرد و
معین الدین نام مجهول الحالے را پسر شاهزاده محمد اکبر بن خلد مکان قرار
داده همراه گرفت و بہ پادشاه نوشت کہ در تعلقہ راجہ ساہو سر کشیدہ بود اوراد تنگی
ساختم و احتیاط لازم دانستہ خود بحضور می آرم۔

او آخر شهر ربیع الاول در حوالی و ہلی جانب لات فیروز شاہ مخیم ساخت و
خلاف ضابطہ حضور نوبت نواخته داخل خیمہ شد۔ و مکرر ببانگ بلند گفت کہ من
از نوکری پادشاہی بر آدم۔

و بعد ازان کہ بند و بست قلعہ را با اختیار خود کرد پنجم شهر ربیع الآخر ملازمت
پادشاہ نمود و گذارش کلہا کرد۔ و باز ہشتم ماہ مذکور بشہرت سپردن شاہزادہ جلی
سوار شدہ در حوالی شالیستہ خان داخل گشت و قطب الملک باراجہ
اجبیت سنگہ بہ بند و بست قلعہ شتافتہ ہیچکس را در انجا نگذاشت و پادشاہ را
مقید ساخت طوریکہ در ذکر قطب الملک گذارش یافت۔

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت نیکو سیر بن محمد اکبر
بن خلد مکان کہ در قلعہ اکبر آباد مقید بود با اتفاق احتشام آنجا علم خروج بر
افراشت امیر الامرا بر جناح استعجال رسیدہ بہ محاصرہ سٹہ ماہ و چند روز قلعہ را مفتوح
ساخت۔ و بموکب شاہ جہان ثانی کہ برای تنبیہ راجہ جی سنگہ سوائی تانچتپور
سیکری رسیدہ بود ملحق گردید و صلح در میان آمد۔

درین ضمن چھبیلہ رام قوم ناگزیناظم الہ آباد دم از مخالفت زد۔ امیر الامرا
و قطب الملک با پادشاہ از فتح پور بہ آگرہ آمدند۔ و تا فروزشستن فتنۃ الہ آباد
توقف آگرہ ضرور افتاد۔

چھبیلہ رام فوت شد و گرد ہر بہادر برادر زادہ چھبیلہ رام بنیاد مخالفت
کہ عیش گذاشتن بود برپا داشت۔ حیدر علی خان و محمد خان بنگش با فوج تعین
شدند و بتغویض و تفویض صوبہ داری اودھ با گرد ہر بہادر صلح واقع شد
درین اثنا نیزنگی فلک شعبدہ دیگر و انمود۔ نواب نظام الملک ناظم مالوا
رائے مخالفت از امیر الامرا استشمام نموده گام سرعت بدکن برگرفت۔ و بعد قتل
سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی کہ تحریری شود ملک دکن را بنظر
در آورد

امیر الامرا با پنجاہ ہزار سوار بہ عزیمت دکن نہم ذی القعدہ سنہ اثنین
و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود۔

سبحان اللہ این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت و سخاوت و کرم و حلم و
مواسات فطری داشتند و کافہ انام را مشمول انواع احسان ساختند و ہر گز مجوز
ستم و بیداد بر متنفسہ نشدند اما مقلب القلوب نوعی دلہا را صرف کرد کہ دستگیر فتہای
سادات از سادات برگشتند و ہر چند می دانستند کہ زوال دولت ایشان باعث خا
خرابی ماست۔ می گفتند الہی این کشتی غرق شود ما ہم فرو رویم از بیگانگان چہ
توان گفت۔

بعد بر ہم خوردن دولت سادات مردم دو فرقہ شدند جمعی بیکلی یادمی کردند و گروہی
بہ ہدی۔ و در مجالس فیما بین فریقین طرفہ مناقشا برپا می شد۔

میرزا بیدل تاریخ عزل محمد فرخ سیرچین بنظم آورده ۵

دیدمی که چه باشاه گرامی کردند صد جور و جفا ز راه خامی کردند
تاریخ چو از خرد بستم فرمود سادات بوی نمک حرامی کردند
و میر غطت اللہ بنخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کرده

باشاه سقیم آنچه شاید کردند از دست حکیم هر چه آید کردند
بقراط خرد نسخه تاریخ نوشت سادات دواش آنچه باید کردند

القصد اعتماد الدوله محمد امین خان بنابر قرابت قریبه که با نواب
نظام الملک داشت در فکر غدر افتاد - و میر حیدر کا شغری را بران داشت که قابو
یافته قطع رشته حیات امیرالامرا اقدام نماید -

میر حیدر مسطور از ترکان دغلات است - وجد کلانش میر حیدر صاحب
تاریخ رشیدی همواره ملتمز رکاب با بری و همایونی بود - چندی به فرمان
روائی کشمیر هم رسید - و از جهت میر شمشیری اینها را میر می گویند -

ششم ذی الحجه سنه اثنتین و ثلثین و مائه و الف (۱۱۳۲) در منزل توره
سی و پنج کرده عرفی از فتح پور سیکری خیم عساکر شد - امیرالامرا بعد داخل
شدن پادشاه در محل سراپالکی سواره بخانه خود برگشت همین که متصل کالان باری
یعنی احاطه چوبین که گردخیام پادشاهی نصب کنند رسید - میر حیدر که روشناس
وراه حرف داشت فردا احوال خود بدست امیرالامرا داد و شروع بضعیف
نالی نمود - چون امیرالامرا مشغول خواندن شد بچستی خنجر آبداری به پهلوی
امیرالامرا رسانید و کا تمام کرد فوراً اللہ خان از اقرباء امیرالامرا پیاده همراه
می رفت بضر شمشیر میر حیدر را از پا در آورد - و دیگر رفقاء امیرالامرا دست
پای زدند بجای نرسید قابو طلبان سر امیرالامرا را جدا کرده نزد پادشاه بردند
له ماتر الامرا جلد اول صفحه ۳۳۴ مطبوعه کلکتہ -

و پس ازین هنگامه لاش او را بحکم پادشاهی تکفین نموده و نماز جنازه خوانده به
اجمیر نقل کردند و در جوار پدرش سید عبداللہ خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحہ مرد صالحی در رویا دید کہ سید الشہداء امام حسین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ امیرالامرا خطاب کرد کہ ^{۳۲}بَلِّغْ وَ عَذِّکْ ^{۳۲}وَ غَلَبَ عَذُّکْ
بعد شہادت امیرالامرا چون حساب کردند ہر یک فقرہ تاریخ بود با صنعت تقلب
حق این است کہ در قریب العہد کم امیری باین خوبی در عرصہ ظهور آمد نسیم
جامع اخلاق حمیدہ بود۔ و فور طعام و صلائے عام سرکار او مشہور است مردم
اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند کہ در عہد امیرالامرا اکثر مردم در خانہ خود
طعام نمی نختند۔ طبّاخان سرکار امیرالامرا طعام حصہ خودی فروختند و قاب پلاؤ
مکلف بچندیل سیاه می دادند۔

اجزاء بلغور خانہا از غلہ پختہ و خام و احداث مجلس یا زہم و دوازہم ہر ماہ
در بلا و غنیمت ہند و دکن از اعمال خیر اوست۔ و تا امروز جاری است درین مجالس
بامشاخ و نفزاء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابہ در دست خود گرفته بر
دست مہمانان آب می زخت۔

و پیش از وصول دکن زرمہ سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان
باطمازت مل داخل و کثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ مہند چون حیدرقلی خان حکم
بندرسورت اموال ملا عبد الغفور ملک التجار بندر مذکور کہ زیادہ بریک کروڑ روپیہ
بود ضبط نمود۔ ملا عبدالحی پسر متوفی بطریق استغاثہ بحضور رسید و پانزدہ لکہ روپیہ
بشرط معافی اموال نیاز امیرالامرا نوشتہ داد۔ روزے صبح ملا عبدالحی را طلبید
اموال بایناز معاف کرد و بہ عطای خلعت نواختہ رخصت وطن فرمود و گفت اشب
مرا بر سر مال این مرد بالنفس خود مجادلہ شد۔ آخر بالنفس طامع غالب آمد۔

وقتیکه امیرالامرا از دکن بدار الخلافه معاودت نمود- میخواست که امین الدوله
 قانع خوان حضور پادشاهی را بنا بر تقصیری که از امین الدوله در غیبت امیرالامرا
 صادر شده بود معاتب سازد- روزی که امین الدوله بملازمت امیرالامرا رسید
 و از در در آمد میرعبد الجلیل بلگرامی حاضر بود میرعرجس نواب رسانید که رسول الله
 صلی الله علیه و سلم در حق انصار و ذریت انصار دعا کرده و در مراعات ایشان وصیتها
 نموده و فرموده تَجَاوَرُوا عَنْهُمْ مَسِيئَتِهِمْ یعنی در گذرید از گناهکار ایشان نواب
 از اولاد رسول اند صلی الله علیه و آله و سلم و امین الدوله از اولاد انصار رضی الله
 عنهم باقتراء جد بزرگوار تقصیر مشاء علیه عفو شود- امیرالامرا فی الفور از حالت
 غضب فرو آمد و امین الدوله را مشمول مهربانها ساخت

میرعبد الجلیل در آن وقت با امین الدوله آشنا نبود اما می دانست که
 از اولاد انصار است چون میر طریقه محدثین داشت و همواره در مراعات سنن
 نبوی می کوشید شفاعت انصار بر خود لازم دید-

امیرالامرا خوش ذهن بود و شعر خوب می فهمید- و در فن تاریخ دانی متفرد
 می زیست و از باب کمال را فراوان دوست می داشت و بعد نماز صبح اذن بود که
 صاحب کمالان در آیند و تا یکپاس روز با اینها صحبت می داشت و تاکید بود که
 در آن وقت دیوانیان و متصدیان حاضر نشوند-

میرعبد الجلیل مرحوم تعریف خوش فہمی امیرالامرا بسیار می کرد و در مرثیہ
 امیرالامرا قصیدہ غزالی بنظم آورده و از فرط محبتی که با امیرالامرا داشت بکمال و
 سنجنگی حرف زده قصیده این است -

آثار کربلاست عیان از جبین بند	زد جوش خون آل نبی اند زمین بند
شد نام حسین علی تازه در جهان	سادات گشته اند مصیبت نشین بند

نیل است زین معامله پیراهن عرب
 گیتی چرا سیاه نه گردد ز دود غم
 هندیان چنین مصیبت عظمی ندیده است
 از داغ دل زدند چراغان اشک جوش
 ماهی در آب می لپید و مرغ در هوا
 فرزند مصطفی خلف الصدق مرقی
 رستم نشان حسین علی خان شهید شد
 آن صفدری که از قلم تیغ بارها
 تیغش بروز معرکه خصم تیره بخت
 دریا دله که بود ز ابر عنایتش
 از هر هر فلک زده عالیجناب او
 منقاد او شدند از ان سرکشان دهر
 هندیان شهادتش تن بے روح گشته است
 عالم چو قیر در نظر خلق شد سیاه
 گردون را خزان همه تن اشک گشته است
 دل چاک چاک گشت جگر داغ داغ شد
 اَلْاَسْرُ صَحَّ الْمَلَأُکَ وَاسْتَغْبَرَ الْفَلَکُ
 از دست ابن بلجم ثانی شهید شد
 تا که بلا و تاجف و تا مدینه رفت
 ای دوستان اَلْاَحْبَابِ اهل بیت
 تاحق اهل بیت رسالت ادا شود
 وز خون گریه سرخ شد است آستین هندی
 خاموش شد چراغ نشاط آفرین هندی
 دیدیم داستان شهر و سنین هندی
 این است نوبهار گل آتشین هندی
 از شیون عظیم امیر مهین هندی
 کز روی فخر بود بد آتش یمن هندی
 از خنجرے که بود نهان در کین هندی
 تحریر کرده نسخه فتح مبین هندی
 چون برق می شکافت صفی‌آهین هندی
 شادابی بهار بهشت برین هندی
 در ترکناز حادثه حصن حصین هندی
 کز داغ ضبط کرد نشان بر سرین هندی
 یعنی که بود او نفس و اسپین هندی
 اُفتاد تا ز خاتم دهر آن نگین هندی
 در اعتناء ماتم گرن رکین هندی
 زین غم گشت زهر از د انگین هندی
 فِي هَذِهِ الْمَصِیْبَةِ سَحَقًا لِلَّیْنِ هندی
 گوئی ز کوفه است گل ماتمین هندی
 سیلاب خون دیده و آه و آیین هندی
 غمگین شوید بهر حسین حزن هندی
 بر رُغم این جماعه منصوبه بین هندی

از کلک من بمرثیہ سید شہید
 این چند بیت ریخت چو دُرِ شبنمِ ہند
 رضوان حق چو سبزہ فرینِ ہر طرح او
 تاہست صُن سبزہ بگیتی قرینِ ہند
 سالِ شہادتش قلم و اسطی نوشت
 قتلِ حسین کرد پزیرِ لعینِ ہند

(۸۴) آصف - نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ

جد مادری او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و
 جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از اخفاد شیخ
 شہاب الدین سمروردی بود۔

عابد خان در عہد شاہ جہانی وارد ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ
 و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت۔ و چون سلطان اورنگزہ
 را بابرادران محاربہ پیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود۔ و بعد از سریر آرائی
 بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت
 کل و بعد ازان بمنصب بیخ ہزاری و خطاب تبلیغ خان افتخار اندوخت و بعد عزل
 صدارت شانزدہم جمادی الآخر سزائتین و تسعین و الف (۱۰۹۲) کرت ثانی میت
 بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ کلکندہ حیدر آباد بمسیت و چہارم بیع الاول
 سہ شمان و تسعین و الف (۱۰۹۸) بزخم گولہ توپ نقد جان تشار کرد۔

میر شہاب الدین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود نمود و بمنصب ہفت
 ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آواز
 گشت و در فتح بیجا پور از بس ترددات نمایان بظہور رسانید۔ بضم فقہ "فرزند
 ارجمند" برالقاب سابق نوازش تازہ یافت۔ و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

مامور گشت - و در ایام حکومت گجرات سته اثنین و عشور و مائنه و الف (۱۱۲۲) بعالم
باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاه خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر
قمر الدین است - و سال میلاد او سته اثنین و ثمانین و الف (۱۰۸۲)
در ریگان شباب مطرح انظار خلد مکان بود و بمنصب چهار هزار و خطاب
چین فلیج خان سرافراز - و در تسخیر قلعه و آکنیکه مصدر ترددات نمایان گردیده باضام
هزار و بمنصب پنج هزار و غوج نمود - و بعد رحلت خلد مکان در تنایز ع شاہزادہا
سر رشته احتیاط بدست آورده ملتزم هیچ طرف نہ گردید

و چون شاہ عالم سریر سلطنت آراست بخطاب خان دوران بہادر و صوبہ
داری او دھ با فوج داری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقررے شد
ممتاز گردید - علامہ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین "خاندوران
بہادر" یافت -

نواب نظام الملک بہ کمتر فرصت بنا بر گرمی بازار امراء جدید و کساد امراء
قدیم از نو کمری استغفا کرده بہ دار الخلافہ شاہ جهان آباد آمد و لباس درویشانہ
پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چند روزہ بہ محمد معز الدین رسید
بہ عنایت اصل منصب و خطاب سابق نواخت بقراء بے قید ہندوستان بر نواب
نظام الملک طعنہ مے زدند کہ از خرقت درویشی بر آمدہ بہ لباس دنیا دار آمدہ طریقہ
این جماعت در یوزہ گرمی ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند
غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد -

القصہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت بر آمد بخطاب نظام الملک بہادر

فتح جنگ و منصب ہفت ہزاری مباہی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔
 و چون ایالت دکن بہ امیرالامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب
 بہ پایہ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد و تفویض یافت۔
 و چون امیرالامرا از دکن بہ دارالخلافہ معاودت نمود و محمد فرخ سیر را
 عزل کردہ پادشاہ نورابر تخت نشاند حکومت مالوا بہ نظام الملک مقرر ساخت
 نواب نظام الملک بہ مالوا آمد۔ و بوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نمودہ
 در سال دوم محمد شاہی مطابق سنہ اثنین و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۲) متوجہ
 دکن گردید۔

وغرہ رجب عبور دریای زبردانمودہ قلعہ آسیر را از طالب خان و شہر بران
 پور را از محمد انور خان برہان پوری بہ صلح بہ دست آورد۔ امیرالامرا لشکر جبار
 بہ سرداری سید دلاور خان بہ تعاقب فرستاد۔ نواب بہ طریق رجع القہقری بمقابلہ
 شتافتہ۔ در موضع حسن پور سرکار ہندیہ سیزدہم شعبان سال مذکور تلافی فریقین دست
 داد۔ سید دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت بہ دارالسور برپائیو
 عود فرمود۔ و ہنوز زخم جراحت رسیدگان التیام نیافتہ بود کہ سید عالم علی خان
 برادر زادہ امیرالامرا نائب دکن تبارک کمر بست۔ و از نجستہ بنیاد اورنگ آباد
 جلوریز جانب برہان پور شتافت و ششم شوال سال مسطور در نواحی بالا پور
 از توابع صوبہ برار جنگی صعب روداد۔ سید عالم علی خان از فرط تہوری پاسے
 جلادت افشردہ خون خود را بے محابا ز تخت و نواب مظفر و منصور داخل اورنگ
 آباد گردید۔

امیرالامرا بہ استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و
 ربط ہندوستان از اکبر آباد جانب دارالخلافہ مرخص ساخت۔ و خود با پادشاہ نام

دکن گردید- چون قلم تقدیر بزوال دولت سادات باره رفته بود اعتماد الدوله
محمد امین خان شخصه را مقرر کرد تا امیر الامرا را در عین سواری پالکی به خنجر دغا
کشت و این حادثه ششم ذی الحجه سال مذکور در منزل توره واقع شد قطب الملک
بوصول این خبر وحشت افزایک از شاهزادها را از قلعه دار الخلافه برآورده به سلطنت
برداشت و فوجی فراهم آورده به مقابله شتافت- و بعد محاربه دستگیر گردید-
چون نواب نظام الملک به نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر
محمد امین خان قرار گرفت-

محمد امین خان پسر خواجه بهاء الدین است که برادر نواب عابد خان مذکور
و قاضی بدله سمرقند بود- محمد امین خان از عهد محمد فرخ سیرنجشگیری دوم
باستقلال داشت- و بطوریکه تخریر یافت بیایه وزارت اعلی مرتقی کشت اما بعد
وزارت اجل فرصت نه داد- و در ایام معدود در گذشت-
نواب نظام الملک خود را از دکن به دار الخلافه رسانیده خلعت و زار
پوشید و خواست که قواعد خلعت مکان را که متروک شده بود بتازگی رواج دهد امراء
خلع العذار این را منحل مقاصد خود پنداشته مزاج پادشاه را از نواب نوعی
منحرف ساختند

در همان ایام مطابق سنه خمس و ثلثین و مائه و الف (۱۱۳۵) آثار یغی از
ناصیه حال حیدرقلی خان ناظم گجرات هوید گشت نواب بتا دیب او مقرر گردید
و به این تقریب امر نواب را از حضور برآورده- چون نواب بمنزل جهابووه
قریب گجرات رسید حیدرقلی خان که باره جنگ مسافته طے کرده بود تباب
مقاومت در خود ندیده خود را دیوانه قرار داد-

نواب به دار الخلافه عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبه داری مالمو

و گجرات ضمیمه حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از اتفاق امر اخبار خاطر ما افزونی گرفت و در سنه ست و ثلثین و مائت و الف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغیر نواب مبارزخان که از سالها ناظم حیدر آباد بود مفوض گشت - و ملال پنهانی بدرجه اعلان رسید - نواب مخالفت هوای دارالخلافه با مزاج خود موافقت هوا مراد آباد که پیشتر حکومت آنجا پر واخته بود بهانه ساخته از پادشاه رخصت مراد آباد گرفت - و چند منزل طے کرده جلوعزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنه کوب خود را به دکن رسانید - مبارزخان به مقابله پیش آمد در سوادشکر کهره شصت کرده از اورنگ آباد فریقین بهم رسیدند - بیست و سیوم محرم سنه سبع و ثلثین و مائت و الف (۱۱۳۷) جنگ عظیم واقع شد - مبارزخان بقتل رسید - و ممالک مجموع بنواب مسلم گشت -

بعد ازین پادشاه به استمالت نواب کوشید - و همیشه با رسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت - و درین ایام نواب بخطاب آصف جاه بلند آوازه گردید - و در سنه خمسین و مائت و الف (۱۱۵۰) پادشاه بمبالغه تمام نواب را طلب حضور نمود - نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدوله ناصر جنگ بهاد را نائب دکن مقرر ساخته خود به دارالخلافه شتافت و شرف ملازمت پادشاه دریافت - فضل علی خان تارخ قدوم چنین در سلک نظم کشیده

صدشکر که ذات دین پناهی آمد رونق ده ملک پادشاهی آمد

تارخ رسیدنش بگویشم هاتف گفت آیت رحمت الهی آمد

نواب هزار روپیه نقد و اسب با ساز نقره در وجه صلح عنایت نمود

و بعد دو ماه از وصول دہلی پادشاه نواب را بر اے تنبیه مرہنہ دکن رخصت فرمود - نواب چون به اکبر آباد رسید - از بعض وجوه شارع متعارف جنوبی گذشت

سمت شرقی روان گردید- و بر سر اتاوه و مکن پور مرور نموده زیر کالپی دریائے
جن راعبور فرمود- و از انجا رو به جنوب کرد- و بملک مالوا درآمد

فقیر در همین ایام عازم حرمین شریفین زاد بوم الله کرامت شد و سیوم رجب
سال مذکور از بلگرام برآمد و از قنوج راه اکبر آباد گرفت- بموکب نواب از قرب
قنوج متوجه کالپی شد اما سر نهضت نواب به آن سمت معلوم نبود- بعد از آن که
فقیر سه منزل طی کرد و خبر رسید که نواب از دریای چین گذشته رو به دکن آورده و بمجد
وصول این خبر انبساط عجیبی دست داد که از غیب بدرقه راه بهم رسید- و طریق
اکبر آباد گذشته عنان بجانب کالپی منعطف ساختم و نهم رجب بیست و نهم رجب
کالپی وصول بموکب آصفجا هی اتفاق افتاد

نواب بعد طی منازل بشهر بهوپال از توابع صوبه مالوا رسید و فوج مرته
از دکن استقبال کرد- در ماه رمضان سال مسطور جنگهای صعب در سواد بهوپال
واقع شد- چون آمد آمد نادر شاه گرم بود- نواب مصالحه را صلاح وقت دیده
بدار الخلاف رجعت نمود-

چون نادر شاه استیلا یافت و گذشت آنچه گذشت نواب را نسبت به
سائر امرا و افرادان رعایت و مدارا می کرد- چون امیر الامرا خان دوران در
جنگ نادر شاه جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادر شاه منصب امیر الامرائی
ضمیمه مراتب دیگر به نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادر شاه بحال ماند-

و در سنه ثلث و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۳) نواب از پادشاه رخصت
و دکن گرفت- و قطع مسافت نموده پرتو قدم بر سواد بهمان پور افکنده مغویان
نواب نظام الدوله ناصر جنگ را برین آوردند که سید راه باید شد اکثر سرداران
و افواج دکن نخست عهد اتفاق بستند آخر به نظر نیک خواری نواب آصف جاہ

در اقدام حرب تقاعد نمودند- نواب نظام الدوله زنګ فوج مشاهده کرده در روضه
 شاه برهان الدین غریب گوشه عولت گرفت- چون رایات آصفجاء بقرنعلیم و
 تنسیق ملک و نصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب به اورنگ آباد رسید
 نواب نظام الدوله به اندیشه آنکه مبادا آوینشی رود بد از روضه بقلعه مله میر رفت
 نواب آصفجاء موافق قاعده مستمر در موسم بر اشکال افواج را بادطان و چراگاه
 رخصت فرمود- و جریده در اورنگ آباد نشست- چون شیطان لعین راه زن
 بنی آدم است تا بحدیکه نتایج انبیا را بزور تسویلات از راه می برد- و بمعارضه
 قَاتِلِ اللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالٍ كَثِيرٍ گفتار می سازد- نواب نظام الدوله بحریک
 واقع طلبان اراده اورنگ آباد مصمم ساخت- و قریب هفت هزار سوار فراهم
 آورده بایلغار قریب اورنگ آباد رسید- نواب آصفجاء با هر قدر مردم که حاضر بودند
 و توغخانه در سوادشهر جانب عیدگاه بمداغه قیام نمود- بیستم جمادی الاولی سنه
 اربع و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد از کثرت توغخانه
 آصف جای و ظلمت شام و تنگی وقت- فوج طرف ثانی از هم پاشید نواب نظام الدوله
 فیل را تاخته با معدودی خود را قریب فیل نواب آصفجاء رسانید- و زخمی شده در
 دست پدر و الا که افتاد-

نواب آصفجاء در سنه ست و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۴) که عزم بسخی ملک
 کرنا تک بر بست- و بعد وصول آن دیار اول قلعه ترچیا پلی را که در دست مرهت
 بود محاصره کرده مفتوح ساخت- و بعد ازان ملک ارکات را از قوم نوایت که
 از مدته آن الکه را در تصرف داشتند انتراع نمود و حکومت آنجا به نورالدین خان
 شها مت جنگ گویا موسی از جانب خود مقرر فرموده در سنه سبع و خمسين و مائة و الف
 (۱۱۵۷) به نجسته بنیاد مراجعت کرد

و در سنہ نسیع و خمیسین و مائتہ و الف (۱۱۵۹) قلعه با لکنندہ از توابع حیدر آباد کہ در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصره در فرصت کمی مفتوح ساخت
و در سنہ احدی و شتین و مائتہ و الف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمد خان ابدالی از جانب کابل بہ شاہ بہمان آباد گرم شد۔ نواب بہ اتفاقاً مصلحت ملکی از اورنگ آباد بہمت برہان پور نہضت فرمود۔ فقیر بہ تکلیف نواب نظام الدولہ حاضر این سفر بود و برہان پور خبر رسید کہ احمد شاہ ظفر یافت و احمد خان ابدالی شکست خوردہ راہ کابل گرفت۔

نواب آصفجاہ را درین ایام مرضی شدید عارض شد۔ بہمان حالت بہست و مقیم جمادی الاولی خیمہ جانب اورنگ آباد بر آورد۔ و از استیلاء مرض در سواد شہر برہان پور زیر خیمہ وقفہ کرد و بیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکہ چارم جمادی الآخرہ وقت عصر سنہ احدی و شتین و مائتہ و الف (۱۱۶۱) رایت بملک جاودانی بر فراخت۔

وقت برداشتن نعش غریوی از خلق برخاست کہ زمین وزمان در لرزہ در آمد۔ امراء عظام جنازہ اش را دوش بدوش بہ میدانے رسانیدند۔ و نماز ادا کردو بہ روضہ شاہ برہان الدین غریب قدس سرہ روانہ ساختند۔ و پایان مرقد شیخ مائل قبلہ بخاک سپردند ”متوجہ بہشت“ تاریخ رحلت اوست کہ راقم الحروف فیتہ برو اتفاق اسرار سلف ہوید است کہ در طبقہ سلاطین تیموریہ و طبقات پیشین امیر مے بہ این اقتدار چشم روزگار کم مشاہدہ کرد۔ قریب شش سال با یالت ممالک و کن پرداخت و قلمرو مے کہ زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقدار بود ہنہا در تصرف داشت و فتوحاتے کہ کارنامہ روزگار باشد بجلوہ آورد۔

و مستحقین را بہ خیرات و مبرات فراوان نواخت۔ از دفتر صدارت تحقیق نمودہ

شد که سه لکه روپیہ بدستخط او سوا کے انعامات بادشاہی درصوبجات دکن بطریق یومیہ و درماہیہ بہ ارباب استحقاق می رسید۔ و سوا می این قریب یک لکه روپیہ بمردم حج رو و غیر ہم رعایت می فرمود۔

سادات و علما و مشائخ دیار عرب و ماوراءالنہر و خراسان و عراق عجم و ہندوستان آوازہ قدر دانی استماع یافتہ رو بہ دکن آوردند۔ و درخور قسمت خطے از احسان عام اندوختند۔

فقیر را بنواب آصف جاہ صحبتہای مستونی دست داد۔ و صحبت اول اتفاقاً ہندوئے بہ ارادۂ اسلام حاضر شد و شرف اسلام دریافت۔ عرض بیگی بعرض رسانید کہ اُمید و اِرتام است۔ فرمود نامی باید گذاشت کہ مُشعر دین اسلام باشد فقیر گفتم مثلاً دین محمد۔ فرمود دیروز ہندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشتہ شد گفتم دین محمد ہر قدر زیادہ شود بہتر اَللّٰهُمَّ الصِّرَافُ لَصْرِفْ دین محمد بسیار منبسط گشت و ہمین نام مقرر نمود

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتایج طبخش فراہم آمدہ۔ و قفے کہ بتقریب وزارت از دکن بہ شاہجہان آباد تشریف آورد۔ فقیر در شاہجہان آباد بودم۔ زادۂ طبع خود کہ ۵

کی سوی چین می رود آن دستِ حنائی امروز کہ آئینہ گلزار بدست است برای انتمام غزل در مجمع شعرا انداخت۔ نواب امین الدولہ و قائل خان حضور معلی۔ علامہ مرحوم میر عبد الجلیل را تکلیف کرد۔ میر قصیدہ درین زمین طرح کرد کہ مطلعش این است ۵

نہا حُسن ترا مشعلِ انوار بدست است مہ را ہمہ شب کا سہ گداوار بدست است
نواب امین الدولہ قصیدہ را بہ نواب آصف جاہ رسانید۔ مخطوط شد و تکلیف

ملاقات فرمود میرقصیده دیگر در مدح نواب آصف جاه پرداخته شبیه بموافقت نواب
 امین الدوله نزد نواب آصف جاه رفت - نواب اعزاز و اکرام فراوان بعمل آورد
 و برابر خود بنیفاصله جا داد - و چون نسخه قصیده از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبیده
 اشاره بانشا و قصیده کرد - هر یک بیت را بفهم در آورده بتوجه تمام اصفا نمود و جوهر
 تحسین افشاند - بعد استماع قصیده صلوات نقد و خلعت و اسب تکلیف فرمود - علامه
 مرحوم موافق ضابطه قدیم خود نپذیرفتند - قصیده این است -

بهار آمد و اگر دینچه بند قبا	گره ز خاطر بلبل کشود فیض صبا
ز بسکه سنبه و گل در چین هجوم آورد	نسیم کرد بصد حیل جای خود را و
گرفت قهوه بکف در پیاله یا قوت	برای شاه روز لاله حمرا
بین به لاله و تحریک نچرخه در بر برگ	چو طوطی که ز منقار واکند پیر با
شکج طره سنبل کند صید نظر	نگاه دیده ز گرس فسون هوش را
و میز نغمه ز منقار بلبل خوشگو	چو گلبنی که از لبش گدگل رعنا
فزود حسن چین از سحاب گوهر بار	چنانچه شان وزارت ز عمده الوزرا
نظام ملت و ملک افتخار اهل کرم	توام دین و دول آفتاب مجد و علا
بود بحسن وزارت به از نظام الملک	که نقش ثانی بهتر کشد نگار آرا
مشابه کف او بحر چون تواند شد	که نقص جزر بود مد بحر را بقفا
حباب نیست که بحر از تشبیه کف او	کلاه فخر بیند اخت از خوشی بهوا
رسن ز موج زده بر میان کف کشتی	کز و سوال کند چون قلندر دریا
ز بیم کثرت جودش محیط ناله کند	گواه اوست برین بیم رعشه اعضا
گرفت خضر یمنی خرد ز دانش او	چنانکه خلق ز جودش اصابع یسری
رسیده است بجای تقدس ذاتش	که چون ملک بود از جنس انس ستنه

چو اندیده امیری مذهب الاخلاق
 مثال روح مصور بود بپاکی ذات
 چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر
 صفای آینه راے او بود چندان
 کرم زدست گهر بار او بود ممنون
 تعجب است ز شمشیر آتش افروزی
 گره گره نبود نیرۀ عدو شکنش
 گه نبرد بود همچو ابر صاعقه بار
 هزار شکر کزو مسند وزارت یافت
 بر سیم جشن طرب چید بزم رنگینی
 ترانه سنج ز مرغوله ساخت چو گانے
 سپهر شد همه تن دیده تماشائی
 بو تو رتا و تو توک دن چو کوک تو شوق چقدر
 تو شوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل پند و
 محیط مدحیت اورا کرانه پیدا نیست
 شعار من نبود شعر بس کفر زین حرف
 اَقُولُ وَفَقَّكَ اللهُ دَائِمًا بِالْخَيْرِ
 اَدَامَ قَدْرَكَ لِي لِحَاكِ مَاسَاكِلَ فَلَكَ
 فَانْتَ خَيْرٌ ظَهِيرٌ لِي سَمَا لَدَّ هَرِ
 قَدْ اسْتَجَابَ دُعَائِي يَا اَللهُ اَلْمُتَعَالِ
 ز فضل گزوم تیغ و نیزه می گیرم
 بعینک مه و مهر این سپهر شست دو تا
 نشان عقل مجسم بود به فهم و ذکا
 چو گرم چو شبنم غلغله شود چمن پیرا
 کمی نماید از او آنچه رو دهد فردا
 نظریه تیغ چمن کار او بود شیدا
 که جانی تیغ کف است و کف است بحر عطا
 که بند گشته در و جا بجا دل اعدا
 کمان چو قوس قزح تیر چون شهاب سا
 همان که یافت تن عاذر از دم عیسی
 که از تصویر آن خامه گشت شارب جفا
 ز بود گوی دل سامعان مجسم ادا
 پیۀ نظاره این محفل نشاط افزا
 تو تو کچی تو لود تو توک بولدی میشکر موند
 قیور قتلغ بولسون بلند قلدی نوا
 بزور قی قلمی چون توان نمود شنا
 کز اهل فضل و خوب است ز اهل فضل دعا
 لَا يَنْظِمُ اَمْرًا اَلَا نَامَ فِي الدُّنْيَا
 وَشَدَّ اَمْرًا بِالْعَمْرِ مَا سَتَّ مُحَمَّدٌ
 وَانْتَ خَيْرُ كَصِيرٍ لِي زَمْرَةَ الضُّعْفَا
 مَسَلِ عَرَبِيٍّ وَ اِلَيْهِ التَّجَبَا
 که بر جلالت من شاهد نداین دو گوا

ز دو الفقار چو برہان قاطعی دارم
بروز معرکہ فصیل نمایم این دعویٰ
قلم نوشت برای وزارتش تاریخ
وزیر کشور ہند آصف دوام ابقا
ہزار و یکصد و سی و چہار ہفت نشاد
دوگونہ جو ہر تاریخ از و شو پیدا
نَظُمْتُ فِي الْحَرْبِ الْفَصِيلِ قَائِمًا
حکمی و کرامتہ سبک الیہ تعالیٰ
اسیس دے کے کسی ہندی مون یون
رہے جگت مون اچل باس یہ وزیر سدا
خرد بخاتمہ عبد الجلیل کرد ارشاد
کہ ختم کن بدعا این قصیدہ غرا
ملائک انپی آمین این دعا شدہ اند
برنگ زرگون گل چشم و گوش نوق سما
ہمیشہ ہر روز ہم شاد و کامران باشند
دی از وزارت و از وی وزارت علی

(۸۵) آفتاب - نواب نظام الدلہ بہانا صرحبگ شہید رحمہ اللہ

امیرے بود دین پرور۔ عدالت گستر۔ غیور صاحب عزم۔ صف آرای بزم و رزم
در اجرائی احکام شریعت غراہم وافی می نمود۔ و در فریادرسی عاجز نا لان بے دست
پا توجہ تام می فرمود۔ در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت
و ہذا کرسوا رخ سالفہ سلاطین اولو العزم گوش مستعان را البریز در رمی ساخت
پایہ مشق سخن را بہ تنج میرزا صائب بجائے رسانیدہ بود کہ موشگافان دقائق
معانی و رموز یا بان لطائف سخن دانی نمیتوانستند را ہی بفرق تحقیق و تقلید کشود
از مبادی سرن شعور بہ مقتضای علو ہمت و فرط شجاعت ہوا می تسخیر ممالک عظیمہ
در سر داشت۔ نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مائت و الف (۱۱۵۰) حسب الطلب
محمد شاہ پادشاہ بہ دار الخلافہ دہلی شتافت۔ در رق و فتق صوبجات و کن بر بیل

لہ نتائج الافکار صفحہ ۵۰ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

لہ آثار الامرا جلد سوم صفحہ ۸۴۸ مطبوعہ کلکتہ۔

نیابت به پسر والاگر تفویض نمود. نواب نظام الدوله در تنظیم و تسبیق امور مملکت امنیت بلاد و امصار و رفاه و فلاح عامه خلألق تدابیر صائبه و مسامحی جمیده بظهور آورد - و به بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات و ضعیع و شریف منتسبان دولت عظمی را مورد نوازش ساخت و عنیم مرهتہ را کہ در وکن تسلط بهم رسانیده و صوبہ مالوار را بتصرف در آورده و تاحوالی و ملی زیر و زبر ساخته گوشمال واقعی داد و عرصہ وکن را از ترکن از حوادث محفوظ و مصئون داشت

و چون نواب آصفجہ از دار الخلافہ و ملی الویہ توجہ بہ وکن بر فراخت مغویان نواب نظام الدوله را بر سر مخالفت آوردند - و محاربه بوقوع آمد نوعی کہ - (در ترجمہ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنہ خمس و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۵) نواب آصفجہ فرزند گرامی را از عتاب بر آورد و در سنہ ثمان و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۸) در حیدر آباد او را مورد نوازش فرمود و صوبہ داری اورنگ آباد تفویض نموده رخصت آن بلده ساخت -

و در سنہ تسع و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۹) نواب آصفجہ از حیدر آباد به دہلور رسیدہ پسر را از اورنگ آباد نزد خود طلبید - نواب نظام الدوله خود را بحضور رسانید -

نواب شہید ابتداء در حین سفر فقیر را الکلیف رفاقت نمود و در اسفار سے کہ پیش می آید با خود داشت و بہ اختیار مفارقت رضا نداد -

القصدہ پدر و پسر بنا بر مصلحت ملکی جانب و الکثیر اخراش نمودند - از انجا نواب آصفجہ پسر را بطرف میسور رخصت فرمود کہ از راجہ میسور پیشکش بدست آورد - و خود بہ اورنگ آباد مراجعت نمود - نواب شہید بعد وصول سر نیگتن

کہ دارالاقامہ راجہ میسور است تحصیل پیشکش نمودہ خود را پیش پدر بہ اورنگ آباد
 رسانید۔ و عنقریب پدر و پسر جانب دار السور بر لان پور خرامیدند۔ نواب
 آصفیہاہ در دار السور متوجہ دار السور شد و نواب نظام الدولہ سند ایالت
 دکن رازیب وزینت بخشید۔ و از بر لان پور بصوبہ اورنگ آباد کہ مقرر خلا
 و کن است متوجہ گشت و ایام برشکال را در انجا بسر برد۔

درین اثنا احمد شاہ فرمان روای ہندوستان بجمت اصلاح امور سلطنت
 کہ سبب نزاع و نفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شدہ بود۔ شقہ طلب بہ خط
 خاص نوشت

نواب باوصف موانع و مفاسد دکن و سواس بنی ہدایت محی الدین خان
 دختر زادہ نواب آصفیہاہ کہ از عہد آصفیہاہ بہ حکومت رایپور و ادونی
 پرداخت محض بہ امثال حکم ظل الہی و اصلاح کار لای پادشاہی با فوج گران و
 توجانہ فراوان عازم ہندوستان شد۔ و تادریای نرید اجلوریز خود را رسانید
 درین ضمن شقہ دستخط خاص پادشاہ ناسخ عنایت حضور و رونمود و اخبار کمرشی
 و بے اعتدالی ہدایت محی الدین خان نیز بر سبیل توا تر رسید لہذا مرا جمعت
 بہ اورنگ آباد نمودہ موسم برشکال درینجا گزرا نید۔

درین فرصت حسین دوست خان عرف چند از رؤساء نوایت ارکات
 بہ ہدایت محی الدین خان پیوستہ اورا بہ گرفتن ارکات تحریض نمودہ۔ ہدایت
 محی الدین خان رو بہ ارکات آورد و در انجا جم غفیرے از فرنگیان فرانسیس ساکن
 بندر پہلچری بوساطت چندا بانواج ہدایت محی الدین خان ملحق شدند۔ و
 بہ اتفاق بر سر انور الدین خان شہامت جنگ گویاموی کہ از وقت نواب
 آصفیہاہ ناظم ارکات بود رفتند۔ شانزدہم شعبان سنہ اثنتین و شین و مائت و

والف (۱۱۴۲) معرکه قتال آراسته شد بحسب تقدیر شهادت جنگ درجه شهادت

یافت

نواب نظام الدوله بجز ظهور این سانحه در صدر گرداوری افواج - واجتماع
سرواران نامی و کن و افرونی مصلح حرب گشته با هفتاد هزار سوار جزا و تو بخانه
بیشمار و یک لکه پیاده بعزم تنبیه باغیان لواهی عزیمت اخراخت - و تابند ریپلجری
که پانصد گروه جریبی از خسته بنیاد مسافت دارد - پاشنه کوب رسیده صف آرا
میدان نبرد گردید - بیست و هشتم ربیع الآخر سنه ثلث و ستین و مائت و الف (۱۱۴۳)
تا سه پاس کامل آتش خانه فرنگ سرگرم اشتعال بود - آخر کار بهیت و هفت مئه فرنگیان
از رعب و هبات محمدیان رو به فریمیت آوردند و هدایت محی الدین خان زنده گیر
آمد نواب به حکم لا تترکون علیکم الیکم هدایت محی الدین خان را زنده نگاهداشت
و صاحبان و لشکریان او را قاطعتر از جان و مال امان بخشید دولت خوانان هر چند در
بیشگاه نواب بدلائل قاطعه ثابت کردند که بقای هدایت محی الدین خان موجب
نیج جان ماده فتنه است او را از میان باید برداشت - نواب ترحم را که فرموده هرگز
بقتل راضی نشد و محفوظ نگاهداشته مردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعیین نمود -
تا انصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند و بفحوائی کگل یعمل علی شاکلته
احسان جان بخشی بر طاق نسیان گذاشته پنهان کرد خواهی چست بستند - و فرنگیان
با وصف شکست فاحش هنوز مصدر انواع شورش و خیره سری گردیدند

و (نواب) بضرورت قلع ریشه فساد - توقف دران سرزمین واجب دانسته متوجه
ارکات شد - و فوجی بمدافعه آن گروه باطل پشروه تعیین نمود - از نیرنگی قضا و قدر حشیم
زخمی بفوج اسلام رسید و قلعه نصرت که ده چغنی که پای تحت الکه کرنا تک است
بتصرف فرانسیس رفت - نواب از کمال غیرت و حمیت دین متین و مراعات رسم و آیین

ملک داری که تدارک هر امری باید فوراً بظهور رسیده عبرت افزای متمدنان گردد - با وصف شدت برشکال و مشاهدۀ طوفان نوح - و صعوبت عبور و مرور - و انقطاع رسد غله - خود بدولت متوجه تنبیه کفره فجره گشت - و یازدهم شوال سنه ثلث و شتین و مائۀ و الف (۱۱۶۳) از ارکات کوچ فرمود - و هفدهم ماه مذکور به اشارۀ درویشی از جمیع منبیات توبه کرد و تا نفس و اسپین بر حالت توبه ماند -

از اینجا که فلک شعبده باز در هر جزو زمان نقشه تازه بر روی کاری آرد - سرداران افغانه کرناتک که درین بساط ملازم رکاب بودند - با وصف شمول عنایات و انواع رعایات و حقوق پرورش مطلقاً پاس نمک خوارگی ولی نعمت نداشتند - و از قهر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیده به طمع ملک و مال باطناً با فرنگیان بے دین متفق و یکدل شدند - و جمعی از کار نعمتان دیگر را هم ضمیمه ارباب خود ساختند - و جواسیس خود فرستادند - فرنگیان را که زیر قلعۀ چنچی اجتماعی داشتند بقصد شخون طلبیدند - شب هفدهم محرم بحساب بنجم سنه اربع و شتین و مائۀ و الف (۱۱۶۴) آخر شب رسیده یکایک جنگ انداختند

اگر افغانه بمقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعه که شتر ذمه قلیل بودند قدرت نداشتند که رو به لشکر اسلام آرند

هر چند بعضی دولت خواهان پیش ازین به نواب رسانیدند که افغانه بر سر هر غدر انداز کمال صفائی طینت اعتبار نه کرد که من بایشان چه بد کرده ام تا بحدی که در وقت جنگ فیل را جانب افغانه راند که به اتفاق اینها فرنگیان را باید برداشت همین که فیل نواب قریب فیل همت خان سردار افغانه رسید - نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسر گذاشت - از آن طرف آداب بجا بعل نیامد - چون صبح هنوز خوب ندیده بود نواب گمان کرد که مرانشناخته اند - اندکی خود را در عاری بلند ساخت

در همان فرصت ہمت خان شخصی کہ درخواستی اولٹ سٹہ بود تفنگہا معاً سردار دندہر
دو تیر و تفنگ بہ سینہ نواب رسید و کار آخر شد۔ افغانہ سرنواب را بریدہ بر نوک
نیزہ کردند و سلوکے کہ اُمت در ماہ محرم با امام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند
نوکران نواب با نواب کردند اَقَالَ لِلّٰہِ وَ اَنَا لَیْئِلَہِ سَاجِدُوْنَ ۔

مردم لشکر آخر روز سر را باتن ملحق ساختند۔ و تابوت را روانہ نجستہ بنیاد نمود
و پائین مرتہ شاہ بُرہان الدین غریب نزد نواب اصفہاہ زیر خاک سپردند۔
شہادت نواب قریب قلعہ چنجی بفاصلہ بیست کروہ از پہلجری واقع شد۔ راقم
الحروف گوید ۔

نواب عدل گستر عالی جناب رفت فرصت نہاد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفتم ز ماہ محرم شہید شد تاریخ گفت نوہ گرے۔ آفتاب رفت
در ان شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ و
دستار بستن آئینہ طلبید و بدستار بستن مشغول شد در ان حال بالعکس خود مکرر خطا
کرد کہ ای میر احمد! خدا حافظ ٹست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن
با وصف آنکہ وضو داشت تجرید وضو نمود و دو گانہ نماز ادا کرد و سبجہ گردانان و
ادعیہ خوانان بر نیل سوار شد۔

و معمول نواب بود کہ در محاربات از سرتاپا آہن می پوشید در ان شب مجز
جامئہ یک تہی پہنچ پوشید و بہین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔
حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت
نظام الدولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل
قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد۔ بَيْنَ التَّوْحِيدِ وَالْيَقِظَةِ مشاہدہ می کنم کہ شخص
لباس عرب یکے در ہمین من است و دیگرے در بسیار شخص مین بہ شخص بسیار گفت

كَيْفَ شَهَادَةُ نِظَامِ الدُّوْكَهْ اوجواب وَاذْنَهُ كَشَيْهِيْلٌ وَاللّٰهُ لَعَنَ قَاتِلَاكَ

چون با فاقه آمد شبیه که در خاطر راه یافته بود رفع شد - وصحت شهادت
بیقین پیوست - باز بخاطر گذشت که تارتخه برای شهادت این امیر فکر باید کرد - با
خود گفتیم این عبارت را حساب باید کرد شاید به تغییر و تبدیل تاریخ شود - چون حسن
کردم عبارت بی زیادت و نقصان تاریخ برآمد -

حافظ محمد اسعد مذکور رحمه الله تعالی مولد او مکه معظمه است نزد شیخ
تاج الدین مکی و دیگر علماء حرین شریفین تلمذ کرد و در منقولات خصوص حدیث و
فقه بے نظیر زمانه بود - و در استقامت دین و سلوک جاده شریعت جد و جهد تمام
داشت - فقیر را اول در طائف با او ملاقات دست داد و بعد ورود دهنند با هم
صحبت با اتفاق افتاد

ذات با برکات بود و روز جنگ افاعنه که شرح آن عنقریب می آید هفدهم شهر
ربیع الاول روز یکشنبه وقت ظهر سه اربع و شصت و مائت و الف (۱۱۶۴) بزم
چند تیر شریعت شهادت چشید -

مدفن او میدان جنگ سرزمین لکریه پهلوی بفاصله یک فرسخ از موضع راک
چونتی و یک فرسخ از دره کمار کالوه که دره ایست مشهور در نواحی کریمه
راقم الحروف گوید -

مَضَى حَبْرُنَا اَسْعَدُ الْاَتَقِيَا اَكَا لَا يُدْىِ مِثْلُهُ وَاَحَدٌ
لَقَدْ اَلْهَمَ اللّٰهُ تَاْهِمُحْهُ قَفَى حُبِّهِ عَالِمٌ مَّاجِدٌ

نواب نظام الدوله نوبته در ارکات بشکار آهوستی که موافق ضابطه
قراولان رام کرده بودند تشریف فرمود آهوست را زیر خیمه قریب مسند آورده نشاندند
نواب با حضار مجلس خطاب کرد که این را شکار باید کرد با آزاد باید ساخت چون

حافظ محمد اسعد

خاطر مائل شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند که شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پرسید چه باید کرد گفت قلعے بیاد آمده - اگر حکم شود التماس کنم - فرمود چیست گفت پادشاه قتل اسیری حکم کرد - ضابطه است که هر گاه شخصی را می خواهند بقتل رسانند استفسار می کنند که اگر آرزوئی داشته باشی ظاہر کن - اگر امری ظاہری کند بعل می آرند - چون اسیر را پرسیدند گفت ہمین آرزو دارم که یک مرتبه در مجلس سلطانی باریاب شوم مردم بعرض پادشاه رسانیدند درجه قبول یافت - و اسیر را در بارگاه حاضر ساختند - و استفسار کردند که عرضی داری گفت بخیر - و فتنیکه پادشاه از مجلس برخاست اسیر بعرض رسانید که گنگار واجب القتل اما حق صحبت بر پادشاه عالم ثابت کرده ام پادشاه ازین حسن ادا مسرور شد و او را امان داد حال این آہو ہم حق صحبت ثابت کرده است - پیشتر ہر چہ مرضی مبارک باشد

نواب لب تہ تبسم شیرین کرد و آہو را ہم نام فقیر یعنی آزاد ساخت میسر را جلال اسیر حرف با مزہ می گوید

مژہ کباب آہو نمک خلاصی او اگر از می مروت قدحے چشیدہ باشی
شے در اورنگ آبا و نواب سادات عرب را دعوت کرد - و دور قہوہ در میان آمد نواب قہوہ را بسیار دوست می داشت - یکے از سادات مدینہ منورہ خالی زمین بانواب گفت الْقَهْوَةُ مُحَرَّمَةٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد کہ مولانا چہ میفرماین گفت غرض مولانا این است کہ قہوہ نزد بعضے علما معظم است و محرم از مادہ احترام است نواب ساکت شد و سید ہم فهمید - و بعد برخاست مجلس ادائے شکر کرد کہ کلام مرا عجب توجیہ فوراً بخاطر رسانید -

روزے در عرض راہ فیل سواری نواب وفیل سواری فقیر برابری رفت و با ہم حرف داشتیم - حدیث جبل احد مذکور شد کہ هَذَا جَبَلٌ يُجَنُّنُ وَ يُحِبُّنُ فَقِير

آن را نظم کردم و اخلاص نواب را با خود باقتباس حدیث شریف ادا ساختم ۛ
 هُوَ نَاصِرُكَ سَلَامٌ سُلْطَانُ الْوَمَرَى اَلْبَقَاءُ فِي الْعَيْشِ الْمَحْلَدِ سَابِقَهُ
 حَاثِرُ الْمَنَاقِبِ وَالْمَايَشَرِ كُلِّهَا جَبَلُ الْوَقَارِ يُحِبُّنَا وَ يُحِبُّهُ
 فقیر سوای این قطعہ عربی کہ بطریق اخلاص بر زبان گذشت و رباعی کہ در استغاثہ
 سفر حج نسبت بہ نواب آصفیہ نظم شد لب بمدح دولتمندے نکشودہ - رباعی
 این است ۛ

ای حامی دین محیط جود و احسان حق داد شرا خطاب آصف شایان
 او تخت بدرگاہ سلیمان آورد تو آل نبی را بہ در کعبہ رسان
 نواب شہید ذکا طبع و سرعت اندیشہ بدرجہ کمال داشت - و در لحن غزل طولانی
 ابد را بنظم می آورد - روزے از علوم مزاج خود حرف زد کہ ہر گاہ غری در زمین اُستاد فکر
 کردہ مے شود دل می خواہد کہ قوافی تازہ بہم رسد - گفتم قافیہ اجیر مشترک است اشتراک
 قوافی ہیچ مضائقہ ندارد - بسیار شگفتہ شد -
 دیوان ضخیمی دارد - بعد شہادت او شخصے دیوان اورا کشود سر صفحہ این مطلع
 برآمد ۛ

گر تر خواہش قتل است بیا بسم اللہ دم شمشیر توؤ گردن ما بسم اللہ
 و بیاد دارم کہ شبے غزلے مشق کرد و ہر گاہ در خانہ فکری نشست اشعار ابداً
 مسلسل می تراوید - چون این بیت از طبعش سرزد ذوقی کرد کہ ۛ
 از پیچہ اجل نہ ہر اسیم ہیچ گاہ ماناف خود بہ تیغ شہادت بریدہ ایم
 این چند بیت از و در خانہ حافظ موجود بود ۛ

کہام گل بہ چمن گوشہ نقاب شکست کہ شبنم آینہ بر روی آفتاب شکست
 ای دل ز زلف یار مد میتوان گرفت سر رشته ز عمر ابد مے توان گرفت

گر بخودی بمیکده فال سفر زند از چشم مست یار بلد می توان گرفت
 ای شوخ هوائی مفکن تیسرنگه را این ناوک بیداد بکار جگرے کن
 سر بجان خاطر جانان مزاج نازکی دام تو گرا ز حسن مغروری من از عشق تو مغرورم
 از گل گوشه دستار خود می لرزد قدر تازه نهالی است که من می دانم
 بعد شهادت نواب نظام الدوله - افغانه و نصاری هدایت محی الدین خان
 را بسرداری برداشتند - و افغانه در جلدوی این حرکت قلاع و ملک بسیاری از
 هدایت محی الدین خان نوشته گرفتند - هدایت محی الدین خان با افغانه پیوسته
 رفت - و کپتان یعنی حاکم آنجا را ملاقات کرد و جمعی از سپاه نصاری همراه گرفته عازم
 حیدرآباد شد - و بر سر رکات عبور نموده در ملک افغانه درآمد - قضا و قدر
 اسباب انتقام نواب نظام الدوله آماده ساخت - و در دل هدایت محی الدین خان
 و افغانه غبار نفاق برانگیخت - روزی که در سرزمین لکسمیت پیلیم شد ناخوشی ظفرین
 به اعلان رسید - و عائد پر خاش شد - از یک طرف هدایت محی الدین خان و
 نصاری و از طرف دیگر افغانه مستعد شده صف آرای قتال گردیدند بمقتضای
 و دیگر سرداران افغانه بقتل رسیدند - و کار هدایت محی الدین خان نیز بزم ختم تیرے
 که در حدقه چشم رسید آخر شد - اعیان لشکر نواب صلابت جنگ بن آصفجیاه
 را سردار ساختند - و سر بهمت خان و دیگر سرداران افغانه را بر نوک نیزه کرده و
 شادیانه نواخته داخل خیام گردیدند -

و این سانحه هفدهم ربیع الاول سنه اربع و ستین و مائت و الف (۱۱۶۴) واقع
 شد - خون نواب شهید طرفه گیر افتاد کسانیکه با نواب شهید به دعا پیش آمدند همه
 به سزا رسیدند - و بعد شصت روز این همه قاتلان در آن واحد مقتول گردیدند
 دیدی که خون ناحق پروانه شمع را چندان امان نداد که شب را سحر کند

از اتفاقات آنکه روزیکه این جنگ واقع شد یعنی هفدهم ربیع الاول فرصت دفن مفتولان
نشد۔ ہر دہم آنہارا از معرکہ برداشتہ در صحرائی بق ودق مسکن وحوش وسباع روزانہ
دفن ساختند و تا بوقت نظام الدولہ در ہمین تاریخ ہر دہم بروضہ مقدسہ۔ و بعد شام
در جوار اولیاء اللہ مدفون گردید۔

سبحان اللہ نواب اول قاتلان خود را زیر زمین فرستاد و بعد ازان خود در کنار
زمین آسودہ قاعنبر و آیہ اولی الاکھبار

و ہر جا در اثناء راہ تابوت اورا گزاشتہ اند۔ مردم مکہ نے ترتیب دادہ
زیارت می کنند و نیاز ہا می گزرانند۔ از اینجا ست کہ برای انتقال او تاریخ دیگر
”حسن خاتمہ“ بر خاطر فقیر القاشد و در رشتہ نظم منسلک گردید کہ ۷

نواب آفتاب جہانتاب معدلت محشور با جناب حسین ابن فاطمہ
تا بیخ خواستم ز برای شہادتش ارشاد کرد پیر خرد۔ حسن خاتمہ

از جملہ سرداران افغانہ کہ با نواب شہید طریق دغا پیہ بودند عبد المجید خان است
کہ ہشش عبد الکرم خان میانہ از عمدہ امراء سلاطین بیجا پور بود۔ و اولاد او
تا حال بہ حکومت بنکا پور و غیرہ از تواج کرناٹک می پردازند۔ عبد المجید خان پسر
خود بہلول خان را بہ اتالیقی نصیب یا در خان در رکاب نواب فرستاد اما بالفاظ
پسر خود و دیگر سرداران افغانہ را براہ غدر دلالت می کرد و منصوبہ شطرنج دغا غائبانہ
می باخت۔

و ہمت خان کہ نواب را بہ شہادت رسانید پسر الف خان بن ابراہیم خان بن
خضر خان پنی است۔ خضر خان مدار کار عبد الکرم میانہ مذکور بود۔ و او اود خان پنی کہ با
امیر الامرا حسین علی خان بے وفائی کرد و جنگیدہ گشتہ شد پسر خضر خان است چون ہو
دابی و کن در عمدہ شاہ عالم بہ ذوالفقار خان پسر اسد خان وزیر تفویض یافت و

نیابت به داؤد خان پنی محمت شد۔ داؤد خان برادر خود ابراہیم خان را نیابت
حیدر آبا و مقرر کرد۔ و چون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد
ابراہیم خان را به فوجداری کرنول مامور ساخت۔ از ان وقت کرنول در دست
اولاد ابراہیم خان است۔

در جنگ انتقام همت خان و دیوان او امانت اللہ خان که تخم این همه
فساد کشته او بود و بهلول خان و نصیب یا ور خان و دیگر بدخواهان از طرفین
بیاسا رسیدند۔ و چون لشکر بر سر کرنول آمد شهر را غارت کرد و اہل و عیال ہمت خان
ہمہ بہ اسیری در آمدند۔ و از شامت علی کہ از ان بے ہمت صادر شد جان و مال آہر و
ہمہ میر باد رفت۔ حالت دنیا خداین است مال عقبی چہ خواہد بود۔ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ
ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

وحسین دوست خان عرف چندا ہم بہ تیغ انتقام مذبح شد و سرش بنوک
نیزہ رسیدہ۔ تفسیر این مقال آنکہ محمد علی خان پسر انور الدین خان گویا موسیٰ بعد
شہادت پدر قلعہ ترچنپلی را قائم کرد۔ چون طرہ پرچم ریات نواب نظام الدولہ
عرصہ ارکات را محط ساخت محمد علی خان آمدہ دولت ملازمت دریافت و بخطاب
پدر مخاطب گشت۔ و بعد شہادت نواب نظام الدولہ پناہ بہ قلعہ ترچنپلی برد۔
درین وقت ریاست ارکات بہ چند اکہ در پہلوی نشستہ بود عائد شد۔ و همان
جماعہ نصارای فرانس کہ بر نواب نظام الدولہ شخون آوردہ بودند ہمراہ گرفته
بافوجی دیگر بر سر ترچنپلی رفت۔ انور الدین خان فوج خود و فرنگیان انگریسکن
دیوانیتن را با خود متفق ساختہ بمقابلہ برآمد۔ چندی آتش حرب شعلہ خیز بود۔ آخر
انور الدین خان غالب آمد و چند ازندہ دستگیر شد و غرہ شعبان سنہ خمس و شتین

لحمہ ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است کہ بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشتہ۔

و مائتہ و الف (۱۱۶۵) چند را از مذبح ساختند و سرش را بر نوک نیزه کرده تشریف فرمودند
و همچنین سرداران فرانسس با قوم خود ہزار و یکصد فرنگی سفید پوست و لایت لاسوا
فرقہ کا روی زندہ و شکیہ شدند

و بعد شہادت نواب نظام الدولہ جماعتی کہ شہنشاہ آوردند۔ بیچ کس روی
آسائش نہ دید و مال کار باین حالت کشید اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ
اَوْ اَلْقٰ السَّمْعَ وَ هُوَ سَمِيْعٌ۔

(۸۶) نصرت - دلاور خان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوٹ از توابع لاہور۔
میر عبد العزیز پیر دلاور خان نوکر شاہزادہ دارا شکوہ بود۔ بعد برہم
خوردن دارا شکوہ و آرایش یافتن اورنگ دارائی بہ خلد مکان در سلک نوکران
خلد مکانی انحراف یافت و رفتہ رفتہ بمنصب دوہزاری و خطاب دلاور خان اتیان
پدیرفت

میر محمد نعیم با دختر عنایت اللہ خان کشمیری کہ از امراء عالمگیری است
از دواج یافت۔ و در عہد شاہ عالم مخاطب پیر مخاطب گشت۔

و چون صوبہ داری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر بہ نواب نظام الملک
مقرر گردید دلاور خان در رفاقت اورخت بہ دیار وکن کشید۔

و چون امیرالامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افرخت دلاور
خان را فوجداری را بچور از توابع بیجا پور تفویض نمود

و بعد زوال دولیت سادات بارہہ و استقرار نواب نظام الملک در مالک

دکن بانواب بسری بُرد و بزمِ قربت و احترام اختصاص داشت۔

و در سنہ تسع و ثلاثین و مائتہ و الف (۱۱۳۹) بہ سرآستان بقا خرامید و بر طبق

وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

شاہ ابراہیم

نام مرشد او شاہ ابراہیم است۔ قبرش لیش درون حصار روضہ شاہ
برہان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شدہ۔ محوطہ مختصرے و مسجد
سنگینہ دارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید و مضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش تر
است این یواقت از ان معدن استخراج می شود

بسکمی دارد حیا در پرده محبوب مرا	دیدہ بیگانہ داند ہر مکتوب مرا
مژگان ہم نیاید دلدار بنی نقاب است	کی خواب میتوان کرد در خانہ آفتاب است
بی ابروی تو از نظم نور سے رود	این تیر بے کمان چہ قدر دومی رود
بہ محفلے کہ بیک درو صد دوا بخشند	چہ می شود دل مارا اگر ہما بخشند
نیست ممکن کہ بروی تو دے خواب مرا	می زند دست بہ پہلو دل بیتاب مرا
چشم پوشیدہ توان کرد سفر	چہ قدر راہ فنا ہموار است
شیشہ ساعت بود آئینہ دنیا و دین	گزنکی آباد گردد دیگر سے ویران شود
برز مینی کہ او بناز نشست	خاک بر سر گر آسمان نشود
بہ عقبی رسیدیم از ترک دنیا	نشد آنچه از دست از پشت پاشد
روز باری نمی آید زیاران دیدہ ام	سایہ ہم وزیر پاک می شود وقت زوال

(۸۷) قبول میرزا عبد الغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ سخن سخن معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جوہی

کشمیری است در شاہجہان آباد بسری برد۔ و در سنہ تسع و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۹) پیمانہ ہستی او لبریز گردید۔ مورخی تاریخ و فاش ازین مصراع بر آورد کہ

”گنج معنی بود کہ دافلاک دہریزین“

شعلہ آوازش چنین می بالہ

بہر حالت کہ می بینی ز عیب سرکشی پاکم چو لای بادہ گرد عالم آہم ہمان خاکم
نہان کرد است صیتا دمن اندر اہ فسون بازی چو تخم عشق بیجان داندہا دردانہ خالی

(۸۸) گرامی - میسر اگر امی کشمیری

خلف و شاگرد میرزا عبد الغنی قبول کشمیری - رعنا طرز خوش مقالان است - و
کلاہ گوشہ شکن نازک خیالان - در شاہجہان آباد قلندرانہ می گزرانید - وہ کہنہ
شراب تازہ گوئی دما عنا را می رسانید -

وفاتش در سنہ ست و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۶) واقع شد۔ تاریخ گوئے
سال و فاش درین مصراع ضبط می کند

”زندے عجبے ازین جہان رفت“

طوطی ناطقہ را چنین در گویائی می آورد

خون عشاق بران گردن بسین باشد چون بیاضی کہ پر از معنی رنگین باشد
ہیچو آن شمع کہ روشن می کند صد شمع را سوختم تا در نیم او عالمے را سوختم

(۸۹) گلشن - شیخ سعد اللہ دہلوی قدس سرہ

از فقراء شعر است - منشأ خیالات رنگین و مصدر اشارات دلنشین - از وحشت
کدہ دنیا رم - و در تجرود و توکل ثبات قدم داشت -

و مرید شاہ گل متخلص بہ وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سہرندی
 بود قدس اللہ انکرامہم باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔

نسبش بہ زبیر بن العوام صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ می پیوند و اسلام خان
 کہ بہ وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیدہ از اجداد اوست

بعد انقراض سلاطین گجرات و استیلای اکبر بادشاہ یکی از اسلاف او از
 گجرات بہ دارالسرور برہان پور نقل کرد۔ شیخ سعد اللہ از برہان پور برآمدہ
 رحل اقامت بہ دارالخلافہ شاہجہان آباد افگند۔ و بہ ارادہ سیاحت ہم بہ رخت
 و وطن اجداد یعنی احمد آباد و دیگر بلاد اسیر کردہ بہ شاہ جہان آباد برگشت
 و در بہمن مہر بمیت و یکم جادی الاولیٰ سنہ احدی واربعمین و مائتہ دالف (۱۱۴۱)
 متوجہ روضہ رضوان شد۔

دیوان سیر ضخامت دارد و شاہد سخن را با بن رعنائی برکری می نشانند
 پنجم خویش نگر سحر سامری این است نظر بہ آئینہ کن شیشہ و پری این است
 گشتم شہید تیغ تغافل کشیدنت جانم زد دست برد غزالانہ دیدنت

(۹۰) یکتا - احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است۔ اسلاف او در قصبہ خوشاب از اعمال لاہور
 توطن داشتہ اند۔ پدرش الہ یار خان بہ صوبہ داری لاہور و تہ و ملتان رسید
 و آخر سالما بہ فوجداری غورنیں قناعت کرد۔

احمد یار خان در او اخر عہد جلد مکان صوبہ دار تہ شد۔ یکتای امثال بو
 و مستجمع فنون فضائل۔ خطوط در نہایت جوہت می نگاشت۔ و تصویر در کمال تحفگی
 می کشید۔ و اقشام شعر بقدرت می گفت۔

درسہ تسعہ عشر و مائتہ و الف (۱۱۱۹) وارد بھکر شد۔ و با علامہ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی صحبت مقعدانہ داشت۔ و نسخہ کلام اللہ بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود۔ و امروز موجود است۔

نگارندہ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ بہ ملتان رسیدہ استماع یافت کہ احمد یار خان بیست و سیوم جمادی الاولی سنہ سبع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۷) در قصبہ خوشاب خلوت نشین تراب گردید۔ و بہ استدعای مہربانے قطعہ تاریخی در سبک نظم کشیدم و یک عدد زیادہ را بحسن تصنیف بر آوردم۔

خان والا رتبہ احمد یار خان	ذات او آئینہ خلق عظیم
در فنون فضل یکتای زمان	زادہ افکار او دُرِ یتیم
کرد از معمورہ گیتی سفر	ما تم او ساخت دلہا را دو نیم
چونکہ یکتا رفت۔ شد تالیخ او	جای احمد یار خان بزمِ نعیم

مثنوی متعدد دارد مثل ”گلدستہ حسن“ و ”شہر آشوب“ و غیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاہوری با احمد یار خان مناقشہ کرد کہ یکتا تخلص از من است۔ تخلص مرا بمن و ابا باید گذاشت۔ احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکہ دو تماشیدم و قرار داد کہ با ہم غزلے طرح کنیم۔ ہر کہ خوب گوید تخلص از و باشد۔ خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت۔ و جمیع صاحب طبعان لاہور را فراہم آورد۔ و غزلی کہ طرح کردہ بود بر یاران عرض کرد و صدای آفرین و تحسین از ہر جانب بلند شد محمد عاقل مہر سکوت بر لب زد۔ ہر چند یاران تکلیف کردند۔ غزل خود را دون یافتہ بر زبان نیاورد۔ احمد یار خان محضری درست کرد و بہ مہر و دستخط حضار سخن سخن مزین گردانید۔

لہ ای ہر گاہ از مہر غزل تاریخ یک عدد کم نمودہ شد تاریخ مطلوب بیرون آمد۔

آفرین لاهوری این بیت دستخط کرده
 برین معنی گواہیم آفرین ما که احمد یار خان یکتا ست یکتا
 و دیگرے این مصراع ثبت نموده
 "گوهر یکتا ست احمد یار خان"

این چند بیت ازان غزل طرحی است
 تا خطش طرح جهانگیری کاؤسی رنجیت
 بامیدیکه شود جلوه گر آن سرور و آن
 سرمه آودنگاهای که بیادم آمد
 بر در بنکده اندازد زارم تا قوس
 شمع از اشک تشن بو قلمون سوخت بزم
 از بسکه سراپا زغم عشق تو داعم
 چه پرسی از سر و سامان من عمر بست چون کا کل
 لشکر زنگ چورومی بسر روی رنجیت
 خاک شد جبهه و در راه قدیموی رنجیت
 که سرشک شفقی از تره ام طوسی رنجیت
 هم تن اشک شد و در بر تا قوسی رنجیت
 جای شکش همه خاکستر طوسی رنجیت
 چون کاغذ آتش زده یک شهر چراغ
 سیه بختم پریشان روزگارم خانه بردوشم

(۹۱) شهرت - شیخ حسین شیرازی

از شعراء راست اندیشه - و اطباء خداقت پیشه است - اصلش عرب بود - در ایران
 نشو و نما یافته - آخر سرے به هند کشید - و در سرکار محمد اعظم شاه بن خلد مکان بعنوان
 طبابت نوگرفت - و در عهد شاه عالم به اعزاز و احترام بسری بُرد
 و در زمان محمد فرخ سبزه خطاب حکیم الممالک سر بلند ی یافت - و در عصر محمد شاه
 احرام بیت الله بست و بعد ادای مناسک بدرگاه خلافت معاودت نمود - و بمنصب
 چهار هزار ی سرافتخار بفلک چهارم رسانید -

وفا تش در شاہجہان آباد ماہ ذی الحجہ سنہ تسع واربعمین ومائۃ والف (۱۱۴۹)
اتفاق افتاد۔ محروس طور گوید۔

بے نظیر زمانہ شیخ حسین گوی معنی ز نکتہ سنجان بُرد
ہاتھ از برائے رحلت او سال تالیف گفت۔ شہرت مرید
منجہ از دیوانش بنظر رسید از انجا تخریر در آمد

کی برای مطلبے دل را منور ساختیم مالوجہ اللہ این آئینہ را پرداختیم
نہ من شہرت نمادارم و فی نام مے خواہم فلک گروا گزارد کینفس آرام میخوہم
نالہ پنداشت کہ در سینیہ ما جانتنگ است رفت و برگشت سرا سیمہ کہ دنیا تنگ است
ای گل سیر کوئی تو جدا از وطنم کرد من خار تو بودم کہ برون از چمنم کرد
صبح شوتا در فروخت روز عالم بگذرد کینفس دم را عنیت ان کہ این ہم بگذرد
مرا زلفت ز دام آزاد خواہد کردے دامن ولی بعد از روائی یاد خواہد کردی دامن
مفلسی می آورد از یاد دستی حاتمے ہر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی
خواب گران مردم بیدار کرد مارا بدستی عزیزان ہشیار کرد مارا
در خرابیہای دل ہرگز ندارم مصلحتے در شکست تقدیر قلب خود ندارم فرصتے
پس از غری کہ کردم ہر چو قمری خدمت سروکے براتی دارم و بر عالم بالاست نخواستہش
غیر و بزم شکستم نکند پا قائم زانکہ من خاصیت ریزہ مینا دارم
بریکہ گز یادتی از بسکہ می کنند این قوم نیستند ز ابن زیاد کم
بہ قائل ہم توان بخشید خون خویش گرمی نہ کم از خا ظالم کسی را دستگیری کن
می رسد از بسکہ پیش از من بعید کار من دوستری دارم از خود دشمنان خویش را
قطرہ من گرچہ گوہر شد ز سعی روزگار کار آسان سخت شد از منت یاران مرا
اہل دولت غلط است ایچکہ ہمہ بی دردند ہر کرا دیدم ازین طائفہ آزاری داشت

ای که می گوئی که از صحبت گریزانی چرا در بساط علم عرضائع کردنی کم مانده است
 بغیر ظلم توقع مدار از ظالم که نخل شعله اگر بار می دهد شر راست
 کدام واسطه پروانه را به شمع رساند برای مردم گم گشته خضر راه که دید

(۹۲) ثنابت میر محمد افضل الہ آبادی

از احفاد میر ضیاء الدین حسین مخاطب به اسلام خان خوشی سفیدونی متخلص به
 والا است که از امراء درگاه خلد مکان بود۔

میر محمد افضل ثابت آسمان والا فطرتی۔ و بسیار سپهر بلند فکرتی است۔ پایہ
 فضیلت درسی محکم داشت۔ و در شعر گوئی و شعر نمی و محاوره دانی فرس استاد بے
 نظیر و مسلم صاحب کمالان شهر دہلی می زیست۔ چند گاہ در اردوی پادشاهی بنمایش
 منصب و جایگزین سلسله طالع جنبانید آخر پای سعی در دامن قناعت کشید و در دارالخلافہ
 شاہ جہان آباد منقطعاً نہ بسرے بُرد

و دوازدهم شهر ربیع الاول سنہ خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۰) رخت زندگانی
 بر بست۔ و در شاہ جہان آباد مدفون گردید۔

جمع اقسام شعر استادانہ می گوید خصوص در قصیدہ شانی بلند دارد۔ دیوانش
 حاوی انواع سخن است۔ در وقت تحریر۔ نسخہ بخطی بدست اُقتاد۔ و بہ شفقت تمام
 این ابیات حاصل شدہ

تا تماشا می دہانت کرد حیران غنچہ را شاخ گل دستیت در زیر زرخدان غنچہ را
 مرد ہر دم قطع اسباب معیشت مے کند ہر چہ می اُفتد بدست تیغ قسمت مے کند
 قسم بمصحف گل عندلیب باغ تو ام برگ شمع کہ پروانہ چراغ تو ام
 بند در قیاب پیش تو بر خود نیاز را چون نامقیدے کہ گزارد نماز را

صدار گرتوانی مانند نبض جستن صورت نمی پذیرد از دست خلق رستن
 صیاد بی مروت شوقِ پلید نم گشت تا چند پاشکستن بر بال رشته بستن
 بخانه نه نشستم بغیر خانه خویش شدم بزرگ بگین سنگ آستانه خویش
 غنی در آتش سوزان همیشه چون حمام عذاب می کشد از پهلوی خزانه خویش
 شمع افروخته را کس نفروشد ثابت داغم و گرمی بازار ندارم چه کنم
 این تیر خاکی نگه شتر مگین او می جوید از مزار شهیدان نشان ما
 چون ماهی تصویر که در آب بنقید در جلوه محشوق شود کم اثر ما
 همچو کردی که بلند از اثر قافله شد داد بر باد فنا رفتن یاران ما را
 خواب دیدیم که آئینه معارض تبوشد می کند صورت این واقعه حیران ما را
 شبنم من خورده گل را نه بند در کمر آبرو غافل ز فکر سیم زر دارد مرا
 یافتم از سلام مردم همد سرسری بود آشنایما
 چشم بیمار ترا حاجت تعویذی نیست بیگل ناخن شیر است صف مزگانست
 ندانم یاران کنی گر خورده جان عزیز خورده گیران بر نمی دارند از کار خویش
 چون گریختن خواهم داشت چشم از قامت سبز بود تا در سواد گلشن هندوستان جایم
 هست چون سحر بهم ربط عزیزان جهان نیکی ماند ازین سلسله بر جان صدی
 عکس رنج تو آینه را رو نمی دهد تسکین خاطرش پی صورت کند کسی

رباعی

در مملکتِ قدس شهنشاه حسین بر اوج سپهر کبریا ماه حسین
 برخاست مکر بسته پے دعوی حق انگشت شهادت ید الله حسین

(۹۳) راج - میر محمد علی سیالکوٹی

از سادات سیالکوٹ من اعمال لاہور است مردی آزاد مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود۔ و در شهر خود قلندرانے گزرا نید۔ و ہنگامہ سخنوری گرم می داشت
عمرے درازیافت۔ گویند در منتهای عشرہ خامسہ بعد مائتہ و الف (۱۱۰۰) مہلہ زندگانی
طے کرد۔

فقیر دسہ سبب و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۷) از سفر سندھ معاودت نمود۔
و عبور بر سر لاہور افتاد۔ در ان ایام عزیززی از سیالکوٹ از صحبت او آمد
و خبر قدوم فقیر شنیدہ رسم زیارت بجا آورد۔ و برخی از اشعار میرہ آورده و فقیر
ساخت از ان جملہ است :

روز وصل از نیم حیران تو ام گریان گزشت آہ عید آمد پس از عمری و درباران گزشت
چہ سان آموخت بیرحمانہ بر فقر اک سر بستن ز طفلی آن شکار افکن نمی داند کمر بستن
اگر باقی نیازی هست حاجت نیست تعمیری ستون و سقف درویشان ہیں دست دعا باشد

(۹۲) آفرین - فقیر اللہ لاہوری

در محلہ بخارای لاہور سکونت داشت۔ راقم الحروف وقتی کہ از ہند
جانب سندھ رفت بیست و نہم محرم سنہ ثلث و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۳)
در لاہور با او برخورد۔ بسیار خوش خلق متواضع بود۔ در ان ایام قصہ ہیر
و رانجھا نظم می کرد پیش فقیر داستانے خواند۔ این بیت از قصہ بیادماندہ
بعریان یتیمی تمنا نورد کہ عید آمد و جامہ گلگون نکرد

و چون از بلاد سندھ عطف عنان نمود و ہفتم رجب سنہ سبب و اربعین و مائتہ
و الف (۱۱۴۷) وارد لاہور شدم و تا دو از دہم ماہ مذکور در انجا اقامت اتفاق
افتاد۔ ملاقات مشائرا الیہ ہرات واقع شد۔ مسودہ اول تذکرہ ”ید بیضا“
تالیف فقیر کہ نقش ناتمام بود خواہ نخواہ گرفت۔ و از منظومات خود شبنوی ”انبان

معرفت“ بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود۔ عنوانش این است ہ
 ای مُغنی بہ وضوئے تجرید صبح شد صُبح نمازِ توحید
 صبح یعنی کہ ظہورش ہمہ جاست شش بہت بہ چو خورشید رواست
 دیوان آفرین مشعلہ قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر درآمد۔ و این چند بیت
 فرا گرفته شد ہ

ستم بر زیر دستان مرد سرکش را خطر دارد	فلک را شیوہ عاجز کشی زیر و زبر دارد
شہ سپاہ تغافل پی صف آرائی است	نقیب نالہ صدائی کہ اشک مجرائی است
ہنوز حسن تو نو مشق جلوہ پیرائی است	ہنوز اول درس کتاب رعنائی است
ہنوز چشمہ نوش تو بوی شیر دہد	ہنوز لعل لبث غافل از میسائی است
ہنوز سرو قدت گر چہ کرد آغوش است	ہنوز لعل شکرہ خادراستین خائی است
ہنوز دامن حسنت ز صبح پاکیز است	ہنوز ماہ تو ایمن زدائع رسوائی است
نہال مہر و دفا تا چہ بارے بندد	بہار حسن ترا آفرین تماشا ئی است
بقدر تاب و طاقت مگذر از نسکین محتاجان	نداری قوت دست کرم دست دعا بکشا
حسن را در اضطراب آرد شکوہ عجز عشق	شمع می لرزد و بخود از شونے پروا نہا
گل آفت بود در ناتوانی خود نما بودن	عروج شاخ نازک در بغل دارد تنزل را
دارغ دل افتادگان از غیب باشد رونج	شد کشف این معنی مرا از قرعہ رنما لہا
ہست کار عاشقان بعد از فنا ہم جذب دست	تشنگی بسیار دارد آنکہ ماہی خورده است
بروز ہزل زبردست من شود حاسد	چنانکہ طفل پدر را نچندہ زیر کند
بخود جنت قاطع بود صاحب کمالے را	قبای بیضہ بر تن می دردمرغی کہ کامل شد
مرد حق محکوم نادان گر شود بنقیر نیست	عزت مصحف ز دست انداز طفلان کم نشد
ذلت بود نتیجہ آمیزش خیس +	بر گرد می زنند و نمد چوب مے خورد

بامید محقق مے پرستم ہر مزور را ازین ویرانہا شاید رسم روزی بمعموری

(۹۵) روحی سید جعفر رنبیر پوری

رنبیر بر اہم ملہ در اول و آخر و نون و باء موحده و یای تختانی بروزن زنجیر
قصبہ ایست پانزدہ کروہی از لکھنؤ

سلسلہ نسب سید جعفر بہ سید نعمت اللہ ولی مے پیوندد۔ و سید محمود
حاجی الحرمین الشریفین کی یکی از اجداد اوست سواد ہند را بہر تو قدم خود روشن
ساخت۔ و در قصبہ جالیسر از مضافات آگرہ متوطن گردید و یکی از احفاد سید
محمود بتقویٰ در موضع رنبیر پور وارد شد و رحل اقامت افکند

سید جعفر در عشرہ شیعہ عثمانی بلگرام کہ خدا شد۔ سید مے پاک نژاد صوفی مشر
بود۔ و در توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتہا سید العارفین میر لطف اللہ بلگرامی
قدس سرہ را خدمت کرد و فیضہا فراہم آورد۔ اکثر از رنبیر پور بدارالسلام بلگرام
کہ چہ منزل است برای ادراک صحبت سید العارفین قدس سرہ مے رسید و
غنجہای اسرار از بہشت محفل اقدس مے چید۔

و در عہد شاہ عالم بہ شاہ جہان آباد تشریف بُرد۔ و چندی بسیران مصر
جامع پرداخت و با صاحب طبعان آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمہ اللہ
تعالیٰ صحبت داشت۔

در او آخر عمر ساہا در بلدہ لکھنؤ رخت بدارالامن انزو او توکل کشید۔ و غرض
عمر ابطول مشق فنا خوش گزرا نید۔ مردم بسیار با و گرویدہ بودند و از روی اعتقاد
صادق خدمت بجائے آوردند۔

فقیر و آن مرحوم با ہم محبت مفرط داشتیم۔ و دوام مجلس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخرین است که در تاریخ هژدهم ذی الحجه سنه ثمان و اربعین و مائة و
الف (۱۱۲۸) عبور فقیر بر لکهنؤ و نزول در تکیه ایشان اتفاق افتاد- آن روز
در انجاء مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبدالرضا مبتین اصفهانی و آقا
عبدالعلی تخسین کشمیری و میرزا داؤد اکبر آبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی
زیگین گزشت-

سید جعفر غره رمضان سنه اربع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۲) بخاطر قریب
انس گرفت- و در زمیروپه مدفون گردید- کاتب الحروف گوید

سید نکته سخن حق آگاه کرد آهنگ بزم سبوح
سال تاریخ او شود پیدا وقت تکرار - جعفر روه

۵ ۷ ۲
۱۱ ۵ ۲

دیوان مخفّری دارد این چند بیت از انجاء بقلم می آید

سیر نزول ذات بانسان رسید و ماند	چون وحی آسمان که بفرآن رسید و ماند
گشت چشم تو ولی فتنه قامت باقی است	نیست آرام ببردن که قیامت باقی است
ابیر مفلسی می دارد استغنا هنرور را	کند گردن کشی از دانه کم قسمت کبوتر را
از عدم بیداری دل هست ره آورد ما	آب چشم خفتگان چون صبح باشد کرد ما
چو ماه نو کند جذب حسن است هر موم	بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم
ز فیض مفلسی قیمت فزاید اهل جوهر را	لباس غیر عویانی ندرید بل و گوهر را
عینکم شد و جهان پرده یک راز ماند	سنگ گرسد بر هم گشت نگه باز ماند
صاحب دل از شکوه حرف و صوم محرم است	چون سویا نقطه شعر سواد اعظم است
که رویاه کردم از منبت سواد	حرفم ز خود تراود چون خامه زرنگی
شگفته جبهه کدام آفتاب می آید	که خنده چون سحر از گرد کاروان پیداست

(۹۶) اُمید-قزلباش خان بهمانی

نام اصلی او میرزا محمد رضا است۔ در عنفوان جوانی از بهمان به اصفهان آمد و با میرزا طاهر وحید نسبت تلذذ درست کرد

و در عهد خلعت مکان به هندوستان رسید و به عطای منصبی امتیاز پذیرفت و در عهد شاه عالم بخلاب قزلباش خان سرافراز گردید۔ و در زمان محمد معز الدین بتقریب خدمت به دارالسرور برهان پور آمد۔ و در ایام ایالت امیرالامرا سید حسین علی خان از خدمت که در برهان پور داشت معزول شده به نجسته بنیاد رسید و به داروغی احشام کرناٹک مامور گردید۔ و باین تقریب به ارکات رفت و بعد چنگاه رفاقت مبارز خان ناظم حیدر آباد اختیار کرد۔ و روز جنگ با مبارز خان حاضر بود۔ بعد از کشته شدن مبارز خان در قید نواب آصف جاہ افتاد۔ و غولے طرچ کرده بجناب نواب ارسال داشت۔ نواب شفقت فرمود۔ و به مزید عنایت و محالی جائے مرہے بر جراحات گذاشت۔ و حراست قلعه منی مرک از توابع کرناٹک کہ الماس از سواحل دریای کشتا برآورده در انجا درست مے سازند۔ تفویض فرمود۔ قزلباش خان بعد چندی رخصت حرمین شریفین گرفت۔ و بعد تحصیل زیارت مراجعت نمود۔ نواب آصف جاہ بدستور سابق مورد الطاف ساخت۔ و چون نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مائت و الف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان در رکاب نواب به شاہجہان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود۔ درین سفر فقیر ابا قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق افتاد۔ خوش خلق و کلین صحبت بود و موسیقی ہندی با وصف ولایت را بودن خوب می دانست و می گفت و چون نواب آصف جاہ از سفر بھوپال به دارالخلافہ شاہجہان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان همراه رفت و از آن وقت در دارالخلافه بار اقامت کشاد
 و در سنه تسع و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۹) در آنجا جهان فانی را وداع نمود و محراب
 اوراق گوید

خان سخن گستر سحر آفرین رخت سفر بست از بن خاکدان
 سال وفاتش دل نالان من یافته - جان دانه قزلباش خان
 از و منقول است که روزی پیش، ذوالفقار خان بن اسدخان وزیر نمکایسته از
 دست روزگار کردم - ذوالفقار خان در جواب گفت دنیا را بامید خورده اند گفتم پس چرا
 نواب صاحب بی من می خورند -

این چند بیت از دیوانش نقل افتاده

زمانه بر سر جنگ است یا علی مددے و گر چه وقت درنگ است یا علی مددے
 روشن شود پیش تو چون شمع سوز من یکشب اگر تو هم بنشین بر روز من
 خوشا وقتی که می بالید از جانان برو دشمن برنگ ماه نو هر شام پری گشت آغوشم
 گشت روگردان ز بس آبادی از ویرانه ام چون کمان حلقه میرون شد درون خانه ام
 خدا ناکرده اند و همت چنان از دوستان باشد شنیدم کفایت داری نصیب دشمنان باشد
 دشمن دوست - بامن سرگرائی بارها گفتم نمی خواهم چنین باشی تو می خواهی چنان باشد
 بسا کشاد که در بستگی شود ظاهر کلید روزی استاد قفل گرفتار است
 سر گشتگی بطاعم هست بر گرد سرت چسرا نگر دم

(۹۷) زائر - شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی و دختر زاده شیخ محمد افضل اله آبادی است قدس الله
 اسرارها نخست احوال این دو نیرا و ج کمال بر ساحت قرطاس پر تو می اندازد و سواد

کتاب را به لوا مع انوار برکات معموری سازد-

شیخ محمد افضل آبادی

شیخ محمد افضل اله آبادی قدس سره سر حلقه خلفاء حضرت میر سید محمد کاپوی
است قدس الله اسرارها- مهر سپهر ولایت و کوب دری اوج هدایت بود و فضل
صوری و معنوی فراهم داشت- لبش به سیدنا عباس عم النبي صلی الله علیه و سلم منتهی می شود
و غیر بنی الخلفاست-

ولادت او شب دهم ربیع الاول سنه ثمان و ثلاثین و الف (۱۰۳۸) دست
داد و در آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضی امصار تنقل و ترحل نمود و نزد قاضی
محمد آصف که از متوطنان بعض قریات اله آباد بود و قضاء بلده مذکور داشت- و
از شاگردان ملا عبد السلام دیوه است و مولانا نور الدین جعفر جوهری و دیگر فضلا
عصر تلذذ کرد- و در فضائل رسمی شانے عالی بهم رسانند- و در عربیت و پنج سالگی به سجاد
ارادت میر سید محمد کاپوی قدس سره فائز گشت و نعمت برکت محمدیه فراوان اندوخت
و به اجازت و خلافت مستفید گردید-

اصل وطن او سید پور از توابع غازی پور است به اشاره پیر در اله آباد دهل
اقامت افکند- و به تلقین اصحاب و تعلیم آداب مشغول گشت حق تعالی قبول خاص عام
عطا کرد و طالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل برافروختند-

تصانیف عربی و فارسی و افراد و از انجمله حل ثنوی مولانا روم بین الجمهور
مشهور است

روز جمعه یازدهم ذی الحجه سنه اربع و عشرين و مائه و الف (۱۱۲۴) به عالم
علوی شتافت- مرقد منور در اله آباد و میثرا و تَبَرُّکُ بِهِ

شیخ محمد یحیی

شیخ محمد یحیی المعروف به شیخ خوب الله اله آبادی برادر زاده حقیقی و داماد و
سجاده نشین شیخ محمد افضل است قدس الله اسرارها مجرمواج علوم شریعت و طریقت

بود۔ وجوہ سیراب در دامن در یوزہ گران کوچہ طلب می ریخت
 در سن دوازده سالگی نہال استعدادش بتر بیت عم بزرگوار نشو و نمایافت۔ و از
 بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگردید و تاغتمای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ
 نمود۔ و مدتہا مدارج سلوک در نور دید۔ و بشرفہ کمال و تکمیل عروج فرمود و بخلافت و
 دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت۔ و بعد از تحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت
 و قبولی عظیم یافت و خارق عادات بسیار سرزد و کتب و رسائل کثیرہ تصنیف کرد و کشف
 مشکلات علوم ظاہر و باطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد بر ہانی است
 جلی بر علوفطرت و کمال تجر۔

شب دوشنبہ یازدہم جمادی الاولی سنہ اربع وربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۴)
 در جوار رحمت، آسود و آیہ کریمہ ”لَقَدْ مَرَّخٰی“ تاریخ است۔ مرقد مطہرہ در پہلوی قبر
 شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر بمصدق قَعَزَ نَحْنُ بِأَثَلِثِ زَیْب سَجَادَةُ ابُوین و فرغ آسمان ایسی
 اصلین طیین است۔ صاحب صفات رضیہ و مناقب سنیہ۔ اساس محکم مدارج علیا
 قیاس منج ولایت کبری۔ میزان عدل نقلیات۔ برہان نقد عقلیات۔ تشریح بدرجہ
 کمال داشت و ہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت می گماشت۔ بیا رکشادہ دست
 شگفتہ پیشانی بود فتوح ذخیرہ نمے ساخت و یگانہ و بیگانہ را بہ احسان بیدار بفرست
 نواخت اکثر اوقات در سفر گذرانید۔ در جمیع امارتہا جمعی کثیر از ابناء بسبیل بہ او مے
 پیوستند۔ شیخ از ماکولات و ملبوسات خیر مے گرفت۔ و مادامی کہ عامہ رفتار اطعام
 بہم نمے رسید خود بہ اکل تنہا نمے پرداخت۔

از عنفوان شعور بخیر مت والدہ ماجد و برادر کلان خود شیخ محمد طہا سہر تلمذ نمود۔ و
 کتب تحصیل مرتب گذرانید و بر صدر استادی نشست و در سفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سره سند نمود۔ جو ہر فہم و ذکاوت
او از بس عالی افتادہ بود و در مفہومات غامضہ علمی بسرعت تمام ترمی رسید۔

جد امجدش شیخ محمد افضل اوراد و صغیر سن مرید ساخت و تربیت حوالہ شیخ محمد یحیی
کرد۔ مشارک الید و نزل پدر بزرگوار ترمینہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد از تبحر
والد ماجد جانشین گشت۔

فد حد و سنہ اربع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۴) والد فقیر بانواب مبارک الملک
سرہند خان تونی ناظم صوبہ الہ آباد وارد این شہر شد۔ و فرزند ان و قبائل را از
بلکہ ارام در ان مقام طلبید۔ و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سرہ ارجا
و ارتباط بدرجہ کمال شد۔ و چون خراج اوراق در سنہ سبع و اربعین و مائتہ و الف
(۱۱۴۷) از کشور سندھ معاودت نمود و در شاہجہان آباد خیر اقامت اہل بیت
خود بہ الہ آباد شنیدہ راست از اکبر آباد بہ الہ آباد شانت با اعزہ کرام دلبستگی
تمام ہم رسید و ایام اقامت آن بلدہ بہ مجالست و موانست این اکابر محظوظ و اثر گذشت
داخل الحال آن عہود محمی بیاد می آید و ناخن حسرتی بردل می زند۔

و عمدہ ہمت جامع با این اعزہ اخوت طریقت است کہ سلسلہ جانبین بحفرت
سید محمد کاپوری قدس سرہ متصل می شود۔ و با شیخ محمد فاخر جہتی دیگر ضم شد کہ علم حدیث
در مدینہ منورہ از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و محمد و منا شیخ محمد حیات السندی
المدنی قدس سرہ

شیخ محمد فاخر در سنہ تسع و اربعین بعد مائتہ و الف (۱۱۴۹) عازم حرمین
شرفین شد و در سنہ خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت۔

و در ہمین سال را تم الحروف احرام بیت اللہ است و سفر دریا با بنجام رسانید
نوزدہم محرم سنہ احدی و خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۱) بہ بندر جدہ نازل شد۔

مشائرا الیه در جده تشریف داشت و بزم مقدم فقیر از مردم جهازی که دور و ز پیش آن
 جہاز ما رسیده بود استماع یافته بر لب دریا چشم در راه انتظار داشت۔ بجز در نزول
 از کشتی ہم آغوش ملاقات شدیم طرفہ سروری دست داد و کلفتہای غربت بیکبار رخت
 سفر بر بست از جده باتفاق بکمر رسیدیم و دیدہ نیاز بر آستان رب العزت تعالی
 شانہ مالیدیم۔

مشائرا الیه (شیخ محمد فاخر) در اوائل سنہ احدی و خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۱)
 بر جہازی کہ را قم الحروف رفته بود معنا و دت نمود و بوطن مالوف برگشت۔ و در سنہ اربع
 و خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۲) کثرت ثانی داعیہ حریم شریفین مہتمم ساخت۔ و
 رخت کوچ از الہ آباد بر بست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادہ حریم شریفین
 کرد۔ بعد طی مراحل داخل بندر سورٹ شدند و بیست و چہارم محرم سنہ خمس و
 خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۵) در کشتی نشستند ناگاہ در آن محرر پر شور جہازات قوم
 مرہتہ و کن کہ از چندی بندر بسی را از دست فرنگیان انتزع نمودہ در دریا قطع
 طریق شعار ساختہ اند نمودار شد۔ بیست و نہم محرم سنہ خمس و خمسین و مائتہ و الف
 (۱۱۵۵) وقت صبح بضرب توپہا آتش حرب اشتعال گرفت۔ ہنگام نماز عصر گولہ
 توپی تختہای بسیار مقابل یکدیگر سوراخ کردہ بہ سید غلام حسن رسید۔ شیخ محمد فاخر
 مکتوبے بہ فقیر فرستاد در انجامی نویسد کہ :-

”میر غلام حسن چون مرغ نیم بسمل در حرکت شدند گفتہ میر صاحب شما شہید شدید کلمہ بخوانید۔

”ما ہم اگر قسمت است بشما ملحق مے شویم۔ لبہای شریف ایشان در حرکت بود۔ چون در اجل

”معود۔ اندکی توقف دیدم بار بار مقید مے شدم کہ کلمہ بخوانید۔ اول سخن کہ از ایشان ہرزہ

”این بود کہ می خوانم و بہ این نہج مے خوانم لا الہ الا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

”علیہ وسلم گفتم بخوانید یسین بکارے آید۔ باز گفتند غیب شد آنچه شد و پرسیدند امروز
 ”کدام روز است گفتم پنجشنبہ۔ متبسم شدند۔ غالباً بیا حدیثی کہ در فضل موت روز جمعہ و شب
 ”آن وارد شدہ در تبسم آمدند۔ والا کدام وقت تبسم بود۔ باز گفتند من نماز عصر بخواندہ ام مرا
 ”تیم سازید۔ بہ تیم نماز عصر بر پشت غلطیدہ خواندند و بہ ستور مغرب و عشا۔ تمام شب پیش
 ”ایشان نشستہ بودم کلمہ می خواندند۔ در میان حرفہ می گفتند۔ یک یک رفتار طلبیدہ
 ”استغفار کردند و کلمہ خوانان شب را با خورسائیدند۔ ہرگز اثر جزع از ایشان ظاہر نشد۔
 ”می گفتند ہرگز اثر درد معلوم نئے شود۔ مزاجی کہ سابق داشتہ دارم این چگونہ زخم است
 ”کہ اثر سے از شدت سكرات با این زخم جگر دوز نیست۔ وقت صبح کہ بہ نماز برخاستہ ایشان
 ”را آشنا نیافتم۔ بعد از نماز دیدم انتقال روح شدہ است اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ
 ”در غرثہ کشتی غسل دادہ و تکفین نمودہ و من زخواندہ بدریا سپردیم۔ با وجود آنکہ آب ساکن بود
 ”و ہوا غیر متحرک۔ جثہ ایشان چون تیر از جہاز دور تر رفت۔ تا بدن مبارک ایشان بر جہاز
 ”بود و جنبہ جہاز جانب مکہ معظمہ بود۔ بعد از ان علیم جہاز را قابض گردید و زخمی شدن میر غلام
 ”روز پنجشنبہ و انقطاع نفس روز جمعہ سلخ محرم سنہ خمس و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۵)
 ”انتهی المکتوب ملخصاً۔

میرزا عنایت اللہ بیگ اندہانی متخلص بہ راجی این مصراع تاریخ یافت ہ

”شہید شد بہ رو کعبہ سید سندم“

و محرکات شرارے از آتشکدہ دل بیرون مے دہد رباعی

عبارت قسم گسستہ شورم برزند بازوی مرا شکستہ زورم بروند

داغ است دلم کہ رفت نور بصرم نام بگذاشتند و نورم بروند

از ظہور این سانچہ شکر ف عبرتے دست داد و برائی العین مشاہدہ افتاد کہ بے محتاج
 ازلی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت۔ و بے جنبش ابروی قضا صد ہزار ناوک

صیدی نتواند انداخت - برادر شهید با سامان طریق و فراوان رفیق جاده پیماشد و بنده تن تنها بے زاد و راحله از وطن مالوف سر به صحرا و دینارنگی قدرت تماشا باید کرد . کطوفان حوادث خاک اورا بر باد فنا داد - و بدرقه عنایت سردی بنده را در آغوش امن و امان به منزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد و الحمد لله و المنة برادر شهید اگر چه بمنزل نارسیده غریق لجه فنا شد اما در حقیقت چست تر بمنزل رسید و شاید مقصود بروجہ اتم در آغوش کشید بحکم وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ -

و حضرت لسان الغیب قدس سرہ فرماید

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید
و دیگرے سر آید

بهر نحوی که باشد کام خود را از تو می گیرم تر یا دست من یا خون من در گردن امشب
ازین دو صورت اول نصیب مانشد و ثانی نصیب شهید مرحوم - و او را رتبه دیگر عظیم
حاصل گشت یعنی سرخ روئی بجزء شهادت که کثرت این رتبه حاجت بشرح ندارد
القصه بعد شهادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند و جهاز را با متاع و مسلمان
گرفته به بندر سی بر بندند و بحال شیخ محمد فاخر این قدر ترجمه کردند که سوارے از
جانب خود داده از بسی بسورت رسانیدند - و اشیاء و اسباب ایشان را جزمند و ق
کتب همه را بتصرف آوردند - شیخ محمد فاخر بانتظار موسم جهاز در سورت توقف کرد و در
ماه صفر سنہ ست و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۶) بر جهاز عازم جدہ نشست - قضا را
جهاز به تباہی شد - و به کنار بندر مخا رسید - شیخ چند ماه در مخا اقامت کرد و در سیم
کشتی متوجه مکہ معظمہ گردید - و بیست و دوم رمضان سنہ ست و خمسين و مائة و الف
(۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد - و ہم درین سال حج روز جمعه که آن را در عرف حج کہر

مے گویند۔ دریانت۔ و در سنہ تسع و خمسين و مائت و الف (۱۱۵۹) یازمہ ہندوستان
عطف عثمان نمود۔ و در جمادی الاولی سال مذکور از بند رسورت روانہ پیشتر گردید۔
برادر فضائل مرتبت میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قلمی نمود کہ:-

”شیخ محمد فخر در رجب سنہ تسع و خمسين و مائت و الف (۱۱۵۹) بہ شاہ جہان آباد تشریف
آوردند۔ فقیر را ملاقات مسرت حاصل شد و بعضی رؤیا کہ در ملاقات ایشان دیدہ بودم
”و بعد از عقل مے نمود۔ بقدرت حق سبحانہ و تعالیٰ صادق برآمد۔ و میرزا خان جہان
”مظہر ملاقات ایشان بسیار مخطوط شدند و با ہم صحبتہا گذشت۔ ششم رمضان سال مذکور
”نقل مکان بخانہ فقیر گردید۔ ہشتم منہ زخت کوچ بر بستند و در مہینہ ماہ بہ اکبر آباد رسیدند
”و بیست و سیوم متوجہ آباد شدند انتہی

شیخ یک سال در الہ آباد ماند و در ماہ شوال سنہ ستین و مائت و الف (۱۱۶۰) از
راہ بنگالہ عازم دریای محیط شد کہ از انجا در جہاز نشستہ سرے بحرین کشد۔ و در
عظیم آباد و مرشد آباد و دیگر امصار سر راہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند۔ از بند
ہموگلی بر جہاز نشست۔ قضا را مسافت چند روز قطع کردہ چو بے از جہاز شکست
سہ ماہ جہاز در دریای تباہی ماند آخر الامر بہ موضع چاٹگام کہ منہای دیار شرقی
عمل پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بہ علت موسم بر شکال سہ چہار ماہ در چاٹگام
گزرانید از راہی کہ رفتہ بود بہ الہ آباد برگشت۔ درین مرتبہ نیز حکام سر راہ ند در
فراوان گذرانیدند۔ قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ قصد شاہ جہان آباد کرد
و بیست و پنجم رمضان سنہ ثنیتین و ستین و مائت و الف (۱۱۶۲) واصل آن شہر
شد۔ و چندی بہ اقامت آنجا پرداخت و باز نطق ہمت بزیارت حرین شریفین بر
بست۔ و محض بہ ارادہ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد۔ و غرہ شعبان
سنہ اربع و ستین و مائت و الف (۱۱۶۴) از شاہ جہان آباد روانہ شد و پنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک ناتوان بین فرصت نداد کہ بہ رویت
یکدیگر کہنے تمنا برآید۔ بعد عبور دریای خرید بیماری سرسام اور اعراض شد۔ و پس
از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت و یا زہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق
سندار بیج و ستین و ماتہ والف (۱۱۶۴) جان عزیز را در راہ بیت اللہ فدا ساخت
تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین و ماتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد ”خورشید“
است و تاریخ انتقال ”زوال خورشید“ عمرش چہل و چہار سال۔

در حالت مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبد اللطیف
قدس سرہ در کمال تشرع بودند و بر مرقہ مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل
نہی آید مراد بر جوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعل آوردند
واحسر تا کہ این چنین صاحب کمال در ایام شباب ازین عالم رحلت کرد و در اغ
مفاہرت بر دل یاران گذاشت۔ سپہر دواہ اگر عمر با چرخ زند مشکل کہ چنین ذات
قدسی صفات ہم رساند۔

قول میرزا جانان است کہ :-

”بیسارے از کبراء دین را مشاهده نمودم بعد از یازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمدؒ
”است موافق کتاب و سنت دریافتہ۔“

و نیز قول میرزا است کہ :-

”بسا ارباب کمال را بر خوردم آن قدر نزد شیخ محمدؒ خرازان شدم بیچ جا اتفاق نیفتاد۔“

یعنی میرزا برخلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمدؒ خرا کرے رسید

شیخ محمدؒ خرا صاحب دیوان است۔ این چند بیت از انجاء اگر نفع شدہ

بباغ عاشقی از میوہ گل نیست سامانے کم بادام و نرگس را خدا سے چشم گریانی

آئینہ با صفائی رخت رو گرفته است گل پیش آن دہن دہن بو گرفته است

دارم دلے کہ بروم تیغ ست راہ او مژگان چشم یار بود سیر گاہ او
 بر میان بر زده دامان ز کجائے آئی مرجھا گر بشکار دل مای آئی
 حُبّ دنیا می فریب خاطر افسردہ را گوشمالی می دہد رو باہ شیر مُردہ را
 مور را در خم زلف تو بہ بیند مارے عینک داغ دلم از چہ کلان بین شدہ آست
 مرا از آمد و رفتِ نفس روشن شد این معنی کہ اقبالِ جہان در دم زدن ادباری گردد
 دنیا عزیز کردہ دنیا طلب بود از انقعات شوی بود قدر زن بلند
 کنند گور پرستان زیارتِ زاہد کہ زیر گنبد دستار زندہ در گور است
 بعد مردن نیز بارم نیست بردوش کسے ہچو رنگ گل عدم پیام از پرواز خویش
 در گلستانی کہ مارنگ تماشا ریختیم آسمان یکبال بر ہم خوردہ طاؤس بود

رباعی

تا پیرو چار یار اخیار نہ از چار اصول دین خبر دار نہ
 در طبع تو این چہار عنصر با ہم تا بہست با اعتدال - بیمار نہ

رباعی

گر تن بہ بلای قضا نتوان داد از کف سر رشتہ رضا نتوان داد
 در ہر چہ نشد مگو چنین بایستے تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

(۹۸) افضل - شیخ محمد ناصر

برادر اعیانی شیخ محمد فاخر زائز است - کسب کمالات از حاشیہ محفل واللہ
 خود شیخ محمد مجتبی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرار ہما نمود - و از علوم
 صوری و معنوی بہرہ وافر اندوخت -

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل اورا در خورد سالی مرید گرفت - و بہ دست

ترتیب شیخ محمد یحییٰ حوالہ نمود۔ و بعد فوت پدر والا گھر پر مسند آباء کرام مربع نشست۔
و طریقہ انیقہ اسلاف را با تمام تمام نگاہبانی فرمود۔

نیما بین فقیر و او اخلاص خاصہ بود۔ حیف کہ در ریجان جوانی آن شجر سایہ
انگن از پا افتاد و این حادثہ بیست و یکم جمادی الاولی روز چہارشنبہ وقت نماز مغرب
سہ ثلاث و ستین و مائتہ و الف (۱۱۴۳) واقع شد و پائین روضہ منورہ شیخ محمد افضل
جد خودش مدفون گردید۔

مسودہ اوراق در تارتخ و فات مشائرا الیہ و شیخ اسد اللہ غالب کہ ذکرش می
آید۔ مے گوید

افضلی شیخ کامل و غالب	آرمیندہ در ریاض ارم
سال تارتخ گفت غمزدہ	آہ رفتند ہر دو زین عالم
ذکاء ذہن بدرجہ کمال داشت و شعر بسرعت تمام می گفت۔ صاحب دیوان است	
صفای خاطر روشن دلان ہمین سخن است	چو صبح صافی آئینہ ام زدم زدن است
زاہد از خلوت نشینی فکر صبیہ عام کرد	چون نگین در حلقہ خود را زبرائے نام کرد
سخنور چون بمیرد شعر او مشہور تر گردد	کہ صافی ترکند گرو بیتیمی آب گوہر را
لب گزیدہ اغیار را چہ بوسہ زخم	عقیق کنندہ نام دگر چہ کار آید

(۹۹) غالب۔ شیخ اسد اللہ

ذختر زادہ شیخ محمد افضل الہ آبادی است۔ و برادر خالہ زادہ شیخ محمد ناصر افضل
اصلش از جوپور است۔ جد کلانش سجادہ نشین شیخ محمد افضل جوپوری استاد
علامہ العصر الامم و جوپوری بود۔ غالب بانساب افضلین تفاخر داشت۔ جوان
صاحب استعداد شایستہ بود۔ ہمیشہ رگ خامہ سخن ریز را بہ نشتر اندیشہ مے کشود۔

وقتیکہ راقم الحروف از دیار سرحد بولایت ہند معاودت نمود۔ مقارن طلوع ہلال
رمضان المبارک سنہ سبع واربعمین ومائتہ والف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔

مشاء الیہ این رباعی گفتہ ضیافت طبع فرستادے

چون کرد و رود سوی من یار سعید فی الحال مہ نوبلک گشت پدید
از بسکہ فرود عشرت از آمدنش ماہ رمضان برای من شد مہ عید
اواخر ایام زندگی بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد آمد و ہم ذی القعدہ سنہ
ثلث و ستین ومائتہ والف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شد و دران شہر
مدفون گردید۔

از افکار اوست ے

دل دیوانہ دارم کہ خاموشی است تقریش	برنگ زلف خوبان بی صدا افتادہ زنجیرش
گذرا ز کوچہای تنگ کو صاحب دماغان	نمی آید برون از خامہ نقاش تصویرش
سیر متاب دو چندان کند آرایش حسن	سایہ زلف بنخسار تو زلف دگر است
پی فکر آن دہان از یاد برومے برم	نیج قاتل رہبر و ملک عدم را جادہ است
ز بیماری نیفتد تا بہر جا سرمہ را نازم	عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را
روز محشر غبار تربت با	دامن بو تراب مے خواہد

(۱۰۰) محمود مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا الطف اللہ است پدرش حاجی شکر اللہ تبریزی از
ایران دیار وارد ہندوستان شد و در بندر سورت طح توطن انداخت۔

مرشد قلی خان در بندر سورت سنہ شمس و تسعین والف (۱۰۹۵) متولد شد
سال ولادت این مصرع مستفاد مے شود ے

”بر سپهر سعادت آمد ماه“
 ۹۵ ۱۰ هـ

بعد از آنکه سنین عمرش بسر حد تمیز رسید در خدمت آقا حبیب الله اصفهانی
 که از فضلاء مقرر و از شاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندرسورت
 سکونت داشت - بتحصیل علوم پرداخت و بقدر فضائی اکتساب نمود

بعد فوت والد بر سبیل تجارت جانب بنگاله رفت نواب شجاع الدوله ناظم بنگاله
 جوهر قابلیت او در یافتن صبیح خود را در عقد ازدواج او در آورد - و از حضور سلطانی
 بمنصب عمده و خطاب مرشد قلی خان سمرقند و سایر جاهای بصوبه داری ممالک او دولیسه
 فرق امتیاز اخذ فرماست

آخر از ورق گردانی روزگار و دعا سازی نوکران خود از دارالاماره بیجا شد و خود
 را در نعل نواب آصف جاه ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر برد - انجام کار در جید آباد
 (دکن) رخت اقامت انداخت - و شانزدهم رمضان سنه اربع و تسین و مائه و الف
 (۱۱۶۴) مسافت زندگانی بپایان رسانید

در شعر زبان خوبی دارد - و مضامین تازه هم یابد - دیوان مخموز نخط خودش بنظر در آمد
 و این چند شعر فر گرفته نشده

کوسا غمے تادمے از هوش خود افتم	مانند سب و دوست در آغوش خود افتم
پشت فلک بجاک رساند غرور ما	کسار را کند کمر سنگ زور ما
بسان شیشه ساعت رفیق کار پیدا کن	از بیک ساعت زمین و آسمان را زیر و بالا کن
باشد و جهان قائم از ان ذات یگانه	بر پادشاهان است بیک تیر دو خانه
تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد	که زخم کهنه را خاکستر عرق دوا گردد
ز دوان کی بخود در ماندگان را کار کشاید	گره امکان ندارد باز از انگشت پا گردد

له مات الامرا جلد سوم صفحه ۵۴ ذیل تذکره مؤتمن الملک جعفر خان -

زان نسبتی که هست بسنگ آبگینه را
 بگلزار محبت رشتۀ گلدهسته را مانم
 سر از مضمون آن زلف سپهر یون نمی آرم
 تسکین دل ز صحبت روشندان طلب
 چرا بسر زود زود دفتر ایام
 مے زدا ید چون گین سجدہ سیہ روئی را
 می فریبید ناز نینان را بہر صورت کہ هست
 چون درختی کہ زہر شاخ دہد ریشہ بخاک
 منم آن مست کہ گر مے نہد دست بہم
 رتبہ شخص فراید ز صفا کے باطن
 درین چین بچہ امید خوش کنم دل را
 پندار از ضعیفان کار سنگین برنمے آید
 ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست
 کہ عمرم جملہ صرف اجتماع دوستان گردد
 کہ در چشم چو مکتوب مرکب خورده مے آید
 آئینہ بیقراری سیاب مے برد
 کہ خود بخود ورق این کتاب مے گردد
 کاش پیشانی خود وقف زمین می کروم
 کاش چون آئینہ من ہم جوہری می داشتم
 در سجود تو زہر عضو زمین گیر شدم
 بفشار لب ساقی و بہ پیمانہ کنم
 چون نگینہ کہ گذارند ورق در تہ او
 چو نخل موم ندارم بخود گمان مژے
 کہ کوہی می شود صورت پذیر از خامہ موئی

(۱۰۱) اقدس میر رضی شوستری

والد اوسید نور الدین شیخ الاسلام بلدہ شوستر بود۔ ومنصب شیخ الاسلامی آن
 دیار از قدیم الایام بہ آب و اجداد او تعلق دارد۔
 ولادت میر رضی در شوستر سنہ ثمان و عشرين و مائتہ و الف (۱۱۲۸) واقع
 شد از آغاز شعور دامن بہ کسب فضائل برزد۔ و علوم عقلی و نقلی در شوستر از حدت
 والد خود۔ و بعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود۔ بعد از ان شبہ یز سیاحت جولان داد
 و اصفہان و قم و کاشان و ساثر بلاد عراق عجم را تماشا کرد۔ درین اماکن نیز
 تحصیل علوم پرداخت۔ و ایضا عراق عرب را سیر نمود و پیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید۔ آنگاہ نطق عزم بگلگشت ہندوستان بر بست۔ و در سنہ تسع و الہین
و مائتہ و الف (۱۱۴۹) از بندر بصرہ بہ بندر سورت رسید۔ و ایامی درین شہر توقف
نمودہ از راہ دریا سری بیدیار بنگالہ کشید و در سایہ عاطفت نواب شجاع الدولہ
ناظم بنگالہ بصیغہ مصاحبت مدتی بسر برد۔ و بعد از انتقال نواب مذکور فاقہ نواب
مرشد قلی خان صوبہ دار اودلیسہ برگزید۔

و چون مرشد قلی خان بہ دکن آمد میر بہم مرافقت نمود و بعد چندی از مرشد قلی خان
جدا شدہ و ظلال مرحمت نواب آصفیہ خدیو کشور و کن مدتی روزگار گزرانید۔
چون مسنک او و راستگی و استغناست آخر الامردست از مصاحبت نواب آصفیہ
برداشتہ در حیدر آباد دکن گوشہ انزو گرفت و بایکی از سادات تفرش کہ از مدتی متوطن
حیدر آباد اند و صلت نمودہ بتاہل پرداخت۔

فقیر اول در لشکر نواب آصفیہ سنہ ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۰) بامیر طافاتہ
مستوفی دست داد۔ بعد از ان در سنہ خمس و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۵) در و فقیر بہ
حیدر آباد صورت بست و دید و دید مکرر بعل آمد۔

امروز میر بے نظیر زمان است و در طلاقت لسان و صنوف فضائل ممتاز اقران۔
صربہ کلک اقدس سامع می افروز دہ

ظالم از عہدہ بارستم خویش کشد عقب از کج روشی بر سر خود نیش کشد
نہاشد خود نمائی مردم افتادہ از پارا کہ ز گینبی نہ باشد سایہ گلہاے رعنا را
عمر پہچ مے رود رحم و جفاے یار کو وصل سبک عنان چہ شد بجر گران وقار کو
نرم شو کز سخت گیران کا صورت گیر نیست خامہ فولاد ہرگز لائق تصویر نیست
رفتہ رفتہ ظلم گردون بیشتر از عدل شد این کمان از بسکہ یکجا ماند آخر خانہ کرد
پر تو خورشید را آئینہ سازد گرم تر مہر کم را سینہ صافیا فراوان مے کند

ریاضت در جہا نفس باشد حربہ مردان خوش آن پہلو کہ ترکش بند نقش بویا گردد
 سخت رویان فارغ انداز کاوش اہل جہان در زمین سخت رسم کندن بنیاد نیست
 دولت بے زنگان سرمایہ سنگین دلی ست خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود
 تا چند بار خاطر دہا توان شدن یک چند گربہ سیر گلستانم آرزو ست

(۱۰۲) حزمین - شیخ محمد علی :

سلسلہ نسبش بہتر دہ واسطہ بہ شیخ زاہد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی
 جد سلاطین صفویہ می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفہان است۔ چون نادر شاہ بر ممالک ایران استیلا
 یافت و امنی کہ در عمدہ سلاطین صفویہ بود بر ہم خورد۔ شیخ رخت سفر بہ دیار ہند کشید
 و در سنہ سبع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۲۷) از راہ دریا بہ ہند رتہ رسید۔ و از
 طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلدہ بھکر گشت۔

اتفاقاً در ان ایام عطف عنان فقیر از سندہ بجانب ہند واقع شد و در بلدہ
 بھکر با شیخ ملاقات نمود دست داد۔ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبہ
 بلند دارد۔

آخر از راہ ملتان و لاہور متوجہ دارالخلافہ دہلی شد۔ و قریب چہارم^{۱۷} سال
 درین شہر بعنوان انزو و اقامت گزید۔

و در سنہ احدی و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۱) از شاہ جہان آباد بر آمدہ چندی
 در اکبر آباد وقفہ کرد و از انجا بہ شہر بنارس شتافت۔ و بعد چند سہ از انجا بہ
 عظیم آباد پتنہ رفت

در بھکر جزو سہ از اشعار طبعہ را دیہ دستخط خود تو اضع فقیر نمود۔ و اکنون دیوان

شیخ بخت خودش شخصی نزد فقیر آورد۔ فرصت انتخاب نہ شد۔

این چند بیت از نتائج طبعش کفایہ است ۵

شمع را شعله مسلسل زد آید بیرون	آہ دل سوخته کان متصل آید بیرون
باشد به چین ہر رگ گل دامن ہوسہا	ریشک است با زادی مرغان نفسہا
پیش از ظهور جلوہ جانانہ سوختیم	آتش بسنگ بود کہ ماخانہ سوختیم
ای وای بر اسیری کز یاد رقتہ باشد	در دامن ماندہ باشد صیاد رقتہ باشد
شادم کہ از رقیبان دامن نشان گرشتی	گوشت خاک ماہم بر باد رقتہ باشد
دلم ز وعده بر آتش نگندی و رفتی	بیا کہ سوختن این کباب نزدیک است

(۱۰۳) متین - میرزا عبد الرضا صفایانی

از صاحب طبعان حال و نکتہ سنجان بلند مقال است۔ سلسلہ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتهی مے شود۔

مولد و منشأ او اصفہان است۔ مدتهاست کہ بسیر مہند تشریف آورده اول بانواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبہ اودھ۔ ترمین اعتبار بسر مے برد۔ و بعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب الہ المنصور خان صفدر جنگ برگزیدہ فقیر در بلدہ لکھنؤ اورادیم چنگ در ترجمہ سید جعفر روحی تحریر یافت۔ مردی دلش سیرت فانی مشرب است۔ خلق و شکستگی بمرتبہ نالہ دارد۔ وصحت او ہمیشہ نالہ را سرمایہ سرور مے افزاید۔

ساجد دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ۔ رباعی
نویختہ چہرہ نیاز است مرا در ہر سرمایہ خویش ناز است مرا

صد بار چو برگردم رش مے گرم یک دورہ تسبیح نماز است مرا

(۱۰۴) آرزو سراج الدین علی خان اکبر آبادی

از شعراء حال - و تازہ گویان خوش خیال است - قریب پنجاہ سال است کہ در گلستان سخن عند لیبے می کند و بدستگیری ثعبان قلم بازار سحر آفرینان می شکند - فقیر در چین تالیف این کتاب دوستی نامہ شتایر طلب ترجمہ بقلم آورد و مشارالیه بمنطوق و اذ احییتکم بختیہ فحیو ایا حسن منها عمل نمود - و مکرر بہ تخریر جواب و ارسال احوال و اشعار خود مسرور ساخت و قلمی نمود کہ :-

”فقیر بخدمت میر عبد الجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شدہ و صحبت شعر اتفاق افتاد - حالاً بادۂ ارتباط دو آتشہ شد و کل دوستی رعنا گشت“

نسب آرزو از جانب پدر بہ شیخ کمال الدین خواہر زادۂ شیخ نصیر الدین محمود نوح اللہ ضریحہ و از جہت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیار سی شطاری عطاری سواح اللہ موحہ منتهی می شود - و نسب شیخ محمد غوث بہ شیخ فرید الدین عطاری نیشاپوری محطہ ضریحہ مے پیوند دولہذا ایشان را عطاری گویند -

ولادت شیخ سراج الدین در منتهای مائتہ حاویۂ عشر (۱۱۰۰) واقع شد - از بدو شعور بہ تحصیل علوم رسمیه پرداختہ - او در سن چہار دہ سالگی خود را بہ سخن مشغول ساختہ - و تا بیست و چہار سالگی کتب متداولہ درسی در خدمت فضلاء عصر گزرا نیہ در فنون فراوان استعداد بلند بہم رسانیدہ - سپس در سلک منصبداران پادشاهی درآمد -

و در اوائل سلطنت محمد فرخ میر بخدمتہ از خدمات گوالیار مامور گردید و در

سند اثنتین و ثلثین دماۃ و الف (۱۱۳۲) به دارالخلافه شاه بهمان آمد و از آن وقت تا زمان حال درین شهر بسر می برد - و هنگامه سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رساله "مہو بہت عظمیٰ" در فن معانی و رساله "عطیہ کبری" در فن بیان - ہر دو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و "تلخیص" کہ سابق کسی برین منوال ننوشته - و فرہنگ "سراج اللغۃ" بطور بیان قاطع و "چراغ ہدایت" در بیان لغات و اصطلاحات شعراء جدید کہ در کتب سالفہ نیست و "نوادر الالفاظ" شتبلہ لغات ہندیہ کہ فارسی و عربی آن در ہند غیر مشہور است - و "شرح سکندر نامہ" و "شرح قصائد عربی" و "سراج منیر" اجوبہ اعتراضات ابوالبرکات متنبیر بر اشعار عربی و غیرہ و نسخہ "داد سخن" شرح قصیدہ ابوالبرکات متنبیر کہ در اعتراضات شید ابرقصدیہ قدسی محاکمہ نمودہ - و شرح گلستان مسمی بہ "خیابان" و تذکرہ اکثر شعراء متقدم و متاخر کہ درین ایام بخریر آن اشتغال دارد و کلیات او نظماً و نثرأً قریب نتی ہزار بیت است و بعد از انکہ خط مشاغل البیہ چہرہ وصول نمود مختصر دیوانش شخصے تازہ از شاہجہان آباد آورد و این ابیات از انجا سمت تحریر یافت -

گو کہ چارہ دل از سبب منمے آید	کدام کار کہ از دست او نمے آید
چند چشم دوستی زین سادہ لوحان داشت	چشم حفظ الغیب از آئینہ نتوان داشت
در ہوا ی آن پری رو چشم من پرواز کرد	طفل بازی کوش اشکم را کہوتر باز کرد
کجیئے نیست در طریق خدا	بنگین است می کنند دعا
محض معدومیم و در عالم ہوید ایئم ما	خوب اگر فہم کسے تصویر غنائیم ما
نماند، بچو حنا ہیچ اختیار مرا	سپرد بسته بدست تو روزگار مرا
چو شبنم آبلہ پیدا بروی آن گل شد	قماش حسن ببیند کہ چشم ببلبل شد

اگر از ناز بتان اذن تماشا گیرند	از کف آئینه گذارند و دل ما گیرند
در بے غفلت زندگی افزای انسان می شود	عمر از شب زنده داریها دو چندان می شود
گلرخان تنگ دلم خاطر من شاد کنید	چون شود بند قبا باز مرا یاد کنید
دلبران باهم آشنا مشوید	بتلائییم ما شما مشوید
بنوش خون دل من که خوش نمک دارد	شراب میکده ام لذت گزک دارد
می کند ناز خط او نه دمیده است هنوز	بید ما رخ است که بگش نرسید است هنوز
عرض بے طاقتی خود بچه انداز دهم	به شکم شیشه دل تا بتو آواز دهم
وحشت آموز غزالانم من	شهر استاد بیابانم من
به بزم می پرستان خود نمائی شیخ کتر کن	بسان شمله اسباب معیشت را بستر کن
شنیدم از ره دور آمد آن شوخ فریبنده	شودای کاش شمع محفل من ماه آینه
ندارد یاد ایام جدائی چشم مست او	حسابی نیست در پیش فرنگی سال هجرت را
فریب خوش پیران خوردن آرزو رسم است	ز روی تجربه گفت این چنین پدر ما را
شکسته پانشین آرزو بگو شمع صبر	که شاه مملکت فقر چون تر لنگ است
هر که خود تربیت خود نکند حیوان است	آدم آنست که او را پدر و مادر نیست
تغافل این همه رسم کجاست جان کسی	بخلف وعده دلم نیز شرمسار تو نیست
گرفت آن مه هندی مه دگر در بر	دگر پرس حکایت که چند در چن دست
گر مصحف عذار تو افتد بدست من	ختم نمی بشوق بیک بوسه کردن است
نیست خالی از تناسب عضو عضو آن پری	ساق سیمین دسته آئینه زانوی است
چنین که منع ز سرگوشی خودم کردم	بخاطر تو ندانم چه احتمال گذشت
می دو اند آسمان را بهر کار خاکیان	از بر رگها بود گر بے وقارم کرده اند
نجات می کشم بسیار از روی وفای خود	تو گاهی کرده باشی یاد من یاد من نمی آید

حسود پست شد آنجا که بیت خود خواندم چنانکه بر سر کس خانه فرود آید
 نمی فهمم زبان ترکی چشم سخن گویت اشارت های ابرو شاید اینجا ترجمان باشد
 نقش در عالم نشاند آنکه سود عمر او همچو خوش خط مهر کن در نیکنامی صرف شد
 دیده باشی گل شبم آلود گریه را هم دل خوش می آید
 آرزو بیجاست سعیت در تمنائےصال عالمی گرجان دهد آن شوخ کی تن میدهد
 کم بود از شوق خالی حسن موزون بتان سرو این باغ است داغ عشق بیجان بیشتر
 لیکن دل ما آخر از آن شوخ کشیدی ای آینه ما قدر تو نشاخته بودیم
 پاهال کرد خون من تیره روز را زانو سیه سمند سواری که دیده ام
 نصیب اهل کمال است از جهان تغذیه که در شکنجه فتنه چون شود کتاب تمام
 ربود از دل عشاق بیخضوری را غبار خط تو خاک شفاست پنداری
 ز تار و تشنه ما بے سبب نباشد چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی
 خطاست اخذ معانی ز فکر هم طرحان زمین شعر کجا حتی شفعه داشته است
 شود چو بازو من ناز بالش خوابت تو خود بگو که مرا آن زمان چه باید کرد
 واجب الفتلی نخواهد بود زینسان در جهان خون عاشق تیز چون شجر باشد کشتنی
 آرزو اطفال را هم هست انبوی ضرور حیف آن عاقل که ماند زنده بے کیفیتی
 هر چند از و نیم و لیکن همه او نیم مانده فیله که تراشیده ز عاج است
 آن دو گیسوی سیه بر روی رخشان آرد اشعر بندی بوده است از میز راوشن ضمیر
 پوشیده ماند که بعد تمام سرو آزاد - سراج الدین علی خان آرزو از
 شاه جهان آباد بر خاسته رخت سفر به دیار شرقی کشید - و در بلده لکهنؤ آمد - و
 بواسطه اسحق خان بانو اب صفدر جنگ ناظم صوبه اوده بر خور دو لخوا
 اختصاص یافت و چون بانو اب صفدر جنگ بندهم ذی الحجه سنه سی و ستین و مائه

والف (۱۱۶۷) درگذشت۔ آرزو باشجاع الدولہ خلف نواب مذکور کہ قائم مقام
پدر شد بسرے برد۔ و در جمادی الآخری سنہ تسع و ستین و مائتہ والف (۱۱۶۹) در
بلدہ لکھنؤ فوت کرد۔ و در ہمین شہر مدفون گردید
مؤلف کتاب گوید۔

سراج الدین علی خان نادر عصر زمرگ او سخن را آید و رفت
اگر جوید کسے سال و فاتش بگو۔ آن جان معنی آرزو رفت

(۱۰۵) مظہر میرزا جان سَلَمَ اللہ تعالیٰ

مظہر فیض الہی است۔ و مشرق صبح آگاہی۔ شاہ مسند فقر و فنا۔ و مقیم آستان
توکل و استغنا۔

نام و الد ماجد او میرزا جان است ازینجا وجہ تسمیہ او توان دریافت امانام
و تخلص او گویا عنایت ترجمان اسرار قیومی مولانا ی رومی است کہ پانصد سال پیش
ازین در دفتر ششم شنوی ارشاد فرمودہ و کراستے نمایان بخصار انجمن استقبال و ا
نمودہ یعنی ۔

جان اول مظہر نگاہ شد جانجان خود مظہر اللہ شد
لیکن نام او بر السنہ میرزا جانجان جاری شدہ۔ این اسم ہم معنی بلند دارد
فقیر ابامیرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است
و ہمیشہ بہ آمد و رفت مراسلات خط ہمکلامی حاصل۔

میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است۔ و بہ اقتضای اسم خود روح الریح
معنی پروری۔ نوع و وس مقال را بمشا طکی ذہنش طرز تازہ۔ و تصویر خیال را بہرستی
فکرش حسن بے اندازہ۔ شعلہ آوازش آتش زن خرمنا۔ و شوخی اندازش شور

افکن انجمنها۔

فقیر در اثناء تحریر این کتاب تکلیف ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر
در آورد۔ و متاع نفیس از انفاس خود ہدیہ دوستان ساخت نسخہء ترجمہ این است
”خیر جانان مخلص بہ مظهر سپہ مرزا جان جانی تخلص۔ علوی نسب۔ ہندی مولد خفی مذہب
”نقشبندی مشرب است۔ دہ عشرہ اولی مائتہ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو و نما
”ظاہری در بدو اکبر آباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہان آباد از جناب حضرت
”بدائی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلہ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن خفیفہ
”بشیریشہ کبریاعلی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ منتهی می شود۔

”جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مائتہ سادہ از خطہ طائف بجد قیمت بحدود
”ترکستان رخت اقامت انداخت۔ و بفرمان روائی بعضی از ان ممالک عمر گزارانیدہ۔ اولاد
”کثیر ہم رسانید از انہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بردست حمایون
”پادشاہ اتفاق افتاد۔ درین مملکت وارد شدند۔ از ان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورکانیہ
”شعار مردم این خاندان بود

”میرزا جان مذکور کہ دہ ششم مرتبہ از امیر بابا و در درجہ دواز دہم از امیر کمال الدین مسطور
”واقع است بہمد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمۃ بحالی مذہب ترک و تیا مسرا فراز گردید۔

”دین خاکسار از بد و طفلی ہوا سی مال و جاہش در سرنہ پیچید۔ بعد تحقیق ضروریات این مشقت
”غبار خود را بر امن دولت از خود ز قکان بستہ بامید آنکہ چشی در عالم دیگر باز کند۔ چون نقش قدم
”بر در ایشان نشستہ است۔ از بس دماغش معنف قوی دارد۔ تاب تدبیر اسباب نئی آورد بخرید و تفریدی
”اختیار کردہ نان بر خوان دونان غور دہ۔ و چون گل عمر خود را بیک خر تہ بسر بردہ بہ تحریک شور عشقی
”کہ رنگ خیر اوست گاہ بی بغیر یاد و ای کند۔ چون نالہ اش موزون واقع مے شود اصحاب از راہ جو
”شناسی بہمیزان اشعارش می بخند۔ و گرنہ اود از غایت انصاف نظر بہ پے سرمایگی خود دوکانی بر

پرسند هر چه از تو بگفتن شتاب کن	خود را مثال آینه حاضر جواب کن
خطاست اینکه بگویم به جبهه چین داری	خدا نکرده مگر در گره همین داری
خطا پشت لب و حرف تو در دل گردناشیری	بقربانت روم ظالم چه تحریری چه تقریری
گفته دل شکنان به که فراموش کنی	این گهر یمن ندارد که تو در گوش کنی
گیرم که در کفم همه رنگ حنا شوی	آخر تو رفته رفته ز من بیوفا شوی
بروی مشهید پروانه شمع را دیدم	که چادری ز گل داغ میکشد امشب
بی خورده دل لاله برد داغ ز گلشن	آرام متاعی ست که بی زرن توان یافت
بالیده بود پرنجود آخر خراب شد	چشم حباب کور شود این سزای آوست
راستی گوید اگر سرو که همدوش تو ام	بر سر دعوی خود مصحف گل بردارد
دلم از تست میخوایی بهر من پیشکش کردم	بهر صورت ترا آئینه در کار راست می دانم
اول بروی تو دیدیم ز معموره حسن	مادین شهر مبارک شب ماه آمده ایم
دارد همیشه در بر پیراهین محطّر	مار از گل خوش آمد این وضع میرزائی

(۱۱۲) افتخار عبد الوهاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است - در ایام تالیف این کتاب ترجمه خود را با اشاره فقیر انشاء کرد - و نسبت به مؤلف کتاب تکلفی بکار برد - هر چند بساط عذر گستر دم ناطقه را بمهر ابرام بند ساخت -

فمنه ترجمه این است :-

«فقیر عبد الوهاب تخلص به افتخار از سادات بخاری الاصل است - سلسله نسبش از طرفین به مخدوم جهانیان بخاری قدس سره منتهی می شود - مولد و منشا این نمود بے بود احمد نگر «دارالسلطنه سلاطین نظام شاهی - چون از دواج فقیر با صدیقه سید مرتضی خان بخاری حارس

«حصار شهر پناه دولت آباد اتفاق افتاد- باین تقریب طرح اقامت در قلعه دولت آباد
ریخته شد- بعد از آن که حیثیت استفاضه بهم رسید از چشمه سار نکتة سبحان بقدر زلای برداشت
«دشت خاک خود را بقویت این آبجیات کامیاب عمر جاودانی ساخت- گویند شخصی این بیت
«نکرامی کرده

خدا ناکرده گر آید اجل پیش بامید که بگذارم جنون را
«فرزندی داشت صاحب کمال گفت «بامید من» لعل الحمد والمنه که جگر گوشگان اشعارم
«هر یکی بزبان حال ادا نمود که آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود به عنایت ایزدی چندین
«نتایج ارجمند داری همه را از نظر مؤلف کتاب گزرا نیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم- سخن
«آفرین تعالی شانه این غریب زار دارا بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد به بیاض
«بلند فزنان جلوه گر گردانده

بود فیضان دیگر چشمه داد الهی را	ز ماهی قیمت افزون تر بود دندان ماهی را
چو شیر غنچه کردم اعتبار این چمن دیدم	زند برهم نیسمی منصب صاحب کلاه را
غیرت افزای بهار است گل رخسارت	شمع افروز تماشا است مه دیدارت
می کنی جلوه بصد رنگ چو آئی مخرام	گردش خامه نقاش بود رفقارت
ابرو که بود نازکش و سیمه نخواهم	چون پی بکافی که دو کار است نخچیم
بدوری هم ترا بر من نظر لا هست می دانم	که چشم دور بین نزدیک بیند دور دستان را
تا چشم باز کرد خدا دید دیده و ر	اول به بیند آینه آینه ساز را
سازنده است سرو قدش را زمین چشم	تادل دو اندر ریشه اگر یک زمان شست
سنگین دل است آن بت و من آبگینه دل	دل را بدل بهیست الهی تو خیر کن
ابروی دیگران نرسد ابروی ترا	هر ماه نو مقدمه عیش عید نیست
نگینم بندگیها هیچکس چون من نمی داند	بنامی آشنای کردم و با سجده می سازم

او بزلف آنجا گره زد شد دلم اینجا بدام می توان دادن سر انجام امور از راه دو

(۱۱۳) امداد - شیخ غلام حسین

هاشمی النسب - قادری الطریقه - برهان پوری المولد است - کتب او اعلی درسی تحصیل نموده - وفات او بامشق سخن درست نشسته - از وی آمده

از تو پنهان می کند آئینه روی خویش را هر کس منظور دارد آبروی خویش را
گل کند از باطن صاحب دلان بی قصد فیض در گره بستن نداند غنچه بوی خویش را
گر بصحرانگه او چمن آرا گردد شاخ آهو قلم نگرس شملا گردد
صندلی رنگ بتی گر سر در مان دارد درد هم گردد سحر ما به تمنا گردد

رباعی

رونق ده تحت شمع شاه نجف است روشن کن آفتاب ماه نجف است
شاهی خواهی و گر تو را به طلبی شاه نجف است و شاه راه نجف است
تا اینجا ذکر شعراء غیر بلگرام است و اسامی کتبی که ماخذ این تالیف است بعضی
جادر طبع کتاب مسطور شد و مقصد استیعاب اشتیاقی که در کتب ماخذ مذکور اند نیست
مبدء فیاض کسی را که بر خاطر القا کرد بر زبان قلم گذشت - اکنون به تمهید شعراء
بلگرام می پردازم و ذکر این طائفه را طرازد امان کتاب می سازم -

تمهید شعراء بلگرام

بر صیرفیان نقود اخبار و مبعران جواهر آثار هویدا است که چون ماهیچه رایت
اسلام بر سواد دهند پر تو انداخت - و طلیعه غازیان کفر شکن کوس کلمه الله
هی اعلیٰ نوخت - اقسام صاحب کمالان عرب و عجم با قامت این دیار پرداختند
و علوم ابو البشر آدم را علیه السلام که از چندین هزار سال مندرس شده بود
تازه ساختند از انجمله سخن موزون که ازان وقت تا زمان حال ماهران این فن شورا

برای نگخته اند۔ درنگها از خامه بوفلمون زنجته۔ اما در عهد قدیم این طائفه بیشتر در پای
تخت سلاطین بوده اند و در اطراف و کناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج
رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی که هر سه از شهر دہلی برخاسته اند و غیر
مرحمہم اللہ تعالی و از عهد اکبر پادشاه سکہ سخن را رواجی دیگر بهم رسید و
اکثر امصار بوجود موزونان معمور گردید۔ از انجمله شهر بلگرام **حَفِظَہُ اللہُ عَن**
حَوَادِثِ الْاَیَّامِ

من سواد خوان نسخه نادانی کمترین یاران وطنم۔ و خادم صاحبان این انجمن
اما با ثبات ماثر این اعزہ کرام بر صفحہ روزگار حق عجب ثابت کرده ام و خدمت نمایان
بقدر طاقت بجا آورده۔ سیما طائفہ شعراء قدیم و جدید کہ با صلاح سخن اینها پرداختم
معلط کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم **عَلِمُوا الْغَیْبِ وَالشَّہَادَةِ لَعَالِی**
شَاکُہُ می داند کہ باعث اظهار این معنی و برخورد بالیدن است و دکان خود فروشی
چیدن۔ بلکه از سر عجز و نیاز زبان بہ تحدّث عطیات الہی گشوده ام۔ و لب بہ تذکر
عنایات شاہی و انمودہ۔ **فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِحُجَّتِهِ**
تَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ۔

(۱۱۲) ضمیری شیخ نظام بلگرامی

از قدما شعراء این مقام۔ و نکتہ سبجان شیرین کلام است۔ محل سکونت او محلہ
قاضی پورہ در دامن بلندی۔

پدرش اورا صغیر السن گذاشته متوجہ عالم قدس گردید عیش شیخ سلیمان کہ از
نوکران با امتیاز در گاہ اکبر پادشاه بود در حجر عافیت تربیت کرد۔

مشار الیہ بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفته درین فن رشدی بهم رساند۔

و خدرا ت صنائع و بدائع را بیشتر بکسی نشاند-

همواره با امراء عهد بسرمی برد و به اعزاز و اکرام مخصوص بود- و ایام زندگانی را به تجرد و تفرّد گزرا نید- آخر الامر در قصبه سفیدون از تواج دارالخلافه دہلی وارد شد و همانجا به گلگشت نزهتکده آخرت خرامید- و این ساخه در سنه ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد- مبارک خان دہلوی تاریخ و فانش درین قطعہ بضبط آورده

ملک ملک نظم شیخ نظام	شاعر نادر و فصیح کلام
در قصیده شُده ظہیر زمان	در غزل گشته خسرو ایام
بست رخت بقاز ملک فنا	کرد آہستہ سوی خلد خرام
کردم اندیشہ بہر تاریخش	خردم گفت- آہ آہ نظام

دیوانش قصیدہ و غزل و رباعی و صنائع شعری پانزدہ ہزار بیت است و قصیدہ بہ از دیگر اقسام می گوید-

سید محمد اشرف در گاہی کہ ترجمہ او در فصل دانشمندان از مجلد اول التسلیم یافت- فرمود- دیوان ضمیری بخط مصنف بنظر من در آمد- بر پشت دیوان مہر خود زده کہ این بیت نقش داشت -

خدایا بحق رسول اتا م پذیرای کار ضمیر نظام

کلامش بطور آن عرصہ واقع شدہ لہذا درین جریدہ کہ گرفتہ می شود

جز آئینہ در روی تو دیدن کہ تواند	جز شانہ بزل ف تو رسیدن کہ تواند
بس مدعیان گوش بر آواز نشستند	در عکدہ عشق پلیدن کہ تواند
آنجا کہ صبا را نبود بار ز تنگی	جان بخش کلام تو شنیدن کہ تواند
ہر گل کہ بہ گلزار جمال تو بخندد	ای وای بحر دست تو چین کہ تواند

صد تیغ کشیدند ز هر سو به ضمیری
آن ترک شوخ دیده خود از دودمان کیست
از ناله و فغان من آید جهان بجان
این سرو سرفراز که غوش می چند بنار
هر تیر بر دلم که دو ابروی او کشید
چون نامه نیاز ضمیری رسید و خواند
بر من که شوی جلوه گرای سیمین آنجا
چشمم که بود خانه خوش آب و هوای
خواهم که کنم پیش تو درد دل خود عرض
تا کرد خریداری خاک سر کویت
پیوند هوای تو بریدن که تواند
یارب چنین خراب کنی خانان کیست
آن سنگدل نگفت که آیا فغان کیست
یارب چنین کشیده سر از بوستان کیست
دانستم از طبلیدن دل کز کمان کیست
پرسید بر سبیل تغافل از آن کیست
گویند شنای تو همه بے سخن آنجا
نشایسته آنست که سازی وطن آنجا
لیکن بمقامی که تو باشی و من آنجا
از نقد روان داد ضمیری شن آنجا

رباعی

یارب بدرت نامه سیاه آمده ایم
هر چند که ما غرق گناه آمده ایم
در تاج گنبد حاجی افضل علیه الرحمه گوید سه
دو در این شبه اکبر گشته

خطاب او جلال الدین محمد
ازین دار فنا در دار سرمد
برای مرقش این پاک گنبد
بلفظ پارسی و هم به ابجد
بدور این شبه اکبر گشته
چو حاجی افضل از تقدیر رفت
ز تودی بیگ سلطان یافت بنیاد
ضمیری جست سال این بنارا
بتاریخ نهان و آشکارا
خرید گفتا بخت هشتاد و نهصد

و این حاجی افضل مردی بزرگ معتقد فیه بود و در بلگرام بر مسند هدایت و
ارشاد دبیری بُرد و تودی بیگ سلطان از امراء اکبری بخدمت او اخلاص و

اعتقاد داشت - و چون حاجی افضل از قصر مینا بسر پرده کبریا خرامش فرمود و در سواد شهر مدفون گردید - ترمذی بیگ سلطان بر مرقد او گنبد عالیشانی از سنگ عمارت کرد و قطعه مذکور را بخط استعلیق در نهایت شطحی بر لوح سنگ کنده در پیشانی باب گنبد تعبیه نمود - اما این گنبد بنام سالار بیگ که میرا هتمام تعبیر بود شهرت یافت و نام ترمذی بیگ سلطان را کسے نمی داند - شاعرے مناسب این مقام گوید :-

چون نگین مطلب ندارم غیر کام دیگران می نشانم نقش خود آئنا بنام دیگران

(۱۱۵) شاهی میر عبد الواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سره

دفتر اول از ترجمه فصل زینت یافته و خامه خوش نصیب شاهراه سعادت شتافته و اینجا هم طریق اجمال می پیماید - و صدر ورق را بر سله جواهر آبداری آراید - آنجناب از بیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است **كُوْنَا اللّٰهُ صَبِيْحَه** و از خلفای پیش قدم شیخ حسین سکندر **سَاقِی اللّٰهُ مَرْوَحَه** - عمری دراز مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید - و سالکان مناہج حق پرستی را بسراستان کبریا رسانید -

تصانیف والا "سنابل" و "حل شبهات" و "شرح کافیه ابن حب" بطور تصوف - و غیر امتداد اول است -

احیاناً بنا بر موزونی طبع گوهر قافیه می سجید و طلای خوش عیار سخن برے کشید - در حل شبهات می فرماید :-

"این کس در فن غول تلیذ خواجہ حافظ شیرازی است قدس سره و خواجہ نیز بہ شاگردی خود مرا قبول کرده و گویا باین ضعیف ایمائے نموده :-

”ہر کہ در طور غزل نکتہ عاقل آموخت یار شیرین سخن نادرہ گفتار من است

و میر علاؤ الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طراز دک :-

”میر سلیقہ شعر خوب دارد ازو است :-

”مرو بچنگ چو اول بصلح آمدہ وی بہ لطف نشین تاز خویش بر خیزم

و شیخ عبد القادر بد اوئی در منتخب التواریخ مے نویسد کہ :- میر طبع نظم بلند دارد

آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر و الف (۱۰۱۷) بعالم قدس

خرامید۔ و در بلگرام مغرب خاک را مشرق انوار گردانید مورخی تحفہ تازیخی بہ روح

اقدس گزرانید :-

چو رفت واحدی و معنوی گفتم ہزار و ہفدہ و شب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تازیخی و معنوی است - اما بیست عدد بقاعدہ اجل افزون میشود

آن را تبعیہ نازک خارج کرد یعنی واحدی کہ نوزدہ است و واحد معنوی کہ یک

است بر آمد -

دیوان غزل موجزی ازو موجود است - و کلامش روش زمان خود دارد لهذا

بر قلیلی اکتفا رفت :-

زگر یہ خانہ مردم خراب خواہم کرد خیال غیر تو نقش بر آب خواہم کرد

کو تہ چہ کنم ہشہ زلف تو دراز است بورا نتوان لبست درین نافہ کہ باز آ

دانی کہ خوشنویسی ما از برای چیست ما یم واسطی و قلم نیز واسطی است

(۱۱۶) عشقی - سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید ابولیس بن میر عبد الجلیل بن میر عبد الواحد

مذکور بلگرامی قدس اللہ اسرارہم -

مسخی نچیده زیاده برین نیست که نظر بر گمان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است - اوجانه حسن خاتم هم نهیب کند

”ومن اشعاره“

باغبان روم کن آو که شنا خوان تو ام	چون صبا باد فروزش گل وریجان تو ام
همچو سیلاب روم گریه کنان جانب شت	من که جاروب کش گوز غریبان تو ام
طرفه شمی تو که چون صورت فانوس خال	متصل گرد تو می گردم و جیران تو ام
خوب گفتمی غزل مرثیه من مظهر	جان ندارم که دهم کشته احسان تو ام
آنکه روز و شب بلا گردان ویدار خود است	داغ همچون آفتاب از دست رضا خود است
پشت پلای بر حنا زد سرمه را در خاک ریخت	از پی آزار من ناحق در آزار خود است
خدا یا آتش سودا ز سرتا پای من گیرد	اگر عریانیم چون شمع نام پیرهن گیرد
هنر در کار باشد عشق را چون پاسبان آمد	درین ره تیشه باید که دست کوهن گیرد
از ان پیراهن خود چاک می سازم که می ترسم	گریانم بمشتر آید و دامان من گیرد
ازین عالم مجردی روم چون بوی گل مظهر	که ترسم حق عریانی گریبان کفن گیرد
نسب و رست کند گریه با به زاری ما	همین بس است پس از مرگ خیر جاری ما
کامید و خلهای سخن گر چه تن مرا	بالید چون نگین مثبت سخن مرا
مرا کشت است و باز این مرگ با من سرگردان	ترا بخش من چون دید گفت این مرده جان دارد
سوز دل از بس سویم نمایان کرده اند	این جفا جویان مرا سرو چراغان کرده اند
سحر عید گل و عاشور بلبل در چمن دیدم	برنگ آمیز گردون چون بهر لبیا خندیدم
نیاز مشهد پروانه شمع خواهم بُرد	اگر وصال تو این بار رو نمود مرا
مبادا بلبل دیگر پس از من اشیان بندد	توان اوخت از شاخ بلندی استخوانم را
چشم بر چشم چو افتاد گر قناریهاست	حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر است
عکس رنگ پان نمایان است از پشت لب	این بدخشی از کجا در سبزه وار افتاده است

هیچ کس بر جامه زیبای قتل من ثابت نکند
 گرچه خنم چون سباف سرخ دامن گیر بود
 نداشتستی من تا عدم سر مو فرق
 کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم
 مبین آئینه گردی زنجی تیغ نگاه خود
 ضرور است ای پسر از جوت سیفی خنجر کرد
 جز تو در دیده من کس نگذارد قدس
 شهده دارد که درین خانه پری بے باشد
 بنام اگر چه ندانند قدر منظر ما
 خدا گواه که دیوانه سخت مغتنم است

(۱۰۶) دردمند - فقیه صاحب

از نجباء او دگیر است - و شعراء خوش تقریر -

او دگیر شهری است از توالج محمد آبا و بیدر - مرقدر منور شیخ صدر الدین قدس سره
 که از مشاهیر اولیاء و کن است درین شهر واقع شده - راقم الحروف مکرر زیارت مزار
 فائض الانوار سعادت اندوخته -

مولد فقیه صاحب او دگیر است - در صغر سن همراه والد خود مطابق سنیست و ثلثین و
 مائت و الف (۱۱۲۶) از دکن به دار الخلافه شاهجهان آبا و رسید - و در ظل عاطفت
 شاه ولی الله نبیره شاه گل متخلص به وحدت سهرندی قدس الله اسرارهما
 جا گرفت - و به تهذیب اخلاق و تحصیل جینیات مشغول گردید - بعد چندی والد او رخت
 زندگانی بر بست - میرزا جانجان منظر سلمه الله تعالی او را در سایه شفقت خود گرفت و به
 بمن عنایت و تربیت ایشان مجموعه کمالات شد و در فن سخن زبانه شایسته بهم رسانید و میرزا
 در حق او گوید -

منظر مباشرت از احوال دردمند
 لعلیست اینکه در گره روزگار نیست
 شعر فارسی در بخت بهر دو خوب می گوید - ساقی نامه رنخته او مشهور است که مقبول طبائع
 گردیده -

فیما بین فقیر و مشاعر البیہ غائبانہ اخلاص و انی است و ہمیشہ طریق مراسلات مسالوک
درین ایام بہ تقریبی از شاہ ہجمان آباد بہمت بنگالہ رفتہ و نزد ناظم بنگالہ بہ جمعیت
مے گزراند

اشعار او بہ فقیر کم رسیدہ - چند بیت پیش ازین بر پشت خطی نوشتہ بود از ان است
بزم خموش از ان کو کہن نک ریز است کہ شور خند شیرین بکام پردیز است
در کوی می فروشش نماند آبرو مرا لب تشنگی فروخت بدست سبو مرا
جان بیکسانہ دادم و شادم کہ عمر با بود است بر مراد تو مرگ آرزو مرا

رباعی

از فیض تو ای شایخ روزِ محشر ہر روز بود عید غدیر دیگر
چون جام بود چشم امیدم در حشر بردست تو ای ساقی حوضِ کوثر

رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاہر کردی دینِ عمر و روزہ بار خاطر کردی
بعد از مردن رہت بخاکم افتاد اول بایست آنچه آخر کردی

(۱۰۷) شاعر - گل محمد معنی یاب خان

از مردم سرکار محمد شاہ پادشاہ است - بعنایت شاہی ممتاز بود - و بہ خطاب
معنی یاب خان سرور از نسبت تلمذ خدمت میرزا ابیدل درست کردہ - و در تلامذہ میرزا
فائق برآمدہ - امروز منتخب شعراء شاہ ہجمان آباد است و قلم و معنی یابی بمیامن نظم و سستی
او آباد -

گلدستہٴ خیالات رنگین چین می بندد

بگلشن چشم شہلایش چومی آشام مے گردد دکان حسن خوبان تختہ چون بادام مے گردد

اگرچه داخل بزم و لے نیم داخل جد از صحبت ہم همچو شاخ پیوندم

(۱۰۸) عرولت میر عبدالولی

بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش و فصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت
از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزدیک و بالاگر خوانده۔ و در معقولات حیثیتی خوب
بہم رسانده۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بند سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش
صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشاعر الیہ را اشتیاق سیر شاہ بھمان آبا و در حرکت آورد۔ و از بند سورت روانہ
شدہ۔ بعد از طی عرض راہ بیستم جمادی الاولی سنہ اربع و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۲) واصل
آن بلدہ فاخرہ شد۔ و تا وقت تحریر۔ همان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بند سورت فرستادہ بود این چند بیت
از انجا فراگرفته شد۔

نشود مرد کسی کوہ گراز جا برداشت رستم است آنکہ دل دوست زدنی برداشت

بہ گرم جوشی یاران عصر تکبیر مکن کہ چون معانقہ عید اعتمادی نیست

دوستان از دوستان محروم و دشمن کامیاب پیچیدہ مقراض از نہال شمع گل پروانہ سوخت

دل افسردہ خواہد ماند یا و امی شود روزی ندانم غنچہ ام در دست گنجین یا صبا افتد

خدا نا کردہ گر صیاد از دام رہا سازد اسیر حلقہ برگرد سرگردید نش گرم

سر برداشت نکبت گلشن ز شرم او بوی گلے نبود کہ پا در جنا داشت

(۱۰۹) جبرأت۔ میر محمد ہاشم

مخاطب بہ موسوی خان کہ خطابش بید اہت نظر اصل و نسب نشان می دہد در

سزئمان و ثمانین و الف (۱۰۸۸) در نزهتکنده عالم ناسوت غرامید و هلال استعداد
 در سن چهارده سالگی به استقاضه انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدر کمال رسید -
 سلسله نسبش به بدیست واسطه به سابع ائمه هدی علیه التحیه و الثنا منتهی می شود
 جدش سید علی به اقتضای آنخورد از خطه گیلان به دیار مهند وارد شد پدرش میر
 محمد شفیع بن سید علی از فنون فضل و کمال آگهی داشت - و در خجسته بنیاد او رنگ آباد
 رنگ توطن رو بخت -

موسوی خان نخست دامن دولت امیر الامرا سید حسین علی خان گرفت و
 به قلعه داری و دهار و امتیاز یافت - و چون امیر الامرا در سنه احدی و ثلثین و مائت و
 الف (۱۱۳۱) از دکن جانب مهند حرکت کرد - موسوی خان در رکاب امیر الامرا
 بسیر مهند نشانت - و صحبت اکثری از صاحب کمالان آنجا مثل میرزا ابیدل و میر
 عبد الجلیل بلگرامی دریافت - می فرماید :-

”همیشه در دکن از زبان امیر الامرا اوصاف کمال میر عبد الجلیل سامعه افروز بود - چون ملاقات
 واقع شد عجب نسخه جامعی یافتم -

بعد از برهم خوردن طبقه سادات از سن سی سالگی تا منتهای سن انحطاط در نزهتکنده ظل نواب
 آصفیاه طاب ثراه اوقات زندگانی را صرف گلگشت بهشت برین نمود - و بمنصب دوقرا
 و پانصدی و خدمت دارالانشاء سرافرازی داشت -

و بعد رحلت نواب آصفیاه و تنگین نواب نظام الدوله شهید بر مسند ریاست
 دکن خدمت انشاء سرکار و الایهم بر موسوی خان قرار یافت - الحال نیز نزد رئیس
 دکن قیام دارد - و به عهده انشاء و منصب چهار هزار و خطاب معز الدوله فرق
 امتیازی افزا زد -

فقیرا بعد در و دمالک دکن با خان مذکور مجالس مستوفی اتفاق افتاد و نسیم گفتاوش

گره کشای غنچه دلهاست - و گلریزی تفریش رنگ افروز چهره مدعا -

این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شده

پاس دل گرمی توانی داشت سلطان محشوی	این نگین را گریه دست آری سلیمان می شوی
نه بهر آنکه منزل دور و پالنگ است می نالم	دل را چون جرس جای طیش تنگست می نالم
در دیده ام خیال رخ خوب یار ماند	این نقش بر جسدیده لیل و نهار ماند
فارغ از هر دو جهان بنده احسان تو ام	سرد آزادم و پابند گلستان تو ام
بسلم کردی و پرے طیم آزرده مشو	می کنم رقص که در ذیل شهیدان تو ام
بے بهار خلق شهرت با همنزد مساز نیست	نکته گل بے شگفتن قابل پرواز نیست
منتهای کار عاشق از بدایت روشن است	شمع را آئینه انجام جز آغاز نیست
شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم	مانند شمع سوخت زبانی که یافتم
منظور از نظاره حسنات است	از قتل بدتر است امانی که یافتم
راز جانان نیز معشوق است باید پیاس داشت	بهر این بلی نباشد بهتر از دل محلی
لذت همه در مناسبتهاست	از شیر دل شکر کشاید
هوس زخم بهمناب تجلی دارم	کاش عریانی من زنگ کتانی می داشت
توان خدنگ نگاهی بسوی ما افکند	هنوز با تین مجروح نیم جانی هست
آمد اندیشه دُنیا بطلبگاری دل	گفتم آن شیفته بے سرو پا حاضر نیست
بناک میکده رندان مست محترم اند	سبوی می چو مراد دید دست بر سر شد
تا در فتنه از پی روزی بیکد گر	صف بسته اهل حرص چو دندان نشسته اند

(۱۱۰) رسا - جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبایش همدان - و لبش بهیر

سید علی همدانی رحمه الله می رسد -

از اجدادش میرشاه طاهر در عهد اکبر بادشاه دارد سواد اعظم هندوستان گزیده و قبول تمام یافت - و پس از چند گاه متوجه گلگشت و کن گشت سلاطین عصر متدش را گرامی داشته بآئین ارباب عقیدت احترام بالا کلام بعل می آوردند - پس ازان به خلافتش در گجرات احمد آباد توطن اختیار نموده مرجع اهل فضل و کمال بودند - و به سنت سعید مشایخ عمل می کردند - و از چند قریه که اکبر بادشاه بطریق سیورغال مقرر کرده بود مصرف مایحتاج می نمودند

والدش سید میرخان در زمان خلد مکان خود را در سلک ارباب مناصب منظم ساخت و بخدمات عمده ممتاز بود و از علوم آگاهی داشت -

مولد میرزاخان - حیدر آباد است نشوونما در اشکر نواب آصفیاه یافته و از مجلسیان خاص نواب بود - و در او آخر عهد آصفیاه بخدمت انشاء سرکار والا قیام داشت - و در رکاب نواب سیرشا بهمان آباد کرد - و صحبت شعراء آنجا دریافت - بسیار خوش خلق - زنگین صحبت است - و جامعه میرزائیت بر قیامت او دوخته اند -

فقر را در دکن یکجبهتی فراوان با او صحبت بست -

این چند بیت از بیاضش درین سواد نقش می بندد -

خود را ز تنگی نفس آزاد می کنم	این مشت پر تو اضع صیاد می کنم
در سراپوده دل هر نفس آوازی هست	که درین خانه نمان خانه براندازی هست
نرمم اگر به بزمش ز بجوم نارسائی	خیال آستانش من و مشق جبهه سائی
که بر پیام مارا محرم خوش نگاهان	رقی نمود آهیم دوسه مصرع هوائی
رحم کن ای باغبان گلدهسته پیش من بیار	مجمع یاران زنگین یاد می آید مرا

بہ گلشن دل پر داغ سیر ہا دارم معاشران چمن انتظار من مبرید
 نمی توان بہ فلک طرح اختلاط انداخت مرا صحبت این سفہ ننگ مے آید
 خوبغزت کردہ را در یکسی ہم عالمی است بلبیل ما در نفس کم مے کند یا و وطن

(۱۱۱) ایجاو-میرزا علی نقی

از قوم قاجار است۔ مولد پدرش نقد علی خان۔ ہمدان۔ و با شیخ علیخان
 وزیر شاہ سلیمان صفوی قرابت قریبہ داشت۔ نقد علی خان از ولایت خود بگلگشت
 ہند شتافت۔ و در عہد آصف جاہ مدتہا بدیوانی پادشاہ بے بلدہ حیدر آباد
 سراز بود۔ و باین علاقہ پای توطن در حیدر آباد افشردہ۔

محل ایجاو میرزا علی نقی ایجاو دار السور بر لان پور است۔ بمصاحبت
 نواب آصفجاہ رسید و فراوان اختصاص بہم رسانید۔ و بعد فوت پدر در سنہ اربع و
 ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۴) بخطاب موروثی نقد علی خان و خدمت دیوانی حیدر آباد
 نقد امتیاز بدست آورد۔

اول مرتبہ در اورنگ آباد و در فقیر خانہ شد و بعد از ان در لشکر نواب نظام الدولہ
 شہید و در حیدر آباد مجالس متوالی اتفاق افتاد۔ جو ہر قابلیت سرمایہ اوست۔ و زیور
 تہذیب اخلاق پیرایہ او۔

این چند بیت از دیوانش بہ تحریر مے آید

بدست یار سپردند اختیار مرا	توان ز رنگ خیانت زنگ کار مرا
یار آمد و می نہ نشست و شتاب رفت	عمر عزیز حیف بہ این اضطراب رفت
ای مصوّر از لباس یار دامنش بکش	بر قسیم دست گریابی گریانش بکش
و لم تو بردی و من انتظار ہا دارم	بیا بہ پہلو مے من با تو کار ہا دارم

